ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

سالنامہ ماہ اگست ستمبر ۱۹۹۱ء

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دُعا کی انقلاب انگیز تاثیر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں، تھکتے نہیں، کیونکہ ایک دن وہ رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دُعاؤں میں سُست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔

مبارک تم جبکہ دُعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دُعا کیلئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کیلئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے۔ کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جائے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم، حیا والا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کیلئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ دُعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۶، ۲۷ طبع اوّل)

حضور ایدہ اللہ کے دورۂ جنوبی امریکہ کے بعض مناظر

حضور نے ۲۹ مئی سے ۱۷ جون ۱۹۹۱ء تک جنوبی امریکہ کے ۵ ممالک ۲۹ مئی سے ۴ جون SURINAM ، ۴ جون سے ۶ جون GUYANA ،
۶ جون سے ۱۲ جون TRINIDAD ، ۱۲ جون سے ۱۶ جون GUETEMALA اور ۱۶ جون سے ۱۷ جون ۱۹۹۱ء MEXICO کا دورہ فرمایا۔
دورہ کی چند ایک تصاویر شامل اشاعت کی جا رہی ہیں۔

گوئٹے مالا کے نائب صدر جناب DON GUSTAVO سے ملاقات
کے دوران حضور نے اپنی تصنیف "مذہب کے نام پر خون" اُن کو پیش کی

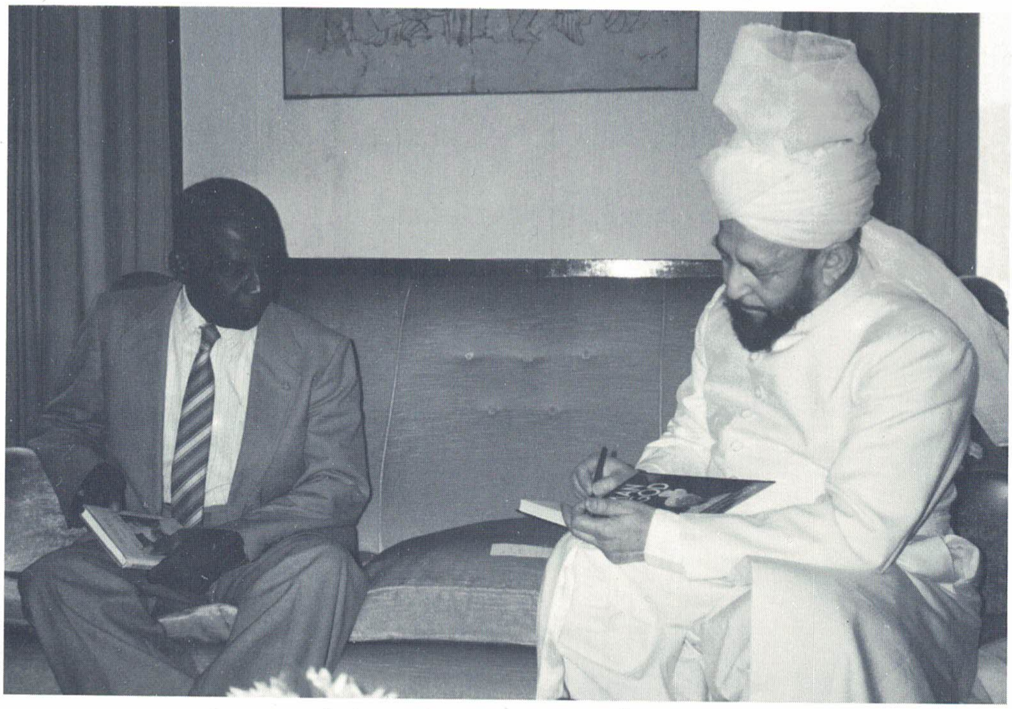

حضور گیانا کے صدر مملکت جناب HOYTE کے ہمراہ اُن کے دفتر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

صفر ۔ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ، ظہور ۔ تبوک ۱۳۷۰، اگست ستمبر ۱۹۹۱ء

جلد ۱۶ شمارہ ۷، ۸

مجلس ادارت

صدر مجلس: عبد اللہ واگس ہاؤزر
امیر جماعت احمدیہ

نگران: مسعود احمد جہلمی
مشنری انچارج

ایڈیٹر: عرفان احمد خان

نائبین:
ڈاکٹر عمران احمد خان — ڈاکٹر وسیم احمد طاہر
انس محمود منہاس — خلیق سلطان انور

خطاطی: سعید اللہ خان

پبلشر: اسمٰعیل نوری

مینیجر: فلاح الدین خان

معاون مینیجر: ندیم احمد

قیمت دو مارک

فہرست مضامین

اداریہ — ۲
ارشاداتِ عالیہ — ۳
حضور ایدہ اللہ کا اختتامی خطاب — ۵
اولیاء الرحمٰن کا بلند مرتبہ — ۱۳
راہِ مولیٰ کا ذی مرتبت کوہ وقار اسیر — ۱۵
اندھیرے اور روشن کرنیں — ۱۷
نظم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ — ۱۹
روح پرور داستانِ اسیری — ۲۰
واقعہ ساہیوال کی رپورٹ — ۲۳
نظم اسیرانِ راہِ مولیٰ — ۲۷
کیس تلونڈی موسیٰ خان — ۲۹
مقالہ خصوصی — ۳۹
خود اپنا ذوقِ اسیری ہے پاؤں کی زنجیر — ۴۵
اسیرانِ راہِ مولیٰ کے خطوط — ۵۳

اسیرانِ راہِ مولیٰ نمبر

اداریہ

راہِ مولیٰ کے خوش نصیب اسیر

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں الٰہی جماعتوں کے ایثار پیشہ و وفادار افراد کی ایک خاص صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ غلبۂ حق کی خاطر راہِ مولیٰ میں ہر دکھ اور اذیت کو برداشت کرنے حتیٰ کہ اس راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہتے ہیں اور اپنے اس عزم و ارادے میں کوئی تزلزل نہیں آنے دیتے۔ جب بھی اُنہیں مخالفینِ حق کی طرف سے خدا کی راہ میں اذیتیں دی جاتی ہیں تو وہ انہیں برداشت کرنے میں کمال صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا ایمان کمزور پڑنے کی بجائے اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس بارہ میں سیّدنا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدسی صفات صحابہ کرامؓ کے نہایت اعلیٰ وارفع نمونہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

مِنَ الْمُؤْمِنُوْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝

(الاحزاب آیت ۲۴)

ترجمہ: ان مومنوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے (موقع پیدا ہونے پر) اُس وعدہ کو جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا سچّا ثابت کر دکھایا۔ بعض تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نیّت کو پورا کر دیا (یعنی جانیں قربان کر دیں) اور بعض ایسے ہیں جو ابھی انتظار کر رہے ہیں (کہ ان کے لئے بھی موقع پیدا ہو تو وہ بھی یہی کچھ کر دکھائیں) اور انہوں نے اپنے (اس) ارادہ میں کوئی تزلزل نہیں آنے دیا۔

غلبۂ حق کی خاطر یہی نمونہ پیش کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے اِس زمانہ میں جماعت احمدیہ کو قائم کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ اس جماعت کے ایثار پیشہ و وفادار افراد اوّل دن سے ہی احیاء و غلبۂ اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرتے چلے آ رہے ہیں۔ راہِ مولیٰ میں ہر دکھ اور اذیت کو بطیبِ خاطر برداشت کرنا ان کا ایک امتیازی شعار ہے۔ بالخصوص فی زمانہ پاکستان کے وفا شعار احمدیوں نے (۱۹۷۴ء میں آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیئے جانے اور ۱۹۸۴ء میں اینٹی احمدیہ آرڈیننس ایسا ظالمانہ قانون پاس ہونے کے بعد) راہِ حق میں شہید کئے جانے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے میں جو نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے اُس نے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ مخالفینِ حق اقتدار کے نشہ میں مست ہو کر ان اذیت ناک حربوں کے ذریعے احمدیوں کو خوف زدہ کرنا اور اس طرح انہیں ایمان سے محروم کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ یہ وہ اہل اللہ ہیں جن کی سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں، انہیں وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء بھی ان کو خوف زدہ نہیں کر سکتے بلکہ ابتلاؤں کے وارد ہونے اور اذیتوں میں مبتلا کئے جانے پر ان کے ایمان اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔

یہی تو وہ قابلِ ستائش نمونہ ہے جو سراسر بے گناہ ہونے کے باوجود قید خانوں اور کال کوٹھڑیوں میں بند کئے جانے والے پابند سلاسل احمدیوں نے دکھایا ہے۔ وہ مسلسل قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے سالہا سال سے صبر و استقامت کا کمال ارفع نمونہ دکھاتے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے فی زمانہ اپنی عدیم النظیر قربانیوں کے ذریعہ تاریخ مذاہب میں ایک ایسے سنہری باب کا اضافہ کیا ہے کہ جسے پڑھ پڑھ کر آنے والی نسلیں عش عش کر اُٹھیں گی اور ان پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتی چلی جائیں گی۔

"اخبار احمدیہ" کے اس شمارہ میں ہم ایسے ہی عظیم المرتبت احمدیوں کی خدمت میں خراجِ تحسین پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم معذرت خواہ ہیں کہ ہم سینکڑوں اسیرانِ راہِ مولیٰ میں سے ایک محدود تعداد کا ہی ذکر کر پائیں گے کیونکہ پاکستان سے ہزاروں میل دور بیٹھ کر جملہ اسیرانِ راہِ مولیٰ کی قربانیوں کے احوال و کوائف جمع کرنا ہمارے لئے ممکن نہ تھا۔ اس لئے ہم جس قدر بھی ایمان افروز کوائف جمع کر سکے ہیں انہیں ایک ابتدائی کوشش کے طور پر ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔ ہمارے سر اپنے سینکڑوں اسیرانِ راہِ مولیٰ کے احترام میں فرطِ عقیدت سے جھکے ہوئے ہیں۔ ہم ان کی خدمت میں صمیم قلب سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے جان و دل سے عزیز سینکڑوں اسیر بھائیوں کی قربانیاں تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائیں گی اور ان میں سے ایک ایک پر علیحدہ علیحدہ کتابیں تصنیف ہو کر منصۂ شہود پر آئیں گی۔ ان کی قربانیاں اس قدر عظیم ہیں کہ ہم سے ہی نہیں ہماری آئندہ نسلوں سے بھی احسان مندی اور شکر گزاری کا حق پھر بھی ادا نہ ہو سکے گا۔ اُنہیں ہماری ہی نہیں آنے والی نسلوں کی دُعائیں ہمیشہ پہنچتی رہیں گی۔

ارشاداتِ عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آج ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے تم ہر طرح ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑینگی

وہ سب لوگ جو آخیر تک صبر کرینگے فتحیاب ہونگے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے

جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہوسکتے نہ مصیبت سے، نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے

خدا نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ میں آخرکار تجھے فتح دوں گا اور ہر ایک الزام سے تیری بریت ظاہر کردوں گا

"اے میرے دوستو! جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے۔ اسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے۔ ہر ایک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر ایک جو زبان یا ہاتھ سے دُکھ دے گا وہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۸۲۵ طبع اوّل)

"مبارک وہ جو خدا کی بات پر یقین رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٔ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اور وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو آخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کیساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔"

(الوصیّت)

"اے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا، کس سچّے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ضائع کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمّت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پروا نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا، کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا، کبھی نہیں کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ۔ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ ہوں اور وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اُس کی عزّت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اُس کے دین کی عظمت ظاہر ہو، اُس کا جلال چمکے اور اُس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اُس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دُکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پُشتِ من　　آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُرخار بادیہ

درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سبّ و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے۔ اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں، کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے، کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جُدا ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں ہو سکتے مگر اس کے فضل اور رحمت سے۔

(انوار الاسلام طبع اوّل صـ ۲۱،۲۲)

"جو خاتمہ امر پر مقدر ہو چکا ہے وہ یہی ہے کہ بار بار کے الہامات اور مکاشفات سے جو ہزارہا تک پہنچ گئے ہیں اور آفتاب کی طرح روشن ہیں خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ میں آخرکار تجھے فتح دوں گا اور ہر ایک الزام سے تیری بریت ظاہر کر دوں گا اور تجھے غلبہ ہوگا اور تیری جماعت قیامت تک اپنے مخالفوں پر غالب رہے گی۔ اور فرمایا کہ میں زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کر دوں گا۔ اور یاد رہے کہ یہ الہامات اس واسطے نہیں لکھے گئے کہ ابھی کوئی ان کو قبول کر لے بلکہ اس واسطے کہ ہر ایک چیز کے لئے ایک موسم اور وقت ہے۔ پس جب ان الہامات کے ظہور کا وقت آئے گا اُس وقت یہ تحریر مستعد دلوں کے لئے زیادہ تر ایمان اور تسلّی اور یقین کا موجب ہوگی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ"

(انوار الاسلام طبع اوّل صـ ۵۲)

عشق کی کرشمہ سازیاں

عشق است کز یں دام بیک دم برہاند

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

کس بہر کسے سر ندہد جاں نفشاند
کوئی کسی کے لئے سر نہیں کٹواتا نہ جان قربان کرتا ہے

عشق است کہ ایں کار بصد صدق کُناند
عشق ہی ہے جو یہ کام بڑی وفاداری سے کروا دیتا ہے

عشق است کہ در آتش سوزاں بنشاند
عشق ہی ہے جو بھڑکتی آگ میں بٹھا دیتا ہے

عشق است کہ بر خاکِ مذلّت غلطاند
عشق ہی ہے جو ذلت کی خاک پر لٹا دیتا ہے

بے عشق دلے پاک شود من نہ پذیرم
میں نہیں مان سکتا کہ بغیر عشق کے دل پاک ہو سکتا ہے

عشق است کز یں دام بیک دم برہاند
عشق ہی ہے جو یکدم قید سے رہائی دلا دیتا ہے

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴)

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے بارہویں سالانہ اجتماع سے

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز اختتامی خطاب

پہلے اپنے وجود میں ایک ناصح پیدا کریں اور دوسروں پر تنقید کرنے کی بجائے خود اپنے آپ پر تنقید کرنا سیکھیں

جو شخص اپنی ذات میں ڈوب کر خود احتسابی کا طویل سفر اختیار کرتا ہے وہ قربِ الٰہی کی منزل کو پا لیتا ہے

اصلاحِ نفس اور پاک تبدیلی کیلئے بیرونی نصیحت کی آواز کا دل کی آواز سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے

اسلام کی عملی تصویر اپنے وجودوں میں پیش کر کے ثابت کریں کہ آپ جرمنی میں اسلام کے حقیقی سفیر ہیں

پیشتر اس کے کہ مغرب کی تقدیر بدلنے اور یہاں کے گھروں کو جنّت بنانے کا سوچیں خود اپنے گھروں کو جنّت نشان بنائیں

فرمودہ ۱۲ مئی ۱۹۹۱ء مطابق ۱۲ ہجرت ۱۳۷۰ ہجری شمسی بمقام ناصر باغ، گروس گیراؤ

مرتبہ مکرم سلیم احمد شاہد صاحب آف باڈ نائی ناخ

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

ہر پہلو سے بہت کامیاب اجتماع

مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ وہ اپنا یہ سالانہ اجتماع بڑے اہتمام کے ساتھ منعقد کرے۔ جہاں تک میں نے نظر ڈالی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہر پہلو سے یہ اجتماع بہت کامیاب ہے۔ اس اجتماع کی خصوصی حیثیت یہ ہے کہ مغربی جرمنی کا اجتماع، اب جرمنی کا اجتماع بن چکا ہے۔ اس سے پہلے جتنے اجتماعات ہوا کرتے تھے وہ مغربی جرمنی کے اجتماع کہلاتے تھے اور اب یہ اجتماع وسیع تر جرمنی کا اجتماع ہے۔ اسی طرح اس اجتماع کو ایک اور خصوصیت بھی حاصل ہے جس کا تعلق نظامِ صدارت میں تبدیلی سے ہے۔ اس کی وجہ سے مجلس جرمنی کو پاکستان کی معرفت مجھ سے رابطہ رکھنے کی بجائے اب براہ راست رابطے کا وسیلہ مل گیا ہے اور براہِ راست رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ اب صدر مجلس جرمنی کو کسی دوسرے واسطے سے مجھ تک پہنچنے کی ضرورت نہیں رہی، بلکہ جس طرح پہلے پاکستان کے خدام الاحمدیہ کے صدر خلیفۂ وقت سے براہ راست تعلق رکھا کرتے تھے ویسے ہی دوسرے تمام ملکوں کی طرح جرمنی کو بھی یہ موقع پہلی بار ملا ہے اور اس عرصے میں مَیں نے محسوس کیا ہے کہ ہر پہلو سے خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کی طرف قدم ہے۔ سو صدر صاحب مجلس جرمنی کی صدارت میں اس نئی حیثیت سے یہ پہلا اجتماع تھا اور اُن کے لئے ایک بہت بڑے چیلنج کی حیثیت رکھتا تھا لیکن انہوں نے بڑی عمدگی سے اس کام کو نبھایا اور اُن کے ساتھ خدام کی بہت سی ٹیموں نے اتنی محبت اور خلوص اور اطاعت کے جذبے کے ساتھ کام کیا ہے کہ جب میں نے انتظامات کا جائزہ لیا تو مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر انتظام بہت عمدہ دکھائی دیا اور کسی جگہ میں نے کوئی ایسا نقص نہیں دیکھا کہ جس کی طرف میں انگلی اٹھا کر ان کو متوجہ کر سکتا۔ اس پس منظر میں مجھے یقین ہے کہ اس سارے انتظام و انصرام میں دعائیں ضرور کارفرما رہی ہوں گی کیونکہ میرا عمر بھر کا تجربہ یہی ہے کہ ہر وہ انتظام ناکام اور نامراد رہتا ہے جس سے پہلے اور جس کے دوران اللہ تعالیٰ سے دعائیں نہ مانگی گئی ہوں۔ دعائیں عجز اور انکساری کو چاہتی ہیں اور جہاں تک میرا تجربہ اور علم ہے آپ کے صدر مجلس بھی اور مجلس عاملہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اور اسی طرح دیگر مجالس عاملہ بھی، عجز اور انکساری اور دعاؤں کے ساتھ خدمت دین میں مصروف ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے کاموں میں بھی بہت برکت ڈالی ہے اور یہ اجتماع خدا کے فضل کے ساتھ ایک مثالی اجتماع بنا ہے۔

جہاں تک انتظامات کا تعلق ہے وہ تو انشاء اللہ بہتر سے بہتر ہوتے رہیں گے کیونکہ کمال کا کوئی ایسا تصور دنیا میں نہیں ہے کہ جو ہر پہلو سے کسی چیز کو اس طرح کامل کر کے دکھائے کہ اس کے بعد اگلی منزل دکھائی نہ دے۔ یہ کمال صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاصل ہے، اُس کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں۔ اس لئے جب میں یہ کہتا ہوں کہ انتظامات ہر پہلو سے عمدہ اور اچھے تھے تو یہ ایک نسبتی تعریف ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہ لیجیے کہ ترقی کی راہیں بند ہو گئیں، جو سفر آپ نے کرنے تھے کر لئے اور اب اس سے آگے کی طرف کوئی قدم نہیں اٹھایا جا سکتا۔ جب میں نے جائزہ لیا تو زیادہ تر میرے ذہن میں از خود ایک موازنہ گزشتہ سال کے ساتھ ہوتا چلا جا رہا تھا اور اس پہلو سے مجھے اطمینان ہوتا چلا گیا کہ پہلے کی نسبت خدا کے فضل سے ہر انتظام بہتر ہے۔ لیکن آئندہ کسی مقام پر رُک جانا مومن کی شان نہیں۔ بلکہ بہتر سے بہتر کرنے کی ہمیشہ گنجائش رہے گی اور میں یہ امید رکھتا ہوں کہ آپ کا بھی اور دیگر ذیلی تنظیموں کا بھی اور جماعت کا بھی بالعموم قدم ہمیشہ آگے کی طرف بڑھتا رہے گا۔ اس اجتماع میں عددی رونق بھی بہت ہے اور اس پہلو سے بہت سے دوستوں نے مجھے مبارکباد دی کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ پنڈال جو کبھی ساری جرمنی کی جماعت کے جلسے پر بھی پوری طرح بھرا نہیں کرتا تھا اب خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں ہی یہ پنڈال خدا کے فضل سے پوری طرح بھر چکا ہے اور بہت رونق ہے۔

ظاہری کے ساتھ اندرونی برکت کا ہونا بھی ضروری ہے

اس رونق پر مجھے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا دعائیہ شعر یاد آیا کہ

اِک سے ہزار ہوویں   بابرگ و بار ہوویں

اور اس شعر کے یاد آنے سے ایک اور مضمون مجھے سجھائی دیا اور وہ یہ تھا کہ عام طور پر دنیا عددی اکثریت پر نازاں ہو جاتی ہے اور مطمئن ہو جاتی ہے۔ لیکن ایک عارف باللہ میں اور ایک عام انسان کے معیار میں دیکھیں کتنا فرق ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ کہہ کر خاموش نہیں ہو گئے کہ

اِک سے ہزار ہوویں   بابرگ و بار ہوویں

بلکہ معاً اس سے زیادہ طاقت اور قوت کے ساتھ یہ التجا کی

مولیٰ کے یار ہوویں   حق پر نثار ہوویں

پس اُن اک سے ہزار ہونے والوں کا کیا فائدہ جو مولیٰ کے یار ہونے کی بجائے شیطان کے یار بنتے چلے جائیں اور حق پر نثار ہونے کی بجائے باطل پر نثار ہونے لگیں۔ پس یہ دوسرا پہلو جو ہے اس کو آپ کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے عددی اکثریت کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اس کے کوئی معنے نہیں ہیں۔ بسا اوقات خبیث اور باطل کو حق اور پاکیزگی کے مقابل پر اکثریت حاصل ہوتی ہے اس لئے اکثریت وہ قدر کے لائق ہے اور وہی اکثریت ناز کے لائق ہے جس اکثریت کے ساتھ تقویٰ کی زینت موجود ہو اگر خدا کا خوف، خدا کی محبت دل میں نہ ہو اور بنی نوع انسان کے لئے سچا پیار انسان کے دل میں نہ ہو تو ایسی عددی اکثریت رحمت کی بجائے دنیا کے لئے لعنت بن جایا کرتی ہے۔

پس جہاں اللہ تعالیٰ نے جرمنی کی جماعت کو برکت دی ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے جرمنی کی ذیلی مجالس کو برکت دی ہے یعنی عددی برکت دی ہے وہاں ہم پر بہت ہی زیادہ پہلے سے بڑھ کر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اپنے دلوں کا جائزہ لیں، اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ اس ظاہری برکت کے ساتھ کیا ہمیں باطنی اور اندرونی برکت بھی نصیب ہو رہی ہے یا نہیں۔ کیا اس اضافہ کے ساتھ، جو نفوس کا اضافہ ہے کیا ہمارے ایمان میں بھی اضافہ ہو رہا ہے کہ نہیں، ہمارے خلوص میں بھی اضافہ ہو رہا ہے کہ نہیں اور ہمارے نیک اعمال میں بھی اضافہ ہو رہا ہے کہ نہیں۔ اگر یہ سب بڑھ رہے ہیں اور نشو و نما پا رہے ہیں تو پھر یہ عددی اضافہ اور تعداد کا بڑھتے چلے جانا اللہ تعالیٰ کا یقیناً ایک فضل ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ایک پُرعظمت و پُرحکمت دُعا

انہی معنوں میں حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی یہ تمنا تھی کہ قیامت کے دن میں یہ دیکھوں کہ میری امت تمام دوسرے انبیاء کی اُمّت سے بڑھ کر ہے لیکن آپ ﷺ کی اس تمنا میں ہرگز محض عددی اکثریت پیشِ نظر نہ تھی۔ بلکہ متقیوں کے بڑھنے کا مضمون آپ ﷺ کے سامنے تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک دعا سکھائی تھی جس کا قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے وہ دعا یہ ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ
وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝   (سورۃ الفرقان آیت ۷۵)

کہ اے اللہ ہمیں اپنے ازواج کے ساتھ اور اپنے اہل و عیال کیساتھ ایسا تعلق عطا فرما اور ان کو ایسی نشو و نما عطا فرما کہ وہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائیں لیکن یہ آنکھوں کی ٹھنڈک تب نصیب ہوگی جب اس دعا کا دوسرا حصّہ پورا ہوگا جو یہ ہے وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ط کہ ہمیں متقیوں کا امام بنانا، فاسقوں اور فاجروں کا امام نہ بنانا۔ پس یہ دُعا جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دل کی تمنا تھی جسے کلام الٰہی نے ایک دعا کا رنگ دیا اور تمام امت کے فائدے کے لئے قرآن میں اس دعا کو محفوظ فرمایا۔ اس دعا میں یہ پہلو خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ واحد کے صیغہ میں یہ دعا نہیں سکھائی گئی بلکہ جمع کے صیغہ میں سکھائی گئی ہے جیسا کہ دعا کے الفاظ سے ظاہر ہے

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ
وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝

اور اُمّت محمدیہ کو نصیحت فرما دی گئی کہ ساری اُمّت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ اس دعا میں شریک ہو جائے کہ اے خدا ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ اس میں گہرا نکتہ یہ ہے کہ اگرچہ دیگر انبیاء بھی متقیوں کے امام تھے مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اپنی امت کی اس دعا کے نتیجے میں متقیوں کے اماموں کے امام بن گئے۔

آپ کی اُمّت کے ہر فرد سے صرف یہی توقع نہیں کی گئی کہ وہ متقی ہو جائے بلکہ اس سے توقع یہ رکھی گئی ہے کہ وہ متقیوں کا امام بنے۔ پس حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا عظیم مرتبہ محض یہ نہیں کہ آپ متقیوں کے امام ہیں بلکہ متقیوں کے ائمہ کے امام ہیں اور احمدی ہونے کی حیثیت میں آپ کو اس دعا کی مقبولیت کا نشان بننا ہوگا۔ اس دعا کی مقبولیت کا آپ کو دنیا میں ایک جیتا جاگتا ثبوت مہیا کرنا ہوگا۔ اگر آپ متقی بھی نہ ہوں کجا یہ کہ آپ متقیوں کے امام ہوں تو کیسے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اس دعا کی مقبولیت کا آپ نشان بن سکتے ہیں ؟

متقیوں کا امام بننے کے لئے پہلی شرط

اگرچہ امت محمدیہ میں ہمیشہ سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے اور ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے جو متقیوں کے امام تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے غلام تھے لیکن آج اس تاریخی کہانی کو ہمیں دُہرانا ہے، اپنی زندگیوں میں دُہرانا ہے، اپنے اعمال میں دُہرانا ہے۔ سب سے زیادہ آج مغربی دنیا میں بسنے والے احمدیوں کو اس بات کی ضرورت ہے اور یہ اُن کا فرض بھی ہے کہ وہ اس دنیا میں متقیوں کے امام بن کر دکھائیں۔ اس مضمون میں بہت وسعت ہے۔ بہت ہی گہرا مضمون ہے یہ۔ کئی طریق سے انسان متقیوں کا امام بن سکتا ہے۔ سب سے پہلی شرط تو یہ ہے کہ اس کے تقوٰی کا معیار بلند ہو کیونکہ جب تک وہ اتنے اعلیٰ درجہ کے تقوٰی پر قائم نہ ہو کہ وہ متقیوں میں سے امام چُنے جانے کے لائق ہو اس وقت تک وہ متقیوں کا امام بن نہیں سکتا۔ ایک انسان ادنیٰ التقوٰی کے تقاضے بھی پورے نہ کرتا ہو اسے متقی بھی شمار نہیں کیا جا سکتا ہو۔ وہ متقیوں کا امام کیسے کہلائے گا۔ پس سب سے پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے تقوٰی کا معیار بلند کرے اور دیگر باتوں کے علاوہ اس بات پر نظر رکھے کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ہمیشہ خدا سے اپنی امّت کو متقیوں کا امام بنانے کی دُعا کی اور اُمّت کو یہی دُعا سکھائی کہ تم بھی میرے ساتھ مل کر ہمیشہ یہ دُعا کرتے رہو۔ پس آپ نے اگر ان دُعاؤں کا ثمرہ بننا ہے تو متقیوں کا امام بننے کے لئے پہلا قدم تو بہرحال اٹھانا ہوگا کیونکہ اگر آپ خود متقی نہیں تو متقیوں کے امام بھی نہیں بن سکتے۔

اس پہلو سے مجلس خدام الاحمدیہ کی تنظیم بھی کوشاں ہے اور بہت محنت کر رہی ہے کہ جس حد تک ممکن ہو سکے اس ملک میں بسنے والے نوجوانوں کے تقوٰی کا معیار بلند تر کرے۔ لیکن امر واقعہ یہی ہے کہ جب تک ہر انسان خود اپنا نگران نہ بن جائے اس وقت تک بیرونی کوششیں کوئی خاص فائدہ نہیں دیا کرتیں۔ بلکہ بسا اوقات اس سے ردِّ عمل بھی پیدا ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ نصیحت کرنے والوں سے لوگ بھاگنے لگتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ نصیحت کرنے والوں سے لوگ نفرت بھی کرنے لگتے ہیں، ان سے مقابلے کرتے ہیں ان کے خلاف باغیانہ رویہ اختیار کرتے ہیں، اُن کے بارہ میں طعن و تشنیع سے کام لیتے ہیں۔ ظاہر ہے جو شخص ایسا کرے وہ تقوٰی کے ادنیٰ معیار پر بھی قائم نہیں۔

بعض لوگوں کی ایک تکلیف دہ عادت

مجھے افسوس ہے کہ یہاں بھی بعض ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو جماعت کے عہدیداروں سے ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ ان کے طرح طرح کے نام انہوں نے رکھے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ مجلس عاملہ کے عہدیداروں کے بھی نام رکھے ہوئے ہیں اور اس نام سے اُن کو مذاق کے طور پر مخاطب کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے بعضوں کے علم میں یہ بات نہ ہو۔ مگر چونکہ بحیثیت امام جماعت احمدیہ میرا آپ میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ذاتی تعلق ہے اور اپنے خطوں میں، اپنی زبانی گفتگو میں بسا اوقات بے تکلّفی کے ساتھ احمدی مرد، عورتیں اور بچّے مجھ سے ایسی باتیں بیان کرتے چلے جاتے ہیں جو ان کے نقطۂ نگاہ سے کسی وسیع منظر کا محض ایک چھوٹا سا پہلو ہوتا ہے۔ مگر چونکہ ہر طرف سے اس منظر کی تعمیر میں لوگ حصّہ لے رہے ہوتے ہیں اس لئے ایک ایسی تصویر بن رہی ہوتی ہے جس میں ایک برش کام نہیں کر رہا ہوتا بلکہ مختلف برش کام کر رہے ہوتے ہیں۔ بچّوں کا ہاتھ بھی بیچ میں شامل ہوتا ہے، عورتوں کا بھی شامل ہوتا ہے، انصار اور خدام کا بھی شامل ہوتا ہے۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ کوئی نہ کوئی رنگ بھرتے چلے جاتے ہیں، کوئی نہ کوئی نقشہ ابھارتے چلے جاتے ہیں۔ پھر مجھے صرف جرمنی کی ہی تصویر دکھائی نہیں دیتی بلکہ انگلستان کی تصویر بھی دکھائی دینے لگتی ہے، امریکہ کی تصویر بھی دکھائی دینے لگتی ہے، فجی کی تصویر بھی دکھائی دینے لگتی ہے، توالُو کی تصویر بھی دکھائی دینے لگتی ہے۔ ساری دنیا کا ایک ایسا نقشہ میرے سامنے ہر روز اُبھرتا ہے جس کے نقوش متحرک ہیں، ٹھہرے ہوئے نقوش نہیں ہیں۔ ان میں ضرور کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، کوئی نہ کوئی تبدیلی ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ نقوش اسی قسم کی رپورٹوں سے بنتے ہیں جو بالارادہ کسی کو بدنام کرنے کی خاطر نہیں کی جاتیں۔ چونکہ بعض رپورٹیں بالعموم بے معنی ہوتی ہیں، تعصّب سے بھی خالی نہیں ہوتیں اور ان میں بسا اوقات مبالغے کا پہلو بھی شامل ہو جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ عمداً جھوٹ بھی بولا جاتا ہے، لیکن میں ایسی رپورٹوں کی بات نہیں کر رہا۔ ایسی رپورٹیں میں کبھی بھی محبت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ میں تو اُن رپورٹوں کی قدر کرتا ہوں جو بے تکلفی میں، اپنا قریبی سمجھتے ہوئے لوگ مجھے لکھتے ہیں اور بے تکلفی سے کوئی بات اس خیال سے بیان کر دیتے ہیں کہ بہتر ہے کہ میرے علم میں یہ بات بھی آجائے۔ یہاں تک کہ گھروں میں ہونے والے واقعات بھی بچّے اور بچّیاں اس طرح لکھ دیتے ہیں کہ جس طرح وہ شاید اپنے ماں باپ سے بھی وہ بات نہ کر سکیں۔ بعض لکھتے ہیں کہ میں جو آپ سے باتیں کر رہا ہوں یا کر رہی ہوں یہ ایسی باتیں ہیں جو میں نے سوچا ہے کہ اگر میں اپنے ماں باپ سے کرنا چاہوں تو نہیں کر سکتا یا نہیں کر سکتی کیونکہ مجھے اُن سے شرم سی محسوس ہوتی ہے، لیکن آپ کے ادب کے باوجود خدا نے ایک ایسا گہرا تعلق قائم کر دیا ہے کہ میں آپ سے کوئی بات چھپا نہیں سکتا یا چھپا نہیں سکتی۔ جماعت احمدیہ اور خلافت کے درمیان یہ جو تعلق ہے یہ ساری دنیا میں کسی امام اور اس کے متبعین کے درمیان نہیں ہے اور یہ تعلق اس لئے مجھے پیارا ہے کہ یہ تقوٰی کا تعلق ہے اور اس میں کوئی دنیوی خواہش کارفرما نہیں، اس میں اور کوئی ایسی تمنا شامل نہیں جس میں اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے کوئی تجویز سوچی گئی ہو، کوئی سکیم بنائی گئی ہو، بلکہ بے تکلف دل کے پیار کی باتیں ہیں جو ایسے شخص سے کی جا رہی ہیں جس سے ایک طبعی روحانی تعلق قائم ہو چکا ہے اور جس پر اعتماد ہے کہ وہ ان باتوں کو ایسا ہی سمجھے گا جیسے یہ خود اس کے دل کی باتیں ہوں، ان سے کوئی غلط فائدہ نہیں اٹھا سکتا، ان کا غلط استعمال نہیں کر سکتا۔ کامل اعتماد محض تقوٰی کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے اس کے سوا یہ ممکن نہیں اس لئے جب میں یہ کہتا ہوں کہ دنیا کی کسی تنظیم میں اس کی کوئی مثال نہیں تو یہ کوئی تعلّی نہیں بلکہ امر واقعہ ہے ایک ایسی حقیقت ہے جس کا بیان اس لئے ضروری ہے کہ آپ کو اپنی قدر و قیمت کا احساس ہو۔

تکلیف دہ عادت کی وجوہات کا تجزیہ

پس ایسی ہی تصویریں بنتی ہیں اور ایسی ہی تصویریں بنانے والے ایک برش نے جرمنی کی جماعت میں ایک ایسا بھی نقش بنایا جس کو دیکھ کر مجھے تکلیف ہوئی اور یہ وہی نقش ہے جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے کہ یہاں بعض لوگوں میں عادت ہے کہ اپنے عہدیداروں کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو تخفیف کے الفاظ ہیں۔ چنانچہ میں نے اس مضمون پر غور کیا اور سوچا کہ اس کی کیا وجوہات ہو سکتی ہیں۔ چند وجوہات جو میرے سامنے آئی ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھتا

ہوں تاکہ اگر میرا تجزیہ درست ہے تو آپ کو اپنے ان اعمال کی اصلاح میں مدد ملے۔ جب تک بیماری کی تشخیص نہ ہو اس وقت تک انسان مرض کا صحیح علاج نہیں کر سکتا۔ پس جو تشخیص میں نے سمجھی میں اس میں آج آپ کو شریک کرنا چاہتا ہوں بہت ٹھنڈے دل سے بغیر کسی غصّے کے ایک دلی درد کے ساتھ تاکہ ہو سکتا ہے کہ کسی دل میں یہ بات اتر جائے اور کوئی پاک تبدیلی کسی دل میں پیدا ہو اور ہم ایک قدم اور آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اس دعا کا مصداق بننے کے لئے آگے بڑھائیں کہ

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ؕ

اے ہمارے آقا۔ اے ہمارے رب! ہمیں محض متقی ہی نہیں بلکہ متقیوں کا امام بنانا۔

وہ تجزیہ میرا یہ تھا یا ہے کہ یہاں بہت سے آنے والے پاکستان کے ایسے دیہات و قصبات سے اور بعض ایسے شہروں سے تشریف لائے ہیں جن کو وہاں نظام جماعت کا کوئی خاص تجربہ نہیں ہے۔ انہوں نے دنیاداریوں کے عہدے دیکھے ہوئے ہیں، انہوں نے لوکل کونسل کے انتخابات دیکھے ہوئے ہیں، انتخابی مقابلے دیکھے ہوئے ہیں اور عہدوں کو وہ اسی نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں۔ بے لوث خدمت دین کا ان کو زیادہ تجربہ نہیں ہے۔ ایسے لوگ یہاں تشریف لائے۔ یہاں آنے کے بعد ان میں پاک تبدیلیاں پیدا ہوئیں، کچھ ذمہ داریاں ان کے کندھوں پر ڈالی گئیں جن کو ادا کرنے کا ان کو پہلے سے کوئی خاص سلیقہ نہیں تھا باقاعدہ کوئی تربیت انہیں نہیں دی گئی تھی۔ کچھ انہوں نے غلطیاں کیں کیونکہ ان کو پتہ نہیں کہ ان کے عہدے کے معنے کیا ہیں، ان کو کس طرح اس عہدے کے فرائض کو نبھانا چاہیئے، کس طرح اس کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔ بعضوں نے ممکن ہے اپنے ساتھیوں سے اس رنگ میں بھی سلوک کیا ہو جیسے ان کو بہت بڑی فضیلت حاصل ہو چکی ہے اور وہ اب حکم چلا سکتے ہیں اور اس حکم چلانے کے نتیجے میں انہوں نے یہ خیال نہ کیا ہو کہ یہ میرے بھائی ہیں اور یہ بات بھول گئے ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداری کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ وہ قوم کا خادم ہو جیسا کہ فرمایا

سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ

پس اگر اُن کو یہ پتہ نہ ہو کہ وہ حقیقت میں سیّد نہیں چُنے گئے ہیں بلکہ خادم چُنے گئے ہیں اور اگر وہ خادم کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیں گے تو اللہ کی تقدیر انہیں سیّد لکھے گی۔ پس جہاں تک ان کی اپنی تحریر کا تعلق ہے انہیں اپنے آپ کو خادم ہی لکھنا پڑے گا۔ پھر جس طرح نیگیٹو (NEGETIVE) سے پازیٹو (POSITIVE) بنایا جاتا ہے خدا کی تقدیر اس سچے اور مخلص خادم کو آسمان پر سیّد لکھتی ہے اور وہ خدا کی نظر میں اس لائق ٹھہرتا ہے کہ وہ قوموں کا سردار بنایا جائے۔

لمبے تجربہ کی بناء پر لگایا جانیوالا اندازہ

مجھے تفصیلی حالات کا تو علم نہیں لیکن جیسا کہ میں پاکستان کے حالات کا کسی حد تک واقف ہوں میں نے وہاں بہت دورے کئے ہیں، تانگوں پر بھی، سائیکلوں پر بھی اپنی ٹانگوں پر بھی، بسوں پر بھی، پیدل بھی اور اپنی ایک پرانی کار پر بھی۔ غرضیکہ ہر طرح کے سفر کے مجھے تجارب ہیں اور میں سمجھتا ہوں بہت کم آدمیوں نے، سوائے انسپکٹران بیت المال کے، اتنا سفر کیا ہو گا۔ لیکن انسپکٹران بیت المال کے سفر تو بعض مخصوص علاقوں تک محدود رہتے ہیں۔ میں نے مشرق کا بھی سفر کیا، مغرب کا بھی، شمال کا بھی، جنوب کا بھی، گرمیوں میں بھی، سردیوں میں بھی، خشک موسم میں بھی، بارش میں بھی، خدام الاحمدیہ کی حیثیت میں بھی، وقف جدید کی حیثیت سے بھی، انصار کی حیثیت سے بھی، اس لئے میں تفصیل سے جماعت کا شناسا ہوں۔ جماعت مجھے جانتی ہے میں جماعت کو جانتا ہوں۔ لوگوں کے گھروں تک پہنچا ہوں اور یوں لگتا ہے ایک بڑے خاندان کا میں ایک فرد ہوں۔ اس لئے جب میں آپ سے یہ باتیں کرتا ہوں تو اگرچہ یہاں کے حالات کے متعلق یہ میرے اندازے ہیں لیکن ان اندازوں کی ایک بنیاد ہے۔ یہ ظن نہیں ہے بلکہ ایسے اندازے ہیں جن کے پیچھے ایک لمبے تجربے کا پس منظر ہے۔ پس مجھے علم ہے کہ کن کن علاقوں میں احمدی بستے ہیں کس حد تک وہاں تربیت کی کمی ہے۔ بعض ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو عہدہ پہلی دفعہ پانے کے بعد اپنے رویے کو ایسا بنا لیں جس کے نتیجے میں ردّ عمل پیدا ہو۔ لیکن اکثر صورتوں میں ایسا نہیں ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ من حیث الجماعت، جماعت کا مزاج عاجزانہ ہے اور اخلاص سے گوندھا ہوا ہے۔ چنانچہ کثرت سے مجھے ایسے عہدیداران کے خط ملتے ہیں جنہیں پہلی مرتبہ زندگی میں کسی عہدے پر منتخب کیا گیا ہو اور وہ مجھے لکھتے ہیں کہ ہمیں تو کچھ آتا ہی نہیں، ساری عمر اسی طرح گزاری، اب یہ ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ہمارے کندھوں پر ڈالی ہے ہم بہت ڈرتے ہیں، ہم خدا کا بہت خوف رکھتے ہیں ہمارے لئے دعا کریں کیونکہ دعاؤں کی مدد کے بغیر ہم اس فریضے کو ادا نہیں کر سکتے۔ پس جن کا مزاج ایسا ہو ان کے متعلق یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اُس فریق میں شامل ہوں جن کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔ وہ فریق موجود تو ہے لیکن تھوڑا ہے۔ ورنہ اکثریت ایسی ہے جو سادہ لوگ ہیں، لاعلمی سے غلطیاں کرتے ہوں گے لیکن عمداً وہ کسی جگہ بھی تحکم سے کام نہیں لیتے۔ پھر ان کو کیوں اعتراض کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ صرف ان کو اعتراض کا نشانہ نہیں بنایا جاتا جو غلطیاں کرتے ہیں بلکہ ان کو بھی اعتراض کا نشانہ بنایا جاتا ہے جو غلطیاں نہیں کرتے۔ اس کی وجوہات کئی ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جن کو محرومی کا احساس ہو جو یہ سمجھتے ہوں کہ فلاں شخص کو تو ہم پر افسر چُن لیا گیا ہے اور ہمیں کوئی عہدہ نہیں دیا گیا۔ ان لوگوں کے دل میں ایک قسم کا حسد پایا جاتا ہے، وہ اس بات پر خوش نہیں ہوتے کہ ہمارے اوپر کسی اور کو افسر بنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس احساس محرومی کی وجہ سے وہ اپنا بدلہ تلخ کلامی کے ذریعہ لیتے ہیں اور یہ صورتحال بہت حد تک ایک مخفی شکل میں موجود رہتی ہے۔ لیکن سطح پر اس وقت ابھرتی ہے جبکہ انتظامی معاملات میں بعض لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنا پڑتی ہے۔ کسی شخص سے جماعت کے وقار کے خلاف بات سرزد ہوئی اور نظام جماعت کا یہ تقاضا ہے کہ امیر جماعت یا مرکز، عہدیداروں کی وساطت سے ان معاملات کی تحقیق کریں جو مناسب معلوم نہیں ہوتے اور یہی عہدیداران تحقیق کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں پس خواہ وہ نیک مزاج ہوں یا ان کے اندر کسی قسم کی رعونت پائی جاتی ہو جب بھی وہ کسی معاملے کی تحقیق پر مقرر ہوتے ہیں تو اچانک ان کے خلاف بعض جذبات بھڑک اٹھتے ہیں اس وقت ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے کہ اس کو آتا ہی کچھ نہیں۔ بعض لوگ لکھتے ہیں کہ یہ کیسا عہدیدار ہے اس کو تو صحیح طور پر نماز بھی پڑھانی نہیں آتی، فلاں کمزوری ہے۔ لیکن کمزوریاں اس وقت یاد آتی ہیں جب وہ عہدیداران کے اوپر حَکَم عَدل بن کر بیٹھتے ہیں یا تحقیق کی ذمہ داری ان کے سپرد کی جاتی ہے اور اس امر کو بعض لوگ پسند نہیں کرتے۔

بعض خاندانوں میں بنیادی تربیت کی کمی

پھر ایک اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بہت سے ایسے خاندان ہیں جن میں بنیادی طور پر تربیت کی بہت کمی ہے۔ ایسے خاندان ہیں جن میں لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں، خواتین بھی ایک دوسرے سے لڑتی ہیں اور مرد بھی ایک دوسرے سے لڑتے ہیں یہاں تک کہ بعض خاندان ایسے ہیں جہاں مرد اور عورتیں مل کر غیبت کی مجالس لگاتے ہیں۔ ہمارے ملک کی ایک لعنت "شریکے" بھی ہیں جہاں تک "شریکوں" کا تعلق ہے خاص طور پر پنجاب دنیا بھر میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ جیسے "شریکے" پنجابی زمینداروں میں پائے جاتے ہیں دنیا بھر کے پردے پر کہیں دکھائی نہیں دیں گے۔ بعض لوگ وہ "شریکے" وہاں سے اٹھا کر یہاں لے آئے ہیں اور ان کی یہاں چاکیاں لگا رہے ہیں۔ زمینداروں کو چاکی لگانی تو بڑی اچھی طرح آتی ہے لیکن جن کی یہ چاکیاں لگا رہے ہیں یہ لعنتی پودے ہیں یہاں ان کی چاکیاں کیوں اٹھا کے لے آئے ہیں۔ ان ملکوں میں آئے تھے تو اچھے اچھے پودوں کی خوبصورت پھولدار پودوں کی پھلدار پودوں کی چاکیاں اٹھا کر لاتے۔ اس ملک کو بھی زینت بخشتے اور آپ بھی اس نیکی کا فیض پاتے۔ وہاں کی بدیاں تو اس لائق تھیں کہ انہیں وہیں چھوڑ آتے، وہیں دفن کر کے آتے۔ شکوے تو یہ ہیں کہ ہماری قوم نے ہم سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ شکوے تو یہ ہیں کہ ہماری قوم نے ہم سے ناانصافی کا سلوک اور ظلم کا برتاؤ کیا اور شکوے تو یہ ہیں کہ ہم وہاں کی بعض بدیوں سے تنگ آ کر بھاگے ہیں تو کیا اس بھاگنے کے وقت آپ کو یہ یاد نہیں تھا کہ کس چیز سے بھاگ رہے ہیں اور کیا یہ آپ کو خیال نہیں آیا کہ وہی بدیاں آپ کی گٹھڑیوں میں بھی بند ہیں۔ اگر بدیوں سے بھاگے تھے تو کیا بدیوں کی گٹھڑیاں ہی اٹھا کر بھاگنا تھا۔

دیکھیں دنیا میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کا بعض قومیں خیال رکھتی ہیں کہ باہر سے ان کے ملک میں داخل نہ ہوں لیکن وہ نظر آنے والی باتیں ہیں جن کو وہ روک سکتی ہیں۔ جب میں آسٹریلیا گیا تو وہاں خاص اس نقطۂ نگاہ سے سب مسافروں کی تلاشی لی گئی کہ کوئی باہر کا پودا تو نہیں لے آئے جس میں کوئی ایسی بیماری ہو جس کے نتیجے میں ہمارے ملک کے پودوں اور نباتات پر بھی برا اثر پڑے، کوئی پکی ہوئی کھانے کی چیز تو ایسی نہیں جس میں ایسی پھپھوندی آگئی ہو جس کے نتیجے میں ایک نئی قسم کی پھپھوندی ہمارے ملک میں داخل ہو جائے۔ اسی قسم کی کچھ پابندیاں امریکہ میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن یہ وہ چیزیں ہیں جو نظر آتی ہیں اور جہاں تک ان لوگوں کی طاقت ہے وہ ان کو روک سکتے ہیں۔ مگر روحانی بدیاں اور اخلاقی بدیاں دوسروں کو دکھائی نہیں دیتیں۔ متقی وہ ہوتا ہے جو اپنی بدیوں کو خود اپنی نظر سے دیکھتا ہے۔ پس اگر آپ متقی ہوں اور تقویٰ کے ساتھ کسی ایک ملک سے ہجرت کریں اور دوسرے ملک میں جائیں تو خصوصیت کے ساتھ اس ہجرت کے موقع پر آپ کے دل میں یہ خیال آنا چاہیئے کہ بعض بدیاں مجھے یہیں دفن کر کے جانا چاہیئے، بعض اچھی چیزیں مجھے ساتھ لے کر جانا چاہیئے۔ ہجرت کے وقت انسان ہمیشہ کوشش کرتا ہے کہ اچھا اور ستھرا سامان ساتھ ہو بلکہ ہر سفر میں یہی کوشش ہوتی ہے۔ کبھی آپ نے سفر کے دوران یہ تو نہیں کیا ہو گا کہ سڑی بُسی چیزیں اٹھا کر آپ سفر کے لئے زادِ راہ تیار کر رہے ہوں۔ ہمیشہ پرانے کپڑوں کو ایک طرف کرتے ہیں اچھے خوبصورت کپڑے ساتھ لیتے ہیں۔ اگر کھانا بھی ساتھ کچھ رکھنا ہے تو اچھا صاف ستھرا کھانا ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ سفر کے کچھ تقاضے ہوا کرتے ہیں۔ ہجرت کے تقاضے اس سے بہت بڑھ کے ہیں۔ اور وہ ہجرت جو دین اور خدا کی خاطر اختیار کی جاتی ہے اس کے تقاضوں کا معیار تو بہت بلند ہے۔ پس چاہیئے تو یہ تھا کہ پاکستان سے آنے والے احمدی خاندان اس نیت سے ہجرت کرتے اور ہجرت کے دوران اس بات کی گہری نگرانی کرتے کہ ہمارے اندر جو معاشرتی کمزوریاں ہیں کیا ہم ان کمزوریوں کو پیچھے چھوڑ رہے ہیں یا ساتھ لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ اگر وہ ساتھ لے کر آئے ہیں تو ان کو کوئی حق نہیں کہ کسی ملک کی فضا کو گندہ کریں۔

قازقستان کے ایک بڑے لیڈر کے ساتھ تبادلۂ خیالات

حقیقت یہ ہے کہ آجکل پولیوشن (POLLUTION) کی طرف دنیا کی بہت توجہ ہے اور پولیوشن میں وہ زیادہ تر ظاہری پولیوشن کی بات کرتے ہیں۔ مجھ سے روس کے ایک بہت بڑے لیڈر ملے اور پولیوشن کے متعلق مجھ سے بعض باتوں میں مدد چاہی۔ وہ قازقستان صوبے کی پارلیمنٹ کے بھی ممبر ہیں اور وہاں کی مرکزی پولٹ بیورو کے بھی ممبر ہیں۔ ان کو میں نے سمجھایا کہ اگرچہ ان کے ہاں کے لوگ ظاہری پولیوشن (POLLUTION) کو بہت ہی خوف و خطر کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اور اس سے ڈر رہے ہیں مگر آپ کو میں توجہ دلاتا ہوں کہ ہمیں بھی ایک پولیوشن کو دور کرنے کے لئے مامور کیا گیا ہے اور وہ روحانی اور اخلاقی پولیوشن ہے۔ اور روحانی اور اخلاقی پولیوشن دنیاوی پولیوشن سے یعنی فضا کی مادی آلودگی کی بہ نسبت بہت زیادہ خطرناک ہے اور بہت زیادہ بدنتائج پیدا کرتی ہے۔ شروع میں تو وہ کچھ تھوڑے سے متردّد سے تھے مجھے معلوم ہوتا تھا کہ مطمئن نہیں ہو سکے وہ سمجھ رہے تھے کہ ایک مذہبی لیڈر ہے وہ مجھے ٹال رہا ہے میری کسی قسم کی مدد نہیں کرنا چاہتا بلکہ ایک عذر رکھ کر بات کو ختم کرنا چاہتا ہے لیکن جب میں نے تفصیل سے سمجھایا اور قوموں کی مثالیں دیں مغرب میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی مثالیں دیں مشرق میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی مثالیں دیں اور ان کو بتایا کہ دنیا کے اکثر ممالک اس روحانی پولیوشن اور اخلاقی پولیوشن کی وجہ سے تباہی کی طرف جا رہے ہیں، دنیا میں سیاست کی فضا گندی ہو چکی ہے کیونکہ قوموں کے اخلاق گندے ہو گئے ہیں، تب ان کو اس بات کی سمجھ آئی۔ اس بات کے اظہار کے لئے کہ وہ مجھ سے پوری طرح مطمئن ہو کر لوٹے ہیں انہوں نے واپس جا کر U.S.S.R کی اس علاقے کے لئے اپنی صدارت میں جو مرکزی کمیٹی قائم کی اس میں اعزازی ممبر کے طور پر میرا نام بھی شامل کیا۔ چنانچہ ان کی خواہش کے مطابق میں نے وہاں اپنا ایک نمائندہ بھی بھجوایا۔ الماتا (ALMATA) قازقستان کے صوبے کا مرکز ہے یہ اتنا بڑا صوبہ ہے کہ سارے ہندوستان کے برابر اس کا رقبہ بنتا ہے۔ وہاں انہوں نے میرے نمائندے کے ساتھ بے حد تعاون فرمایا۔ وہاں کے لیڈروں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ احمدیت کی تعلیم میں، احمدیت کے پیغام میں انہوں نے بہت گہری دلچسپی لی یہاں تک کہ بہت سے ان میں بااثر لوگوں نے باقاعدہ بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔

اسلام کا پیغام پہنچانے والے سفیروں کا بنیادی وصف

انہوں نے مجھے پیغام یہ بھجوایا کہ ہمارے دروازے آپ کے لئے کھلے ہیں۔ جب آئیں سر آنکھوں پر آئیں لیکن جلد آئیں کیونکہ دیر ہو رہی ہے اور ہمیں اس پیغام کی شدید ضرورت ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسے پیغام

بھیجنے کے لئے پیغامبروں کی ضرورت ہے اور پیغامبر وہ ہونے چاہئیں جو حقیقی پیغامبروں کی زندہ مثالیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ابھی دنیا میں پیغام بھیجا کرتا ہے اور ہمیں بھی اسی رنگ میں پیغامبر بننا ہوگا اور اسی معیار کو دنیا میں قائم کرنا ہوگا جو خدا تعالیٰ نے دنیا میں قائم فرمایا۔ وہ جب پیغامبر چُنتا ہے تو ایسا پیغامبر چُنتا ہے (جسے ہم پیغمبر کہتے ہیں) کہ جو پیغام کی امانت کا حق ادا کرنے والا ہو جو محض زبان کے ذریعے پیغام دینے والا نہ ہو بلکہ مجسّم پیغام بن چکا ہو یعنی اُس میں اور پیغام میں کوئی فرق نہ رہے چنانچہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جب کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلق کے متعلق کچھ بتائیں تو آپ ؓ نے فرمایا

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن

محمد رسول اللہ ﷺ کا خلق تو قرآن تھا یعنی ایک زندہ قرآن تھا جو ہماری آنکھوں کے سامنے چلتا پھرتا تھا اور دنیا میں بس رہا تھا۔ محض قول نہیں تھا بلکہ قرآن عمل کی صورت میں ڈھل چکا تھا۔ پس پیغامبر کے لئے یہ معیار ہونا ضروری ہے۔ آپ بھی احمدیت کے نمائندہ ہیں۔ دنیا کی اصطلاح میں ایسے پیغامبروں کو سفیر کہا جاتا ہے آپ بھی اُسی پیغام کے سفیر ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا گیا اور جو محمد رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں پہنچایا۔ آپ اس بات پر مقرر کئے گئے ہیں کہ تمام دنیا کو آپ نے وہ پیغام پہنچانا ہے اور امانت کے ساتھ اور دیانت کے ساتھ پہنچانا ہے۔ یہ پیغام اُس پیغام کی تصویر بنے بغیر نہیں پہنچایا جا سکتا۔ پس کیسے ممکن ہے کہ میں ان کی روحانی پولیوشن (POLLUTION) کو دور کرنے کے لئے کسی کو پیغامبر بنا کے بھیجوں اور وہ خود روحانی لحاظ سے آلودگی میں ملوث ہو یعنی اس کے اندر وہ نقائص اور آلودگیاں پائی جاتی ہوں جو روحانی فضاؤں کو مکدّر کر دیا کرتی ہیں۔ پس آپ کی بھی یہی حیثیت ہے۔ آپ کو ایسے سفیر بن کر یہاں رہنا ہوگا ایسے پیغامبر بن کر یہاں رہنا ہوگا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں، دوسروں کے نگران بننے سے پہلے اپنے نگران بننے کی اہلیت رکھتے ہوں، اپنے گھروں کی نگرانی کرنے والے ہوں، اپنے اہل و عیال کی نگرانی کرنے والے ہوں، اپنے بچّوں کی نگرانی کرنے والے ہوں، جو کچھ اُن کے سپرد ہے اس کے نگران رہیں لیکن سب سے بڑھ کر اپنی ذات کے نگران ہوں کیونکہ یہ سفر ذات سے شروع ہوتا ہے یہ سفر ذات میں ڈوب کر شروع ہوتا ہے۔

تنقید کا سفر اختیار کرنیوالے دو قسم کے لوگ

دنیا میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ جو تنقید کا سفر باہر کی دنیا سے شروع کرتے ہیں۔ وہ اپنی ذات سے دور اور دور تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی نظریں اپنی ذات کے متعلق بالکل اندھی ہو جاتی ہیں۔ وہ ایک ایسے سفر پر روانہ ہوتے ہیں جہاں سے کوئی واپسی نہیں۔ وہ دنیا کو تنقید کی نظر سے دیکھتے چلے جاتے ہیں اور ان کا دائرۂ تنقید بڑھتا اور پھیلتا چلا جاتا ہے اور پھر اونچا ہوتا چلا جاتا ہے۔ وہ ان پر بھی تنقید کرتے ہیں جو خدا کے نمائندہ بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی ذات سے پوری طرح غافل ہو جاتے ہیں اپنے وجود کو بھلا دیتے ہیں۔ یہی وہ مضمون ہے جس کو قرآن کریم نے اس حسین انداز میں بیان فرمایا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۞ (سورۃ الحشر آیات ۱۹، ۲۰)

یعنی اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور چاہیئے کہ ہر جان اس بات پر نظر رکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے اور تم سب اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے خدا کو بھلا دیا اور خدا نے ایسا کیا کہ وہ اپنی ذات کو بھلا بیٹھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو فاسق ہو جاتے ہیں۔

پس جو باہر کی دنیا پر تنقید کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں وہ اپنی ذات کو اپنے گھر میں چھوڑ جاتے ہیں اور ان کی ذات کا کوئی ولی وارث نہیں رہتا۔ بیرونی تنقید جو ان پر ہوتی ہے وہ اسے ناجائز سمجھتے ہیں اور اسے دھکے دیتے ہیں اور کبھی بھی قبولیت کی نگاہ سے اُسے نہیں دیکھتے۔ پس یہ ایسا ہی ہے کہ ایک شخص اپنے گھر کا اثاثہ تو بغیر حفاظت کے اپنے گھر میں چھوڑ جائے اور خود سفر پر نکل کھڑا ہو تاکہ دنیا کے اثاثوں کی حفاظت کرے اور وہ حفاظت کی سرے سے اہلیت ہی نہ رکھتا ہو برخلاف اس کے ایک وہ ہے جو باطن کا سفر اختیار کرتا ہے وہ اپنے وجود کی تنقید پر متوجہ ہوتا ہے اور اپنے نفس میں ڈوبتا چلا جاتا ہے اور معلوم کرتا ہے کہ یہ سفر بھی لامتناہی سفر ہے۔ اس کا اپنا وہ وجود جو اُسے اپنی ذات میں ایک کامل وجود دکھائی دیا کرتا تھا، وہ وجود جو اپنی ذات میں اسے سب سے اچھا نظر آتا تھا، وہ رفتہ رفتہ کمزوریوں اور بیماریوں سے داغ داغ دکھائی دینے لگتا ہے۔ اسے نظر آنے لگتا ہے کہ اس میں کئی قسم کے کیڑے پرورش پا رہے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے اور دن بدن اس کی طبیعت زیادہ تکلیف محسوس کرتی ہے اور دن بدن وہ زیادہ اپنے آپ کو بے کس بے معنی بے حقیقت اور گناہوں میں ملوث پاتا ہے۔ وہ جتنا بڑا عارف ہوتا چلا جاتا ہے اتنا زیادہ اس کا یہ عرفان بڑھتا چلا جاتا ہے کہ میں کمزور ہوں اور ابھی بہت گنجائش ہے اصلاح کی۔ یہ وہ سفر ہے جس سفر سے لوگ واپس نہیں آیا کرتے، مگر یہ وہ سفر ہے کہ جو اس سفر پر نکلتا ہے اپنی ذات میں ڈوبتا ہوا خدا تک جا پہنچتا ہے اور جو خدا تک پہنچ جاتا ہے اسے پھر خدا خود واپس کیا کرتا ہے، اسے خدا خود دنیا سے روشناس کراتا ہے۔

دنیا میں جتنے انبیاء پیدا ہوئے ان میں سے بلا استثناء ہر ایک نے پہلے یہ سفر اختیار کیا تھا۔ ہر نبی اپنی ذات میں ڈوبا تھا اور اپنی ذات میں ڈوب کر وہ کائنات کی بے حقیقتی کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ اور جوں جوں وہ اپنے اندرونی نقائص دور کرتا چلا گیا اپنی کمزوریوں پر اطلاع پاتا چلا گیا اور ان کی اصلاح کرتا چلا گیا وہ خدا کے قریب تر ہوتا چلا گیا کیونکہ قرب خدا کے، بجز اس کے اور کیا معنی ہیں۔ خدا پاک ہے اور خدا کی وہ صفات جو ابھی آپ نے تلاوت میں سنی تھیں ان پر غور کر کے دیکھیں کہ کتنی بلند صفات ہیں۔ جب تک وہ صفات ہم اپنائیں گے نہیں ہم خدا کے قریب کیسے ہوں گے پس وہ لوگ جو قرب الٰہی کی دعا مانگتے ہیں، جو یہ کہتے ہیں۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ
وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ؕ

ان کو دنیا کا امام بننے سے پہلے اپنے نفس کا امام بننا ہوگا، اپنی کمزوریوں پر اطلاع پا کر اور ان کی حقیقت سے شناسائی حاصل کر کے ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا ہوگا اور جیسا کہ میں بیان کر رہا ہوں یہ سفر حقیقت میں لامتناہی ہے کیونکہ اس کی آخری منزل خدا تعالیٰ ہے اور بدرجہ کمال کوئی خدا کو حاصل نہیں کر سکتا۔ خدا کے

قریب ترضرور ہو سکتا ہے پس جتنے بھی ایسے لوگ عجز کے ساتھ اپنے نفس کا جائزہ لیتے ہیں اپنے باطن کو صاف کرتے چلے جاتے ہیں ان کا اپنا وجود وہاں سے مٹ رہا ہوتا ہے اور خدا کا وجود ان میں ظاہر ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا ان کو خدا نما بنا دیتا ہے۔ اپنے نفس کے زعم سے وہ خدا نما نہیں بنتے بلکہ خدا نمائی کے منصب پر فائز کئے جاتے ہیں پھر ان کے ذریعہ دوسری قومیں اور ان کے ماننے والے بھی خدا نمائی کے منصب پر فائز کئے جاتے ہیں۔ پس حضرت اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جو تمام دنیا کی امامت کا منصب خدا تعالیٰ سے بطور فیض پایا اس کی وجہ یہی تھی کہ آپؐ نے اپنے وجود میں ایک ایسا سفر کیا جس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں ملتی اور نہ کبھی مل سکتی ہے۔ سب سے زیادہ گہرائی کے ساتھ آپؐ اپنی ذات کے عارف بنے اور اس عرفان کے نتیجہ میں آپؐ نے خدا کا عرفان حاصل کیا۔ اس کے نتیجہ میں آپ کا وجود مٹتا چلا گیا اور خدا کا وجود آپؐ کی ذات میں ظاہر ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ آپؐ زندہ خدا نما وجود بن گئے قرآن کریم نے آپؐ کو مخاطب کرتے ہوئے آپؐ کے بارے میں فرمایا۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

کہ اے محمد جب تو نے مٹھی کفار کی طرف پھینکی تھی تو تُو نے نہیں پھینکی بلکہ خدا نے پھینکی تھی۔

پھر فرمایا کہ وہ لوگ جو درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے ہیں تیرا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ یہ مقام اور یہ مرتبہ اپنے نفس کو کلیتاً مٹانے کے سوا حاصل نہیں ہو سکتا۔

اپنے وجود میں ڈوب کر خود اپنے آپ کو نصیحت کریں

ایسے عظیم انسان کی نمائندگی کرنے کے نتیجے میں بہت بڑی ذمّہ داریاں انسان پر عائد ہوتی ہیں اور ان ذمّہ داریوں کو ادا کرنے کا وہی طریق ہے جو میں آپ کو بتا رہا ہوں ورنہ خدام الاحمدیہ کے نمائندے یا جماعت کے نمائندے جب آپ کو نصیحت کریں گے (اور کرتے بھی ہیں) تو ان سے آپ وحشت محسوس کریں گے آپ ان سے بھاگیں گے اور ان کے نام بھی رکھیں گے اور آپ کہیں گے یہ کون ہے ہمیں نصیحت کرنے والا۔ پس آپ کے لئے ضروری ہے کہ پہلے خود اپنے ناصح بن جائیں اپنی ذات کے لئے مذکّر ہو جائیں اپنے وجود میں ڈوبیں اور خود اپنے آپ کو نصیحتیں کرنی شروع کریں تب باہر کی آواز اگر آپ کی آواز کی ہم آہنگی میں آپ کے کانوں تک پہنچے گی تو آپ کو پیاری لگے گی۔ اس سے آپ متنفر نہیں ہوں گے۔ اور یہ وہ راز ہے جس کو سمجھے بغیر آپ نصیحت کرنے والوں سے تعاون کا گر نہیں پا سکتے۔ بہت غور سے اس بات کو سُنیں اور سمجھیں کہ وہی لوگ ہیں جو بیرونی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں جن کا دل اُسی قسم کی سوچوں میں مبتلا ہوتا ہے جن کے دل کی تمنا ہوتی ہے کہ ہم یہ ہو جائیں اور یہ ہو جائیں اور یہ برائیاں ہم سے مٹ جائیں اور وہ برائیاں ہم سے مٹ جائیں۔ ان کو جب بیرونی آواز اپنے دل کی آواز کی ہم آہنگی میں سنائی دیتی ہے تو ان کے لئے یہ میوزک بن جاتی ہے موسیقی کا کام دیتی ہے اور اسی کا نام موسیقی ہے، ہم آہنگی کا نام موسیقی ہے۔ باہر کی آواز ان کو بہت ہی بھلی اور پیاری لگتی ہے جو دل کی آواز کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر ان کی اصلاح کے لئے مزید کوشش کر رہی ہوتی ہے، مزید ان کو متوجہ کر رہی ہوتی ہے۔ دیکھیں غالب نے اپنے رنگ میں اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے کہ ؎

دیکھنا تقریر کی لذّت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

کتنا اعلیٰ تجزیہ کیا ہے تقریر کی لذّت کا۔ تقریر اس کو کہتے ہیں کہ جب وہ بیان کی جا رہی ہو تو ہر انسان کے دل میں سے یہ آواز اٹھ رہی ہو کہ ہاں یہ بھی میرے دل میں ہے، مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ بھی میرے دل میں ہے، اب میرے دل کو آواز مل گئی ہے میرے جذبات کو آواز مل گئی ہے میں بھی مبہم طور پر ایسی ہی سوچیں سوچتا تھا، میرا بھی دل چاہتا تھا کہ ایسی باتیں کروں لیکن میرے دل کو زبان نہیں ملی تھی، اب دیکھو اس شخص نے وہ باتیں کی ہیں جو میرے دل میں تھیں مگر بے آواز تھیں۔

پس نیکی کی توفیق بھی ان لوگوں کو ملتی ہے اور نیک نصیحتوں سے تعاون کی توفیق بھی ان لوگوں کو ملتی ہے جن کے دل میں پہلے ایک ناصح پیدا ہوتا ہے وہ ناصح پوری طرح عمدگی کے ساتھ اس مضمون کو بیان نہیں کر سکتا، ان کے دل میں نیکی کی تمنا پیدا ہوتی ہے ان کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کی برائیاں جھڑیں، وہ دعائیں کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ کیسے ان برائیوں کو اپنے سے جھاڑیں، وہ دعائیں کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ کیسے ان برائیوں سے چھٹکارا حاصل کریں، تب بیرونی آواز جو ان تک پہنچتی ہے کہ آؤ ہم تمہاری مدد کے لئے تیار ہیں اس طرح کرو اور اس طرح کرو وہ ان کو تقویت دیتی ہے اور اپنے ناصح سے ان کو پیار ہونے لگتا ہے، وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ دیکھو دنیا کے ناصح جب خالی دل کے ساتھ اور مصنوعی طور پر دنیا کو نصیحتیں کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں ان کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے لیکن حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جب نصیحت فرمائی تو پہلے دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کر کے یہ تمنا پیدا کر دی کہ ہم بھی ایسے ہو جائیں، تزکیۂ نفس پہلے رکھا اور نصیحت کو بعد میں رکھا اور وہ لوگ جن کا تزکیۂ نفس ہوتا چلا گیا ان پر آپؐ کی نصیحت ایسی کارگر ہوئی کہ وہ نفرت کی بجائے آپؐ کے عشق میں ایسے مبتلا ہوئے کہ کبھی کسی نبی کی قوم نے اس سے ایسی محبت نہیں کی جیسی محمد رسول اللہؐ کی قوم نے آپؐ سے کی تھی۔ پس قرآن کریم فرماتا ہے کہ دیکھو اس نبی کو کہ

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ (سورۃ الجمعہ آیت ۳)

کہ کیسا نبی ہے کہ پہلے ان کے دلوں کو پاک کرتا ہے نصیحت قبول کرنے کی اہلیت ان کو عطا کرتا ہے پھر ان پر علوم قرآن بیان فرماتا ہے اور ان کی حکمتیں بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح قوم کے اندر ایک عظیم روحانی تغیّر برپا ہو جاتا ہے۔

اپنے دل میں حشر برپا کریں تاکہ اس میں صور اسرافیل پھونکا جا سکے

پس خدام الاحمدیہ ہو یا انصار اللہ ہو یا لجنہ اماء اللہ ہو، ان کے ناصحین، ان کے عہدیدار یا جماعت کے عمومی عہدیدار ہوں آپ کو اس وقت تک بُرے لگتے رہیں گے جب تک آپ کے دل میں بُرے بُرے نام موجود ہیں۔ اپنے دل کے بُرے ناموں کو مٹا دیں اپنے دلوں کے بتوں کو پاش پاش کر دیں اپنے اندر عاجزی پیدا کریں، اپنے اندر نیکی کی محبت پیدا کریں، اپنے دل سے ایک ناصح اٹھائیں دل میں ایک حشر برپا کریں جس میں صور اسرافیل پھونکا جائے، وہ صور پھونکا جائے جس کے نتیجے میں نئی زندگی عطا ہوتی ہے، تب خدا تعالیٰ آپ کو اپنے اندر ایک عظیم روحانی انقلاب پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ اس کے بغیر آپ

دنیا کی اصلاح نہیں کر سکتے۔ کیسے دنیا کی پولیوشن دور کریں گے جبکہ آپ گندی رسمیں، بیہودہ باتیں، گھٹیا کمینی باتیں (جن سے عام انسانیت کو بھی شرم آتی ہے) سمیٹے اور سنبھالے ہوئے جہازوں میں سفر کرتے اور کہیں جائز اور کہیں ناجائز بارڈر پار کرتے ہوئے آپ ایک ملک میں داخل ہوتے ہیں اور ان کی فضا کو گندہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ کون سی شرافت ہے۔ اس کا کس نے آپ کو حق دیا ہے۔ یہ حرکتیں کر کے آپ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیسے منسوب ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ خدا کا خوف کریں۔ سوچیں۔ یہ اچھی باتیں نہیں ہیں۔ خصوصاً گھروں میں جو گھٹیا باتیں ہو کر، کینے جھگڑے چلتے ہیں اس کے نتیجے میں ماحول پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ کئی سوشل ورکرز ہیں جو واقعی سچی انسانی ہمدردی کے ساتھ آنے والوں کی مدد کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک خاتون ایک دفعہ مجھے ملیں بہت بے چین تھیں کہ عجیب قسم کے کچھ لوگوں سے پالا پڑتا ہے بہت چھوٹی چھوٹی گھٹیا باتوں میں ملوث ہوتے ہیں اور دل کو تکلیف پہنچتی ہے کہ کیوں یہ اپنے لئے بھی ایک آزار بنائے بیٹھے ہیں اور دنیا کے لئے بھی آزار بنے ہوئے ہیں۔

سابقہ تجربوں کے پس منظر میں ابھرنے والے وسیع نظارے

پس احمدیوں کو یہ زیب نہیں دیتا آپ نے تو پاک نمونے یہاں دکھانے ہیں کہ وہ لوگ جن کو پروپیگنڈے کے ذریعہ یہ بتایا جا رہا ہے یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ اسلام دنیا کا سب سے ذلیل مذہب ہے سب سے لڑاکا مذہب ہے سب سے بے حوصلہ مذہب ہے وہ آپ کے نمونہ سے متاثر ہو کر اس غلط تاثر سے چھٹکارا حاصل کریں۔ اس تاثر کو دور کرنے کے لئے آپ کے منہ کی باتیں تو کام نہیں آسکتیں۔ آپ کو پاک نمونے دکھانے ہوں گے۔ آپ کو بنی نوع انسان کی سچّی ہمدردی کا عملی مظاہرہ کرنا ہوگا۔ تا کہ وہ یہ دیکھیں کہ آپ بنی نوع انسان کے بہت ہی سچّے اور مخلص ہمدرد ہیں، ایثار کے پتلے ہیں، آپ اپنے ماحول کو اچھا بنانا چاہتے ہیں۔ جب وہ آپ کی ذات میں عملی نمونہ کے طور پر یہ اسلام دیکھیں گے تب ان کا دل اُن مخالفانہ آوازوں کے خلاف گواہی دے گا جو ہر روز ان کے کانوں میں ریڈیو سے پڑتی ہیں اور تب ان کی آنکھیں ان نظاروں کے خلاف گواہی دیں گی جن کو ہر روز وہ ٹیلی ویژن پر دیکھتے ہیں۔ ان کا دل کہے گا یہ سب جھوٹا پروپیگنڈہ ہے۔ ان کا دل گواہی دے گا کہ یہ اَور قسم کے لوگ ہیں اور یہ سچّے مسلمان ہیں۔ آپ نے تو دنیا کی اصلاح کرنی ہے اور آپ اپنی اصلاح کئے بغیر دنیا کی اصلاح نہیں کر سکتے۔ پس یہ جو بات میرے کان تک پہنچی یا میری آنکھوں نے پڑھی کہ لوگ اس طرح اپنے عہدیدار کو طعنے دیتے ہیں، اس پر غور کرتے ہوئے، اپنے پرانے تجربوں میں ڈوبتے ہوئے میں رفتہ رفتہ اس مضمون میں اور ڈوبتا چلا گیا، میں سوچتا رہا کیا کیا کمزوریاں ہوں گی کیا کیا خرابیاں ہوں گی کس قسم کے جھگڑے ہوں گے جن کے نتیجے میں گھٹیا کمینی باتیں دلوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ایسی عورتیں کیسی ہوں گی، وہ اپنی بہوؤں سے کیا سلوک کرتی ہوں گی، ایسی بہوویں کیسی ہوں گی وہ اپنے ساس اور سُسر کی کیسی عزّت کرتی ہوں گی، کیسے بچّوں کو انہوں نے پیدا کیا ہوگا۔ ایسے مرد کیسے ہوں گے جو اپنی بیویوں سے کیسی سخت کلامی اور کیسی کج روی سے پیش آتے ہوں گے۔ کیسی وہ لڑکیاں ہوں گی جو اپنے خاوندوں کے خلاف باتیں کرتی ہوں گی، ان کی امانت میں خیانت کرتی ہوں گی اور اپنے بچّوں سے پھر وہ کس قسم کا سلوک کرتی ہوں گی۔ یہ سارے نظارے وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے گئے۔ ہر نظارہ دل کو تکلیف دینے والا تھا کیونکہ میں جس دروازے میں سے ان مناظر میں داخل ہوا وہ دروازہ تکلیف کا دروازہ تھا۔ اس برش نے جو ایک تصویر بنائی تھی اس تصویر کے پیچھے ایک پورا منظر تھا جو موجود تھا اور اس پس منظر کے رستے سے میں اس منظر میں داخل ہوا اور میں نے سوچا کہ ابھی جماعت میں یہ بھی کمزوری ہے اور یہ بھی کمزوری ہے اور یہ بھی کمزوری اور یہ بھی کمزوری ہے۔

تب میں عاجزی سے اپنے خدا کے حضور جُھکا کہ اے خدا مجھ میں تو کوئی طاقت نہیں کہ میں ان سب کمزوریوں کی اصلاح کر سکوں، میں تو ایک عاجز بندہ ہوں ساری عمر اپنی کمزوریوں کی اصلاح نہیں کر سکا، تو میری مدد فرما، تو مجھ پر رحم فرما، تو اُس جماعت کے دل بدل دے، ان کو پاک کر دے، ان میں سے فرشتے پیدا کر جو خود متقی ہوں اور تمام دنیا کو متقی بنانے والے ہوں اور جو متقیوں کے امام بن جائیں اور وہ فخر سے یہ عرض کر سکیں کہ اے ہمارے آقا! اے محمد رسول اللہ ﷺ! تجھے ساری دنیا کا امام بنایا گیا ہے، ہم متقیوں کے امام ہو کر تیرے قدموں میں گرتے ہیں اور تجھے اپنا امام تسلیم کرتے ہیں۔ تیری ساری عمر کی دعائیں قبول ہوئیں، خدا نے تیری آواز کو عرش پر سنا اور آج تک ان دعاؤں کو قبول کرتا چلا جا رہا ہے کہ

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ
وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا ؕ

پس دیکھیں ایک انسان ایک چھوٹی سی بات سے کس طرح سفر پر نکلتا ہے اور مختلف سفر اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ مختلف نظارے اس کے سامنے بنتے چلے جاتے ہیں اور یہ سارے مناظر وہ ہیں جو ایک شاعر کے تصوّر کے مناظر نہیں ہیں، ان کے پیچھے ایک لمبا پس منظر ہے گہرے تجربوں کا، یہ حقیقتوں کے نظارے ہیں، ان میں کوئی جھوٹ نہیں، کوئی مبالغہ نہیں، یہ سچائی کا سفر ہے۔ اس لئے میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں اور دل کی گہرائی کے ساتھ، درد میں ڈوبے ہوئے دل کی گہرائی کے ساتھ متوجہ کرتا ہوں کہ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کریں اور اپنے روزمرّہ کے اخلاق کی نگرانی کریں، اپنے گھروں میں جس زبان میں آپ بچّوں سے باتیں کرتے ہیں جس زبان میں اپنی بیویوں سے بات کرتے ہیں اس زبان کی نگرانی کریں۔ اگر آپ نے اپنی بیویوں کا احترام نہ سیکھا، اگر آپ نے اپنے بچّوں کا احترام نہ سیکھا، اگر بہوؤں نے اپنی ساسوں کا احترام نہ سیکھا، اگر ساسوں نے اپنی بہوؤں کا احترام نہ سیکھا اور ان کے لئے نرمی اور شفقت پیدا نہ کی تو تمہارے گھر ہمیشہ جہنم کے نظارے پیش کرتے رہیں گے۔ کس منہ سے ہم ان قوموں کو جنہوں نے اپنے گھر طرح طرح کے دکھوں کی وجہ سے جہنم بنائے ہوئے ہیں جنت کے گھروں کی خوشخبریاں دینے والے بن سکیں گے، ہمیں کوئی اس کا حق حاصل نہیں۔

اپنے دلوں کے باطنی مربّیوں کو بیدار کریں

پس میں بڑے درد کے ساتھ آپ سے کہتا ہوں اپنے دل کے مربّیوں کو بیدار کریں ان کو آوازیں دیں اور ان کو اٹھائیں، اپنے دلوں سے وہ ناصح پیدا کریں جو قرآن کی آواز میں آپ کو نصیحت کرنے والے ہوں۔ پھر دیکھیں وہ لوگ جو آپ کی خاطر عہدوں کو سنبھالتے ہیں اور آپ کے دروازوں کو کھٹکھٹاتے ہیں اور اپنے اوقات کو قربان کرتے ہیں اور اپنی عزّتوں کو ہتھیلیوں پہ لئے ہوئے آپ کے گھروں تک پہنچتے ہیں آپ ان کے دلوں کو ٹھیس لگانے والے

باقی صفحہ نمبر ۲۴ پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے رُو سے

راہِ مولیٰ میں دُکھ اُٹھانے اور مصائب برداشت کرنیوالے اولیاء الرحمٰن کا بلند مرتبہ و مقام

وہ شجرۂ قدس کی شاخیں ہیں جو انہیں کاٹتا ہے خدا تعالیٰ اُسے کاٹ ڈالتا ہے

جو انہیں تنگ کرتا اور اذیت دیتا ہے وہ شدید آگ میں لوٹتا ہے خدا ان کے دشمنوں سے جنگ کرتا ہے

وہ اللہ کے شیر ہیں جو غیب کے جنگل میں چھپائے جاتے ہیں، ان کی طرح نہ کوئی شیر ہوتا ہے اور نہ کوئی باز

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نہایت بلند پایہ عربی تصانیف میں راہِ مولیٰ میں دُکھ اُٹھانے اور مصائب برداشت کرنے والے اولیاء الرحمٰن کے مرتبہ و مقام اور ان کی بلند و بالا شان پر بہت وجد آفریں پیرائے میں روشنی ڈالی ہے۔ اس ضمن میں حضور اقدسؑ کی دو عربی تصانیف کے بعض اقتباسات کا اُردو ترجمہ قارئین کے ازدیادِ ایمان و ایقان کی غرض سے ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

(ادارہ)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ مدد دئے جاتے ہیں اور (اکیلے) چھوڑے نہیں جاتے۔ ان کے اور ان کے رب کے درمیان کوئی خواہش روک نہیں ہوتی۔ اور وہ ترک نہیں کئے جاتے۔ اور وہ حضرت عزّت کو نہیں چھوڑتے گو وہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں۔ وہ جاہل مدعیٔ معرفت کی طرح نہیں ہوتے بلکہ علوم دئے جاتے اور منوّر کئے جاتے ہیں اور اللہ ان کی چمک دکھاتا ہے۔ وہ ریا نہیں کرتے اور نیکیوں میں اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ اور تو ان کو سرسبز نبات کی طرح دیکھے گا گو وہ کاٹ ڈالے جائیں۔ زمانہ ان کے لئے شہادت دیتا ہے کہ وہ اولیاء الرحمٰن ہیں جبکہ احمق یہ خیال کرتا ہے کہ وہ بے دین ہیں۔ جب کوئی بات ان پر تنگی پیدا کرتی ہے تو وہ اللہ کی طرف بھاگتے ہیں۔ اللہ ان کو گمنام کی طرح نہیں چھوڑتا بلکہ وہ لوگوں میں معروف کئے جاتے ہیں اور ان کو عظمت دی جاتی ہے۔ وہ زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور تکبّر سے حرکت نہیں کرتے۔"

(سیرۃ الابدال)

"اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ جاہلوں کا ریوڑ ان کے متعلق طرح طرح کی بدظنیاں کرتا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک بَری ہوتے ہیں۔ وہ کسی مصیبت سے غم اور حزن میں نہیں پڑتے۔ اور ان میں اور انبیاء میں ایک رشتہ (یا تعلق) ہوتا ہے۔ وہ اُسی پیالے سے پیتے ہیں جس سے انبیاء پیتے ہیں۔ جب کوئی سخت مصیبت ان کو کچلنا چاہتی ہے تو وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور اللہ کے لئے اسے ختم کر دیتے ہیں جو ان کے پاس ہوتا ہے اور بخل نہیں کرتے۔ وہ دنیا کے کنوئیں سے بچتے ہیں اور اس کے گڑھے پر کھڑے نہیں ہوتے اور اس کے قریب نہیں جاتے۔ وہ اللہ کے شیر ہوتے ہیں اور غیب کے جنگل میں چھپائے جاتے ہیں۔ ان کی طرح کوئی شیر نہیں اور نہ ہی کوئی باز۔ وہ دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں اور ان کو پاش پاش کر دیتے ہیں۔ وہ شجرۂ قدس کی شاخیں ہوتے ہیں پس جو اُن کو کاٹتا ہے اللہ اُس کو کاٹ ڈالتا ہے۔ جو اُن پر تنگی (وارد) کرتے ہیں وہ شدید آگ میں لوٹتے ہیں۔ اور نہیں ایذا دیتا ان کو مگر سخت درجہ کا احمق اور سانپ سے بھی زیادہ پیچھے ہٹنے والا۔ کیونکہ وہ ایک قوم ہیں جن کے لئے خدا جنگ کرتا ہے۔ اور ان کے دشمن فلاح نہیں پاتے اگرچہ وہ بھاگ جائیں یہاں تک کہ وہ کانپ جائیں کیونکہ وہ لوگ اس کا مقابلہ کرتے ہیں جس سے

مجرم چھپے ہوئے نہیں۔" (سیرۃ الابدال)

"اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ اللہ اُن سے غموں کی شدّت دور کرتا ہے اور جزع فزع کو ان کے دلوں سے دور رکھتا ہے۔ پس ہر وقت ان کا چہرہ چمکتا ہے (یا خوش رہتا ہے) اور وہ خوف زدہ نہیں ہوتے۔ اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ ایک قوم ہے جو اپنے رب سے بھاگتی نہیں۔ وہ اپنے نیکوں سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ بدبودار پانی ان کو راہِ مولیٰ میں زلال نظر آتا ہے۔ وہ اللہ کی رضا چاہتے ہیں۔ دنیا ان کی نظر میں ایک ردّی چیز ہوتی ہے، اور اس کا طالب جھوٹا ہوتا ہے، اور ان کو اسے (دنیا کو) ترک کر کے تازہ بتازہ پھل ملتے ہیں۔"

(سیرۃ الابدال)

"خبردار رہو کہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ ان کو چُن لیتا ہے اور ان کے دل اپنی رضامندی سے بھر دیتا ہے، پس وہ اُس کی ذات اور صفات کی محبت میں غرق ہو کر اپنے نفسوں کو بھلا دیتے ہیں۔ سو (اے غافل انسان!) تو اُس (یعنی اللہ کی ایسی پسندیدہ) قوم کو ایذا پہنچانے پر کمر بستہ نہ ہو، تو اُن کو اور ان کے مرتبہ کو نہیں پہچانتا، اور تو اُن کی طرف صرف اندھوں کی طرح دیکھتا ہے، وہ اُس خلق سے نکل گئے ہیں جو تیرے وجود کی خلق سے مشابہ ہے۔ وہ کوشش کر کے ایک اعلیٰ مقام پر چلے گئے ہیں اور تیری حدود سے دور ہو گئے ہیں اور ایسی جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں تیری نظریں نہیں پہنچتیں، تیرا فکر اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اور وہ ایسے مقام پر نازل ہو گئے ہیں کہ جس کو سوائے رب العالمین کے اور کوئی نہیں جانتا۔ پس تو اُن کے اقوال میں مداخلت کرنے میں دلیری نہ دکھا اور ان پر بدظنی نہ کر اور حد سے گزرنے والوں کی طرح ان کے ساتھ بے ادبی سے پیش نہ آ ورنہ تیرا رب تیرا دشمن ہو جائے گا اور تو خسارہ پانے والوں میں شامل ہو گا۔" (اتمام الحجۃ صفحہ ۳۰ طبع اول)

صادق کی ایک نشانی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو الہامی اشعار

صادق آں باشد کہ ایّامِ بلا   مے گزارد با محبت باوفا

صادق وہ ہوتا ہے کہ ابتلاؤں کے دن محبت اور وفاداری سے گزرتا ہے

گر قضا را عاشقے گردد اسیر   بوسد آں زنجیر راکز آشنا

اگر قضائے الٰہی سے عاشق قید ہو جاتا ہے تو وہ اس زنجیر کو چومتا ہے جس کا سبب آشنا ہے

(کتاب البریہ "سرورق" مطبوعہ ۱۸۹۷ء)

اسیرانِ راہِ مولیٰ نمبر : اخبار احمدیہ جرمنی، اگست، ستمبر ۱۹۹۱ء

راہِ مولیٰ کا ایک ذی مرتبت و کوہ وقار اسیر

سکھر کے محترم پروفیسر ناصر احمد قریشی کی خودنوشت روداد

یہ اپریل ۱۹۸۴ء کا ذکر ہے جب اس وقت کے فوجی آمر جنرل ضیاء الحق نے انٹی احمدیہ آرڈیننس ×× جاری کیا جس کا مقصد احمدیہ کمیونٹی کے پاکستان میں بنیادی حقوق آزادئ ضمیر اور مذہبی عقیدہ پر تبر رکھنا تھا۔ اس آرڈیننس نے مذہبی جنونی مولویوں کو احمدیوں کے خلاف ہر قسم کے تشدد کو ہوا دینے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ تمام سرکاری ایجنسیوں کو احمدیہ دشمنی کی کھلی چھٹی دے دی گئی۔ اس کے نتیجہ میں احمدیوں کے چیدہ چیدہ سرکردہ اشخاص کو قتل کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سکھر میں میرے والد عبدالرحمٰن صاحب قریشی کو دن دہاڑے (مسجد ابلال) سے واپس گھر آتے ہوئے بڑی بیدردی سے سولہ خنجروں کی کاری ضربوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ یہ یکم مئی ۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے یعنی آرڈیننس نافذ ہونے کے ایک ہفتہ کے اندر اور پھر اس طرح یہ سلسلہ سندھ کے مختلف شہروں میں دہرایا جانے لگا اور تقریباً ۲۰ کے قریب سرکردہ احمدی احباب کو وقفے وقفے سے قتل کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ حکومت وقت اور جنونی علماء کی ملی بھگت سے ہوتا رہا اور قتل کے مجرموں کو ڈھونڈ نکالنے اور گرفتار کرنے میں حکومت ایک خاموش تماشائی بنی رہی۔ مئی ۱۹۸۵ء میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت سکھر میں واقع ایک مسجد پر بم پھینکوایا گیا اور اس واقع کی ذمّہ داری سکھر کی احمدیہ جماعت پر ڈالی گئی۔ مقصد دراصل اس منصوبہ کا یہ تھا کہ اس واقعہ کے بعد پورے پاکستان میں احمدیوں کا قتل عام شروع کروا دیا جائے لیکن اس بھیانک مقصد میں تو ضیاء حکومت کو کامیابی نہ ہو سکی یہ اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ ملک کی اکثریت احمدیوں کے لئے ہمدردی اور احترام کے جذبات رکھتی ہے۔ یہ صرف مٹھی بھر شر پسند صاحبان اقتدار کی مُلّا نوازی تھی جو سرگرم عمل تھی۔

مسجد پر بم پھینکوائے جانے کا واقعہ ۲۳ مئی ۱۹۸۵ء کو علی الصبح ہوا جس کا الزام مقامی جماعت پر دھرا گیا اور یوں جماعت احمدیہ سکھر کے کم و بیش بیس پچیس افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ عورتوں اور بچّوں کو گھروں سے بھاگ جانے پر مجبور کیا گیا گھروں کے تالے توڑے گئے اور تلاشی لی گئی مطلوبہ کوئی چیز تو نہ نکلی البتہ گھروں سے قیمتی اشیاء، رقوم اور جیولری وغیرہ ہتھیالی گئی اور دیگر سامان کی توڑ پھوڑ کی گئی دروازے بڑی بے دردی سے توڑے گئے۔

پندرہ روز حراست میں رکھنے کے بعد سات احمدیوں کو حتمی طور پر چالان کر کے سنٹرل جیل سکھر بھیج دیا گیا۔ خاکسار کے علاوہ خاکسار کے چھوٹے بھائی رفیع احمد صاحب اور لڑکا محمود احمد بھی ان سات قیدیوں میں سے تھے یہ مقدمہ مارشل لا کی سپیشل ملٹری کورٹ میں بڑی عجلت کے ساتھ چلایا گیا کورٹ کے تین ممبران میں ایک سول مجسٹریٹ ایک ایسا شخص تھا جو میرے والد کے قتل میں ملوث تھا۔ کورٹ کے نوٹس میں یہ حقیقت لائی گئی لیکن بے سود۔ بالآخر مارشل لا اٹھائے جانے کے تین ماہ بعد مارچ ۱۹۸۶ء میں مارشل لا کورٹ نے ہم دونوں بھائیوں کو سزائے موت سنائی اور بقیہ پانچ دوست رہا کر دیئے گئے اور اس طرح ہم دونوں بھائیوں کو سزائے موت وارڈ کی کال کوٹھریوں میں منتقل کر دیا گیا۔ وسط دسمبر ۱۹۸۸ء تک کال کوٹھریوں میں رہے اور اس کے بعد پورے ملک میں سزائے موت کو عمر قید میں بدل دیا گیا عمر قید کا مطلب پچیس سال قید سخت کی سزا ہے۔ بالآخر کال کوٹھری سے نجات ملی اور دوبارہ زندگی نصیب ہوئی۔

جنوری ۱۹۸۹ء میں سرکاری طور پر B کلاس منظور ہونے پر BETTER کلاس مل گئی جہاں سارے جیل کے مقابلے میں بہتر سہولیات میسر ہیں۔ یہ مضمون اسی B کلاس میں بیٹھ کر تحریر کیا ہے۔ سندھ ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشن سماعت کے لئے دو سال قبل منظور ہو چکی ہے لیکن باقاعدہ سماعت کی ابھی تک نوبت نہیں آئی۔

یہاں چند باتیں اپنے مختصر تعارف کے طور پر لکھنا چاہتا ہوں۔ خاکسار کی پیدائش ۱۹۳۶ء میں سکھر میں ہوئی۔ ساری تعلیم صوبہ سندھ میں حاصل کی۔ خاکسار ایم اے انگریزی ادب میں ہے اس کے علاوہ ٹرپل گریجویٹ بھی ہے یعنی B.S.C، B.T، LLB۔ محکمہ تعلیم سے ۱۹۵۶ء سے منسلک ہوا اور گرفتاری سے قبل سکھر کے گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن میں اسسٹنٹ پروفیسر تھا اور ۲۹ سال ملازمت پوری کر چکا تھا۔ اس کے علاوہ ڈیپوٹیشن پر اضلاع لاڑکانہ، دادو اور نواب شاہ میں ایجوکیشن آفیسر رہا سروس کے دوران خاکسار پر متعدد قسم کے جھوٹے کیس وغیرہ بنائے گئے لیکن یہ احمدیت کی برکت ہی تھی کہ ہر محاذ پر بدخواہوں کو ذلّت اور شکست اٹھانی پڑی۔

خاکسار کے چھ لڑکے اور دو جڑواں بیٹیاں ہیں۔ بڑے لڑکے کی عمر ۳۰ سال ہے اور سب سے چھوٹا بچّہ ۱۲ سال کا ہے۔ بیٹیاں ایف اے کا امتحان دے رہی ہیں۔ یہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے جو انتہائی محبت اور پیار کا سلوک روا رکھے ہوئے ہیں کم و بیش ڈیڑھ سو کے قریب بڑے بڑے پیارے خطوط آج تک اس خاکسار کو تحریر فرما چکے ہیں۔ ۱۹۸۹ء جنوری میں خاکسار کو حکومت سندھ نے ایک ہفتہ کے لئے پیرول پر رہا کر دیا تاکہ اپنے بڑے لڑکے کی شادی میں شرکت کر سکوں۔ کراچی ہی میں پیرول کے دوران حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار سے براہ راست فون پر بات کرنے کے لئے امیر جماعت احمدیہ کراچی سے خواہش کا اظہار فرمایا اور یوں براہ راست فون پر حضور سے بات کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضور اقدس نے لڑکے کی شادی کی مبارک باد دی اور ڈھیروں دعائیں دیں۔

پھر حکومت سندھ نے ایک خاص آرڈر کے تحت خاکسار کو جیل میں ٹیلی ویژن رکھنے کی اجازت دی اپنا ٹیلی ویژن خرید کر کمرے میں رکھا اور آج تک موجود ہے۔ سارے سندھ میں خاکسار واحد شخص تھا جس کو جیل میں ٹی وی رکھنے کی سہولت ملی۔ یہ خاص اجازت اس لئے دی گئی کہ جب ۲۳ مارچ ۱۹۸۶ء کو سنٹرل جیل سکھر کا سزائے موت کا وارڈ لوٹا اور حملہ آور تمام سزائے موت کے قیدیوں کو بھگا کر لے گئے۔

صرف ہم دونوں احمدی ہی تھے جو نہ بھاگے بلکہ قانون کا احترام کیا اور خدائی تقدیر پر شاکر رہے۔

انسان بنیادی طور پر آزاد پیدا ہوتا ہے اور اسے قید میں رکھنا انتہائی سنگین نوعیت کی سزا ہے اور پھر سزائے موت تو ایک ایسا نفسیاتی مرحلہ ہوتا ہے کہ اپنے ذہن کو بکھرنے سے بچانے کے لئے بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ بڑے بڑے حوصلہ مند لڑکھڑا جاتے ہیں۔ بہرحال یہ بڑا اذیت ناک وقت ہوتا ہے۔ ہر وقت موت کا ڈر اور موت بھی ایسی بھیانک انداز میں کہ جس کا تصور کرتے ہی جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ اچانک بتائے بغیر انسان مارا جائے تو اتنی اذیت محسوس نہیں ہوتی لیکن جب دن اور وقت کا تعین ہو جائے اور ہر آنے والا لمحہ تختہ دار کی طرف لے جا رہا ہو تو ذہن کو قابو میں رکھنا بڑے دل گردے کا کام ہے ہمیں یہ حوصلہ کیسے نصیب ہوا اس کا سارا کریڈٹ میرے آقا و مرشد حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو جاتا ہے۔ خدا کی قسم آپ نے جس خلوص اور محبت سے ہمیں بکھرنے سے بچالیا اس خلوص کی جھلک کے مختلف انداز جو حضور اقدس کے خطوط سے لئے گئے ہیں ذیل میں درج کرنا مناسب خیال کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔

"... میرے پیارے بھائیو! آپ مجھے بے حد عزیز ہیں اور آپ کا غم ہر لمحہ میرے دل میں جاں گزیں ہے اگرچہ جانتا ہوں کہ اگر خدا کی تقدیر آپ کو ایک عظیم شہادت کا جذبہ عطا کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے تو یہ ایک سعادت ہے جو قیامت تک آپ کا نام دین و دنیا میں روشن رکھے گی اور آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کوئی نہیں جو آپ کو مار سکے قیامت تک آنے والی نسلیں آپ کے ذکر پر روتے ہوئے اور تڑپتے ہوئے آپ کے لئے دعائیں کیا کریں گی اور حسرت کیا کریں گی کہ کاش آپ کی جگہ وہ ہوتے۔

میرا اپنے دل کا یہ حال ہے کہ آپ کے گذشتہ خط کو پڑھ کر جس میں اپنی اور اپنے بچوں کی دل گداز حالت کا دردناک بیان تھا میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو یہ معلوم کر کے میرا دل حمد اور شکر سے بھر گیا کہ اگر آپ کو بچانے کے لئے مجھے تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا تو میں بخوشی اپنے آپ کو اس کے لئے تیار پاتا...." (۱۱/۳/۱۹۸۶ء)

پھر فرماتے ہیں۔

"... میرے پیارے عزیزم ناصر! آپ جانتے ہی ہیں کہ محبت جب عقل و ذہن کو مغلوب کر لیتی ہے تو ایک پختہ کار انسان بھی بچوں کی سی حرکتیں کرنے لگتا ہے یہی حال میرا ہوا جب میں نے آپ کا زندگی کی کوٹھری سے لکھا ہوا خط دیکھا بے اختیار اسے چوما اس کی پیشانی کے بوسے لئے اور اسے سر آنکھوں سے لگا کر ایک عجیب روحانی تسکین حاصل کی اور یہ دعا کی کہ اللہ! میرے پیارے ناصر اور رفیع کی قربانیوں کو قبول فرما اور انہیں موت کی تنگ راہ سے گزارے بغیر ابدالآباد کی زندگی عطا فرما اور اسی دنیا میں انہیں اہل بقا میں شمار فرما لے اور مجھے یہ خیر کی بھیک عطا کر کہ میں انہیں اپنے سینہ لگا کر ان کی پیشانی کو بوسہ دوں اور اپنے دل کی پیاس بجھاؤں...." (۳۱/۳/۸۶)

حضور اقدس کا انداز ملاحظہ فرمائیں۔

"... آپ بھی یہ بات یاد رکھیں کہ میرے مسیح موعودؑ کی جماعت بے وفاؤں کی جماعت نہیں آپ کے بند غم نے تو ہزاروں کو اسیر بنا رکھا ہے بہت ہیں کہ آپ کی اسیری کا خیال اُن کی خوشیوں سے زکوٰۃ لیتا ہے اور اپنی آزادی انہیں جرم دکھائی دینے لگتی ہے، ان مجبوریوں کو فراموشی کا دوش تو نہ دیں...." (۲۶/۱/۹۱)

سینکڑوں خطوط میں سے دو تین اقتباسات پیش کر کے مزید یہ کہنے پر فخر محسوس کروں گا کہ حضور اقدس ہر عید پر ہمیں اور ہمارے بچوں کو مٹھائی اور پھلوں کا تحفہ بھیجتے ہیں۔ بچوں کے لئے سو روپیہ فی کس عیدی باقاعدگی سے عطا کرتے ہیں۔ عید الاضحیٰ پر قربانی کے لئے جانور حضور اقدس کی طرف سے دیا جاتا ہے یا رقم خریدنے کیلئے عطا کی جاتی ہے۔ خاکسار کو تین عدد قلم حضور اقدس نے اپنے ذاتی استعمال میں لائے گئے عطا کئے ہیں۔ بسا اوقات ٹافیوں کے بڑے بڑے ڈبے عطا فرماتے ہیں۔ حضور کی انہی عنایات کی بدولت ابتلا کا یہ تلخ اور صبر آزما دور بڑے سکون سے گزارنے کی توفیق عطا ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ بعض مخلص دوست خط و کتابت کا سلسلہ قائم رکھے ہوئے ہیں اور حوصلہ بڑھانے میں ان کا بڑا حصہ ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

آخر میں اپنے ایک نہایت ہی مخلص اور پیارے دوست ریٹائرڈ میجر منظور احمد صاحب کی بھیجی گئی طویل نظم "اسیرانِ راہِ مولیٰ" سے ایک بند پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے اس مختصر داستان کو ختم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

اس ہتھکڑی کو ہاتھوں کی میں آبرو کہوں
خونِ جگر کو مُشک کہوں مُشک بُو کہوں
اِن آنسوؤں کو یار سے اک گفتگو کہوں
شُکرِ خُدا ادا کروں "لاتقنطوا" کہوں
ظلمت اندھیری شب کی چراغاں لگے مجھے
جیلر کی چاپ آمدِ جاناں لگے مجھے

خدا حافظ

چہ خوش رخے کہ گرفتار اُو رہا باشد

کیا ہی حسین چہرہ ہے جس کا قیدی آزاد ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہامی مصرعہ

رہا گو سفندانِ عالی جناب

بارگاہِ عالی کی بکریاں رہا ہو گئیں

(بدر ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

اندھیرے اور روشن کرنیں

مکرم پروفیسر میاں محمد افضل

یہ ۱۹۸۴ء کی بات ہے کہ بلندیوں کے متلاشیوں نے ظلمتوں کو پھیلانے کا بیڑہ اٹھایا۔ اس گھٹاٹوپ اندھیرے کی پیداوار وہ تلوار تھی جو بے گناہوں پر برستی رہی اور جس کی کاٹ آج بھی محسوس ہو رہی ہے۔ ظلم کے سائے بڑھتے رہے، تاریکی میں اضافہ ہوتا رہا، اندھیرے زیادہ گہرے ہوتے رہے مگر اس کے باوجود کچھ ایسی روشن کرنیں تھیں جن کی روشنی ان اندھیروں کو چیرتی ہوئی چھن چھن کر نکلتی رہی اور آج بھی یہ روشنیاں جگمگا رہی ہیں۔ کرنیں پھوٹ رہی ہیں اور اندھیرے انہیں دبانے سے عاجز ہیں۔ داستان طویل ہے اور متاثرہ افراد کی لسٹ بڑی لمبی۔ اس لئے فقط ایک سرفروش کی روئداد پر اکتفا کیا جائے گا اور چونکہ شاید آج بھی حقیقتیں برداشت نہ کی جائیں اس لئے اس کہانی کو ایک غیر جانبدار غیر ملکی کی زبانی سنئے جس نے ان ظلم کی داستانوں کا جامع اور معتبر ریکارڈ جمع کیا۔

کینیڈا کے پروفیسر گالبرٹی اپنی کتاب "ضمیر اور تشدد" میں سکھر کی ایک مسجد میں ۱۹۸۵ء میں بم پھینکے جانے والے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

"چشم دید گواہوں کی رپورٹ میں جن سات احمدیوں کا ذکر کیا گیا اُن میں وقوعہ کے وقت ایک کراچی میں تھے اور اسی روز بعد میں سکھر پہنچے جبکہ واقعہ صبح کے ساڑھے چار بجے ہو چکا تھا۔ دوسرے صاحب کسی دوسرے ضلع میں تھے۔ تیسرے ربوہ میں تھے اور چوتھے روہڑی میں۔ قریشی برادران میں سے ایک (محترم پروفیسر ناصر احمد قریشی صاحب اسیرِ راہ مولا) گھر پر تھے جو کہ مسجد سے کچھ فاصلہ پر ہے۔ دوسرے بھائی بجلی گھر (جہاں وہ کام کرتے ہیں) میں موجود تھے۔ ناصر احمد قریشی صاحب ٹیچر ٹریننگ کالج میں پڑھاتے ہیں۔ اس سے قبل وہ گورنمنٹ کالج میں پروفیسر تھے۔ اُن کے بھائی رفیع احمد قریشی تھرمل سٹیشن میں الیکٹریشن ہیں۔"

"یہ واقعہ مارشل لا کے دور میں ہوا۔ حاکم نے انٹیلی جنس کی رپورٹ طلب کی جس کی کچھ تفصیلات احمدی حضرات تک بھی پہنچ گئیں۔ رپورٹ میں یہ نتیجہ نکالا گیا کہ قاتل کوئی بھی ہوں مگر احمدی نہیں ہو سکتے کیونکہ اس قسم کا فعل اُن کے کردار، عقائد اور اعمال سے مطابقت نہیں رکھتا...... مقامی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اپنے طور پر تفتیش کی مگر اس میں بھی "چشم دید" گواہوں کے بیانات کو مشکوک قرار دیا گیا۔ اس پر ایک دوسرے ضلع کے سپرنٹنڈنٹ پولیس کو طلب کیا گیا اور اُن سے کہا گیا کہ ایک ایسی رپورٹ تیار کریں جس کی بنا پر احمدیوں کی پکڑ ہو سکے۔ یہ رپورٹ مارشل لا اتھارٹی کو بھیجی گئی اس نے ساتوں کو پھانسی دینے کی سفارش کی نیز پچاس پچاس ہزار روپیہ جرمانہ بھی تجویز کیا۔ ملٹری کورٹ کا فیصلہ صدر ضیاء الحق کو بھجوایا گیا، جنہوں نے عجیب انداز اختیار کرتے ہوئے سات میں سے دو یعنی قریشی برادران کی سزا قائم رکھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ فرضی چشم دید گواہان کے بیانات کے مطابق بھی بم پھینکنے والے قریشی برادران نہیں تھے۔ بلکہ اُن سات کے جلوس میں، جو بقول گواہان، مسجد میں داخل ہوا یہ دونوں سب سے آخر میں تھے .... اس بم کیس کے کھڑا کرنے کا مقصد محض سارے ملک میں احمدیوں کے خلاف ایجی ٹیشن شروع کرانا تھا جو کہ احمدیوں کے قتلِ عام پر منتج ہوتا۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو سکا تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ پاکستان کے عام شہری احمدیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں.... (کیس ۲۲ دسمبر ۱۹۸۵ء تک مکمل ہو گیا مگر اس کا فیصلہ مارچ ۱۹۸۶ء میں سنایا گیا) فیصلہ کی تاریخ میں ردّ و بدل کیا گیا تا یہ ظاہر کیا جائے کہ یہ مارشل لا دور میں ہی ہوا اور ایسے میں اسے چیلنج کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اگر فیصلہ کی تصدیق مارشل لا کے بعد ہوتی تو اس میں قانونی سُقم رہ جاتا۔"

"میں سکھر جیل میں پروفیسر قریشی (جن کے لئے سزائے موت کا حکم صادر ہو چکا تھا) ملنے گیا۔ مگر سپرنٹنڈنٹ جیل نے مجھے نہایت مہذبانہ مگر سختی سے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ بہر حال چوہدری رحمت ایڈووکیٹ اور لوکل امیر کو اجازت مل گئی۔ انہوں نے بعد میں بتلایا کہ ناصر قریشی صاحب بڑے ہشاش بشاش تھے اور اُن کا حوصلہ بلند تھا۔ انہوں نے اپنے ملاقاتیوں سے کہا 'میں بے گناہ ہوں لیکن اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ میں مامورِ وقت کو ماننے اور احمدی ہونے کی وجہ سے اپنی جان قربان کروں تو میں اُس کی رضا پہ راضی ہوں۔ مجھے اپنے افرادِ خانہ (اُن کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں) سے جُدا ہونے کا قلق ضرور ہے لیکن مجھے اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ ہے'۔"

"پروفیسر قریشی کی جیل کا سٹاف اور دوسرے قیدی بہت عزّت کرتے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ اُن کو ناحق اس کیس میں ملوث کیا گیا ہے۔ جب رحمت نے اُن سے پوچھا کہ وہ اُن کی کیا مدد کر سکتے ہیں تو قریشی صاحب نے فقط ایک فرمائش کی۔ 'میرا سلام امامِ جماعت کو پہنچا دیں اور اُن سے میری طرف سے درخواستِ دُعا کریں'۔" (کتاب کا اقتباس یہاں پہ ختم ہوتا ہے)

یہ ہیں اسیرانِ راہ مولا! اُن کے حوصلے آج بھی بلند ہیں اگرچہ اُن کو پھانسی کی کوٹھڑیوں میں مقید کیا گیا اور اُنہیں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ وہ ہمّت، حوصلہ اور توکل علی اللہ کا شاندار نمونہ پیش کرتے ہیں۔ یہ روشن ستارے اندھیروں میں گھرے ہونے کے باوجود چمک رہے ہیں، نہ اُن کے چہرے پر گردِ ملال ہے نہ اُن کے حوصلے پست ہیں۔ اندھیرے ان روشن کرنوں کو ڈھانپ نہیں سکے وہ آج بھی منور ہیں۔ تاباں و درخشاں!

یہ مضمون لکھنے کا محرک محترم قریشی صاحب کا ایک خط ہے جو حال ہی میں راقم کو موصول ہوا۔ جی چاہا کہ ایسے حوصلہ مند اور متوکل بھائی کے الفاظ (جو مصیبت میں ہونے کے باوجود باہر والوں کو حوصلہ کا سبق دے رہا ہے) قارئین تک پہنچاؤں نیز جس حقیقت کا انہوں نے انکشاف کیا ہے وہ بھی احباب تک پہنچ جائے۔

باقی صفحہ نمبر ۲۴ پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

رہِ مولیٰ کے اسیرو!

منظوم کلام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جو ۲۸ جولائی ۱۹۹۱ء بروز اتوار جلسہ سالانہ برطانیہ کے آخری اجلاس میں پڑھا گیا

جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے
شاید کہ یہ آغوشِ جُدائی میں پلا ہے

غم دے کے کسے فکرِ مریضِ شبِ غم ہے
یہ کون ہے جو درد میں رس گھول رہا ہے

یہ کس نے مرے درد کو جینے کی طلب دی
دل کس کے لئے عمرِ خضر مانگ رہا ہے

ہر روز نئے فکر ہیں ہر شب ہیں نئے غم
یا رب یہ مرا دل ہے کہ مہمان سرا ہے

ہیں کس کے بدن دیس میں پابندِ سلاسل
پر دیس میں اِک رُوح گرفتارِ بلا ہے

کیا تم کو خبر ہے رہِ مولا کے اسیرو!
تم سے مجھے اک رشتۂ جاں سب سے سوا ہے

آجاتے ہو کرتے ہو ملاقات شب و روز
یہ سلسلۂ ربطِ بَہَم صبح و مَسا ہے

اے تنگئ زنداں کے ستائے ہوئے مہمان
وا چشم ہے۔ دل باز۔ درِ سینہ کھلا ہے

تم نے مری جَلوَت میں نئے رنگ بھرے ہیں
تم نے مری تنہائیوں میں ساتھ دیا ہے

تم چاندنی راتوں میں مرے پاس رہے ہو
تم سے مری نقرئی صبحوں میں ضیا ہے

کس دن مجھے تم یاد نہیں آئے مگر آج
کیا روزِ قیامت ہے کہ اک حَشر بپا ہے

یادوں کے مسافر ہو تمناؤں کے پیکر
بھر دیتے ہو دِل پھر بھی وہی ایک خلا ہے

سینے سے لگا لینے کی حسرت نہیں مٹتی
پہلو میں بٹھانے کی تڑپ حد سے سوا ہے

یا ربّ یہ گدا تیرے ہی در کا ہے سوالی
جو دان ملا تیری ہی چوکھٹ سے ملا ہے

گُم گشتہ اسیرانِ رہِ مولیٰ کی خاطر
مدّت سے فقیر ایک دُعا مانگ رہا ہے

جس رہ پہ وہ کھوئے گئے اس رہ میں گدا ایک
کشکول لئے چلتا ہے لب پہ یہ صدا ہے

خیرات کر اب اِن کی رہائی میرے آقا
کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے

میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
میں تیرا ہوں تو میرا خدا میرا خدا ہے

دل جن کو ڈھونڈتا ہے وہ پیارے کب آئیں گے

عمر قید پانے والوں میں سے دو اسیرانِ راہِ مولیٰ

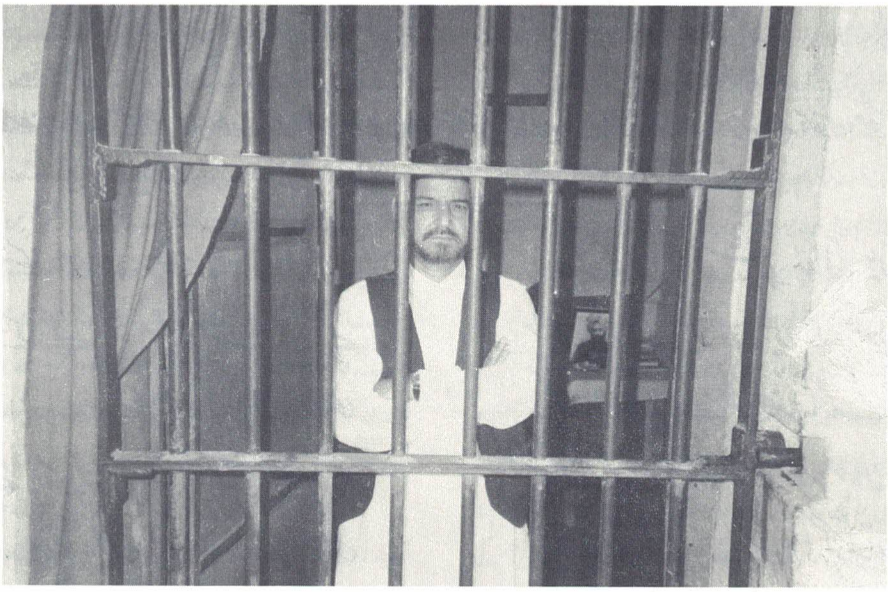

مکرم پروفیسر ناصر احمد قریشی ۔ سنٹرل جیل سکھر

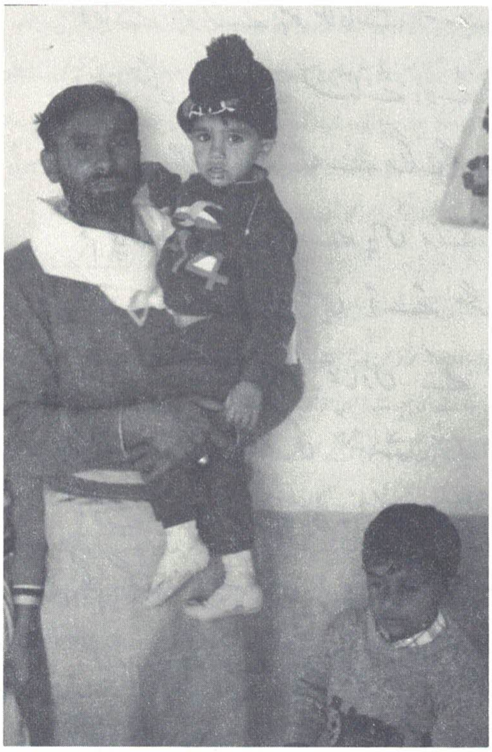

مکرم محمد الیاس منیر، مربی سلسلہ ۔ فیصل آباد جیل

جو دور ہیں وہ پاس ہمارے کب آئیں گے
دل جن کو ڈھونڈتا ہے وہ پیارے کب آئیں گے
ہر دم لگی ہوئی ہے سرِ راہ پر نظر
آخر ہماری آنکھ کے تارے کب آئیں گے

(دُرِّ عدن)

ادارہ کی خواہش تھی کہ ملٹری کورٹ سے سزائے موت پانے والے تمام شیرِ احمدیت کی تصاویر شائع کی جائیں۔ ہم تک جو تصاویر پہنچ پائیں اُن کو شاملِ اشاعت کر دیا گیا ہے۔

مربی سلسلہ محترم محمد الیاس منیر کی روح پرور

داستان اسیری

مرسلہ: محمد اسمٰعیل منیر

اسیر راہ مولیٰ محمد الیاس صاحب منیر مربی سلسلہ ساہیوال ابن مکرم محمد اسمٰعیل صاحب منیر سیکریٹری حدیقۃ المبشرین ربوہ ۲۶؍اکتوبر ۱۹۸۴ء کو مسجد احمدیہ ساہیوال میں کلمہ کی حفاظت کے جرم میں قید ہوئے۔

۱۹۸۵ء میں ان براداران کے چھ ساتھیوں پر ملتان میں ملٹری کورٹ نمبر ۲۶ کے چیئرمین کرنل منیر محمود نے اپنے دو ساتھیوں سمیت مقدمہ کی سماعت شروع کی اور جون ۱۹۸۵ء میں فیصلہ لکھا اور ان کے لئے بھی سزائے موت تجویز کی حالانکہ یہ تو موقعہ واردات پر موجود ہی نہ تھے اپنے کوارٹر میں نماز تہجد کے بعد اپنے چھوٹے بچے کو بہلا رہے تھے تا اس کی امّی نفل ادا کر لے۔

اکتوبر ۱۹۸۵ء کو جنرل غلام جیلانی مارشل لا ایڈمنسٹریٹر زون A (گورنر پنجاب) نے اس حکمنامہ پر نظر ثانی کرنے کا حکم دیا اور لکھا کہ یہ مقدمہ دفعہ نمبر ۳۰۲ کی بجائے دفعہ نمبر ۳۰۴ (دفاع میں اقدام قتل) کا ہے اس لئے کورٹ اس پر دوبارہ غور کرے اور مشکوک شہادتوں پر جو سزا تجویز کی گئی ہے وہ کم کر کے قانون کے مطابق سزا تجویز کی جائے۔ مگر خلاف توقع ۱۶؍فروری ۱۹۸۶ء کو ڈپٹی کمشنر صاحب نے سنٹرل جیل ساہیوال میں آکر مکرم محمد الیاس صاحب منیر کو سزائے موت کا حکم ہی سنایا جس پر ان کے تاثرات یوں رقم ہوئے ہیں۔

"میں جب مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوا تو میرے ارد گرد نمبردار کھڑے تھے۔ اس مجسٹریٹ نے میرا نام پتہ پوچھا اور تصدیق کی کہ واقعی میں وہی ہوں جو انہیں یہاں مطلوب ہوں۔ اس کے بعد کہنے لگے۔

'تمہیں ملٹری کورٹ نے موت کی سزا سنائی ہے'۔

اس نے ابھی فقرہ مکمل نہ کیا تھا کہ میں جو بے یقینی کے عالم میں تھا پوری طرح قائم ہو گیا۔ میں نے کہا بہت اچھا اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ

'تمہیں دس ہزار روپیہ جرمانہ بھی کیا گیا ہے جو تم مرنے والوں کے ورثاء کو ادا کرو گے۔ تم اس فیصلہ پر رحم کی اپیل ۳۰ دن کے اندر اندر صدر پاکستان کو کر سکتے ہو'۔

اس کی بات ختم ہوئی تو میری زبان پر الحمد للہ کا ورد جاری ہو گیا۔ یہ چند لمحات میرے لئے ایسے عجیب تھے کہ میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ میرے جسم میں ایسی لہر دوڑ گئی کہ مکمل سکون ہو گیا اور میرے ذہن پر یہ خیال چھا گیا کہ یہ میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔ میرے جسم کا ذرہ ذرہ اور میرے ذہن کا خلیہ خلیہ جانتا تھا کہ یہ سزا سراسر غلط ہے۔ یہ فیصلہ سراسر بہیمت ہے۔ اس وجہ سے مجھے اس کی ذرہ برابر بھی پروا محسوس نہ ہوئی بلکہ میری کیفیت کسی شاعر کے مطابق یہ تھی ؎

تجھ کو ظالم میرے ناکردہ گناہوں کی قسم
اور بھی دے دے اگر اور سزا باقی ہے

...... ۱۵؍فروری ۱۹۸۷ء کو ان کی نظر ثانی کی درخواست کو صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے ردّ کرتے ہوئے اپنے دستخطوں سے جیل کو حکم نامہ بھجوا دیا تا جلدی سزائے موت کی تکمیل ہو جائے مگر جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

قید کے دن

"پندرہ دن ہم نے حوالات میں خدا خدا کر کے گزارے کبھی زندگی بھر چلنے پھرنے کے لحاظ سے اتنے محدود نہ ہوئے تھے۔ ہر روز بیشمار سائیکل چلانا چلنا پھرنا اور ایک دم بالکل ہی چند گزوں تک اپنی زندگی کے تمام معمولات محدود ہو کر رہ گئے۔ اس لحاظ سے بڑا عجیب اور مشکل تجربہ تھا پھر اس پر مستزاد حوالات کی لیٹرین! گند اور بدبو اور حوالات کے باہر تھانہ کے اندر پولیس کے کیا افسران اور کیا ماتحت عملہ کے موہنوں سے بکا جانے والا گند بات بات پر دو دو من کی گالیاں۔ ایسی گالیاں آج تک نہ سنی تھیں۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے انتہائی مشکل میں وقت گزرا۔ پانی محدود تھا۔ دن میں صرف ایک دفعہ منہ دھونے کا موقع ملتا اور پانچوں وقت تیمم سے کام چلاتے اور سلاخوں کے درمیان سے کھانا پکڑ کر کھاتے گویا ہماری بالکل وہی کیفیت تھی جو کسی شاعر نے بیان کی ہے ؎

زندہ رکھا مگر زندگی چھین لی
بے خطا تو نے میری خوشی چھین لی
چُپ کہاں تک رہوں صاف کیوں نہ کہوں
میری خوشیوں سے تُو جل گیا

لیکن اس سب کچھ کے باوجود ہمیں اپنے مولا کی طرف سے ہر حالت پر خوش رہنے کی توفیق بھی ملی۔ ہمیں کوئی افسوس نہیں تھا اور ہوتا بھی کیوں؟ جبکہ ہمارا ضمیر بالکل مطمئن تھا بالکل صاف تھا۔

ہتھکڑی

یہ میری زندگی کا سب سے پہلا واقعہ تھا بلکہ ہم میں سے ہر ایک کا کہ ہمارے ہاتھوں کو دین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیور پہننا نصیب ہوا۔ گو اس سے پہلے ہتھکڑی کا تصوّر بھی نہ کیا تھا اور مطابق دستور اسے ہم بُرا سمجھتے تھے مگر اب ایسا کوئی احساس نہ تھا بلکہ بڑے خوش ہو کر (کم از کم میں نے) ہتھکڑی لگوائی۔ زندگی کا یہ پہلا تجربہ بڑا خوشگوار محسوس ہوا۔ ہماری زبانیں اُس وقت بڑی تیزی سے اس دُعا کا ورد کر رہی تھیں۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ہمیں یقین تھا کہ اب ہمیں یہ جس جگہ لے جا رہے ہیں وہاں پر ہم پر تشدد سے یا اور ذرائع سے تفتیش کریں گے۔ ہم اپنے جسموں کو تشدد کے لئے بالکل تیار کئے ہوئے تھے۔ اس لئے ہماری بس یہی دعا تھی کہ خدا ہمیں استقامت

دے اور بشاشت کے ساتھ ہر نوع کے تشدد کو برداشت کرنے کی توفیق دے۔

بیڑیاں

ایک لوہار صاحب بیڑیاں اور اپنے اوزار اٹھائے یہاں آ گئے اور بیڑیوں کو تیار کر کے ہمیں بلایا۔ سب سے پہلے خدا کے فضل سے میں آگے ہوا اور میرے پاؤں بیڑیوں سے جکڑ دیے گئے لیکن خدا کی قسم عجیب لطف و سرور محسوس ہوا۔ حضرت سیّد عبد اللطیف صاحب شہیدؓ یاد آ گئے۔ میرا بیڑی کے متعلق پرانا یہ تاثر تھا دیکھی تو نہ تھی کہ اسے کمر میں بھی Fix کرتے ہیں چنانچہ اسی وجہ سے جب لوہار میرے پیروں میں اُسے Fix کر چکا تو میں نے کہا اوپر! تو کہنے لگا نہیں اوپر تو کچھ نہیں کرتے۔ چنانچہ اُس وقت مجھے بہت حد تک تسلی ہوئی کہ چلو اُٹھ بیٹھ تو سکیں گے۔

۱۸ر فروری ۱۹۸۷ء کو ہماری رِٹ پر لاہور ہائی کورٹ کے دو ججوں فضل کریم صاحب لون اور مرزا محمود احمد صاحب نے سزائے موت کے خلاف STAY ORDER دے دیا جس کی مفصل رپورٹ کراچی کے اخبار DAWN ۱۹ فروری ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی کہ کس طرح احمدیہ مسجد ساہیوال پر حملہ کرنے والے تیس پینتیس غنڈے مولویوں کو تو آزاد کتوں کی طرح بھونکنے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے اور اپنا دفاع کرنے والوں جن کو دنیا کا ہر قانون بھی تحفظ دیتا ہے سزائے موت دی جا رہی ہے۔ صرف مذہبی تعصب اور عناد کی بنیاد پر جنرل ضیاء الحق نے بار بار اعلان کیا کہ ساہیوال کے احمدیوں کو بہر حال سزا دی جائے گی جس پر دنیا نے ایک بار پھر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے الہام

اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ

کو کمال شان سے پورا ہوتے دیکھا کہ دشمن احمدیت جو جماعت احمدیہ کو CANCER قرار دے کر اُسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا اعلان لندن کی تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں کروا چکا تھا، خود حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اعلان مباہلہ مجریہ ۱۰ر جون ۱۹۸۸ء کا نشانہ بن گیا اور ۱۷ر اگست ۱۹۸۸ء کو بہاولپور کے آسمانوں میں اس کا محفوظ ترین ہوائی جہاز C-130 اس کے اور اس کے تیس اہم ترین ساتھیوں سمیت آگ کے شعلوں کی نذر ہو گیا اور آج تک دنیا ؎

"کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغ دعا آج بھی اِذن ہو گا تو چل جائے گی!!"

کا نظارہ مشاہدہ کر رہی ہے اور ابھی تک اس حادثہ کی وجہ کا بھی پتہ نہیں چل رہا۔ پھر دسمبر ۱۹۸۸ء میں پاکستانی جیلوں نے صداقت احمدیت کا ایک اور نشان دیکھا کہ ہمارے چار قیدیوں کے ساتھ دو ہزار سے زائد سزائے موت کے منتظر قیدیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک عاجز بندے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعا ؎

اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھا موت آ بھی گئی تو ٹل جائے گی

کو قبول فرماتے ہوئے موت کی کال کوٹھڑیوں سے نکال دیا گیا۔

تازہ ترین قانونی صورت حال یہ ہے کہ ہماری رِٹ جو ۱۸ر فروری ۱۹۸۷ء کو لاہور ہائی کورٹ میں سماعت کے لئے منظور ہوئی تھی۔ سپریم کورٹ کے حکم کے مطابق ہائی کورٹ کے ایک خصوصی ڈویژنل بنچ نے سماعت شروع کرنی ہے۔ مگر چار سال گزرنے پر بھی سماعت شروع نہیں ہو سکی۔ حالانکہ ایمنسٹی انٹرنیشنل اور دوسری ہیومن رائٹس ایسوسی ایشنوں نے دنیا بھر سے اپیلیں کی ہیں۔ بظاہر حالات حکومت پاکستان اور ہائی کورٹ کے جلدی فیصلے کے نہیں لگتے۔ مگر دعاؤں کے نتیجہ میں معجزالنشان ہم ضرور دیکھیں گے کہ ؎

"قادر وہ بارگاہ ٹوٹا کام بنا دے"

سات سال جیل میں گزارنے کافی مشکل ہیں (اور ابھی آئندہ کا کچھ پتہ نہیں) تاہم اس کی خبر اللہ تعالیٰ نے مکرم محمد الیاس صاحب منیر کو ۱۹۸۴ء میں یوں دے دی تھی یعنی قید کی ابتداء میں ہی۔

"ایک خاص بات ان ایام کی یہ ہے کہ اس دوران طبیعت میں شدید ہیجان رہا کہ مولیٰ یہ کیا ہو رہا ہے ہم نے آخر کیا قصور کیا ہے۔ اس طرح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا یہ شعر بڑی کثرت سے وردِ زبان رہا کہ ؎

مولیٰ سموم غم کے تھپیڑے پنہ پنہ
اب انتظام دفع بلیات چاہیئے

علاوہ ازیں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر کے الفاظ میں بڑی زور اور کثرت سے دعا کی کہ ؎

جلد آ پیارے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی
دے شربت تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

ایک روز مغرب کی نماز کے دوران سجدہ میں "جلدی" کے مفہوم پر مشتمل بڑے جوش سے دعا کر رہا تھا اور سارے جسم میں سخت ارتعاش تھا اور بڑا جوش تھا کہ اچانک میرے دل کے ساتھ لَاتَسْتَعْجِلُوْا لَاتَسْتَعْجِلُوْا کے الفاظ بڑی تیزی کے ساتھ ٹکرائے اور ایک دم میرے جسم پر سکتہ طاری ہو گیا سارے جسم میں ٹھہراؤ آ گیا اور یہ میری دل کی آواز تھی یا میرے خیالات کے برعکس صورت تھی جو خدا نے میرے سمجھانے کے لئے پیدا کی میری زندگی میں ایسا پہلی مرتبہ ہوا میں نے بالکل پُر سکون ہو کر نماز پڑھی اور وہ دن اور آج کا دن میں نے "جلدی" کے الفاظ اور اس کے مفہوم سے حتی المقدور پوری پوری احتیاط کی ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی اُس کے بعد یہی کہا ہے کہ جلدی طلب نہ کرو اور اپنی دعاؤں سے جلدی کے الفاظ نکال دو یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اعقل کل ہے وہ حکمت بالغہ کا مالک ہے اور ہم نادان جاہل بندے اُس کی مصلحتوں اور اُس کی قدرتوں کو کیا سمجھیں۔ انہوں نے ہماری بھلائی اور ترقی کا جو منصوبہ سوچ رکھا ہے وہ ہمارے لئے انتہائی مفید ہونے کے ساتھ ساتھ نامعلوم کتنا طویل ہے اس لئے ہمیں اُس کے منصوبوں میں دخل نہیں دینا چاہیئے بلکہ عاجزی کے ساتھ اور پوری فرمانبرداری کے ساتھ اپنے عہد وفا کو نباہتے چلے جانا چاہیئے۔

اسی طرح جیل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی اور آنے والے حالات نے ثابت کر دکھایا کہ ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے"

آپ نے اپنی ڈائری ماہ دسمبر ۱۹۸۵ء میں جو لکھا عین اُس کے مطابق سانپ (دشمن) نے آپ کو دو دفعہ ڈسا پہلی مرتبہ ۱۹ر فروری ۱۹۸۶ء کو جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان کا حکم سزائے موت کا سنایا گیا ہے اور دوسری مرتبہ ۱۵ر فروری ۱۹۸۷ء کو جنرل ضیاء الحق نے نظر ثانی کی درخواست کو مسترد کر کے جیل والوں کو سیدھا ہی حکمنامہ بھجوا دیا تا سزائے موت پر عمل درآمد ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسیران کو محفوظ رکھا مگر ان کا دشمن ۱۷ر اگست ۱۹۸۸ء کو خواب کے آخری حصہ کے مطابق زمین کی بجائے آسمان پر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

واقعہ ساہیوال کی رپورٹ

امیر جماعت احمدیہ - ساہیوال

۲۶ اکتوبر ۱۹۸۴ء صبح ۴ بجکر ۴۵ منٹ کے قریب ۳۰/۳۵ افراد نے جو جماعت احمدیہ کے مخالف دینی مدرسہ جامعہ رشیدیہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے باقاعدہ مشورہ کر کے جماعت احمدیہ ساہیوال کی مسجد پر حملہ کیا۔ مسجد کے دروازہ کے اوپر تحریر کردہ کلمہ طیبہ اور آیات قرآن پاک کو مٹا دیا۔ کچھ خدام اس وقت مسجد احمدیہ کے علاقہ میں موجود تھے۔ خادم مسجد نے ان حملہ آوروں کو روکنے کی کوشش کی جس میں ناکامی پر خادم مسجد نے پہلے اپنی لائسنس والی بارہ بور بندوق سے ہوائی فائر کیا اور بعد میں ۲ فائر حملہ آوروں پر کئے جس کے نتیجہ میں ۲ حملہ آور ہلاک ہو گئے۔ اس واقعہ کی اطلاع خاکسار (ڈاکٹر کیپٹن عطاء الرحمٰن امیر جماعت احمدیہ ساہیوال) کو گھر پر بذریعہ فون کی گئی۔ خاکسار اسی وقت مسجد میں پہنچ گیا۔ اس وقت متعلقہ پولیس افسران سے رابطہ کی کوشش کی گئی جس میں ناکامی پر ہم دوبارہ اپنی مسجد میں آ گئے S.H.O صاحب تھانہ A ڈویژن اور D.S.P صاحب وہاں موجود تھے۔ ان کو سارا واقعہ بتایا گیا اور موقعہ دکھایا گیا۔ انہوں نے گواہوں کے متعلق دریافت کیا جو خدام وغیرہ اس روز بیت الحمد میں ڈیوٹی پر تھے ان کے نام بتائے گئے۔ دونوں ہلاک شدگان کی لاشیں پوسٹ مارٹم کے لئے ہسپتال روانہ کر دی گئیں۔

بارہ بجے دوپہر کے قریب S.H.O صاحب دوبارہ آئے اور کہنے لگے ڈی آئی جی پنجاب اور کمشنر صاحب ملتان سے آئے ہیں اور گواہان سے مل کر حالات دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا گواہان کو ان کے ہمراہ بھیجا جائے۔ ہم نے اپنی شرافت اور ایمانداری کی وجہ سے اپنے تمام گواہان کو اُن کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ بعد میں اُن سب کو ملزم بنا لیا گیا۔

پولیس والوں نے اس کے بعد ہمیں اپنے ان افراد کو ملنے نہیں دیا جن کو وہ بطور گواہ لے گئے تھے۔ اسی رات انہوں نے ان گواہان کے علاوہ ۲ اور افراد کو (چوہدری محمد اسحاق صاحب اور ملک محمد الیاس صاحب) کو اُن کے گھروں سے گرفتار کر لیا

مخالف مولوی صبح ۵ بجے سے قبل ہونے والے وقوعہ کا کیس ۱۸ گھنٹے کے بعد رات کو رجسٹر کروانے آئے تھے رات تک ہمیں کچھ پتہ نہ چل سکا کہ کیس میں کس کس احمدی کو ملوث کیا گیا ہے۔ تو تجویز ہوئی کہ صبح ہی جناب آئی جی صاحب پولیس کی خدمت میں لاہور جا کر ان کے ذریعہ سے پتہ کیا جائے۔ آئی جی صاحب نے ایس۔ پی صاحب ساہیوال کو ٹیلیفون کیا کہ ساہیوال مسجد کیس میں ملزمان کون کون سے ہیں۔ ایس پی صاحب نے آئی جی صاحب کو ٹیلیفون پر نام لکھائے جو آئی جی صاحب نے خاکسار کو دے دئے جو کہ مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔۔۔ رانا نعیم الدین صاحب
۲۔۔۔ مولوی الیاس منیر صاحب
۳۔۔۔ ملک محمد الدین صاحب
۴۔۔۔ عبد القدیر صاحب
۵۔۔۔ محمد حاذق رفیق طاہر صاحب
۶۔۔۔ نثار احمد صاحب
۷۔۔۔ لطف الرحمٰن صاحب
۸۔۔۔ پروفیسر محمد طفیل صاحب
۹۔۔۔ چوہدری محمد اسحاق صاحب
۱۰۔۔۔ چوہدری حفیظ الدین صاحب
۱۱۔۔۔ چوہدری شاہد نصیر صاحب

چوہدری حفیظ الدین صاحب اور چوہدری شاہد نصیر صاحب دونوں وکلاء ہیں ان کو کیس میں ملوث کئے جانے پر وکلاء نے شدید احتجاج کیا اور تقریباً ۹۱ وکلاء نے اپنے دستخطوں کے ساتھ مجاز افسران کو اپنا احتجاج نامہ تحریر کیا۔

لطف الرحمٰن صاحب اور پروفیسر محمد طفیل صاحب گرفتار نہ ہو سکے اور ملک سے باہر چلے گئے۔ پولیس دوران تفتیش ملزمان کو مختلف مقامات پر منتقل کرتی رہی اور اُن پر تشدد بھی کرتی رہی۔ خاص طور پر رانا نعیم الدین صاحب پر زیادہ تشدد کیا گیا۔ ان سے پولیس یہ بیان لینا چاہتی تھی کہ چونکہ تم اپنے خلیفہ (حضرت مرزا طاہر احمد صاحب) کے باڈی گارڈ رہے ہو تو ضرور تم کو انہوں نے یہاں بھیجا ہو گا کہ تم یہ کام کرو اور مقامی امیر نے تم کو صرف اس لئے یہاں مسجد میں تعینات کیا ہو گا کہ تمہارے پاس بارہ بور بندوق اور ریوالور کا لائسنس ہے۔ مکرم رانا نعیم الدین صاحب نے ہر دفعہ یہی کہا کہ امام جماعت احمدیہ کو تو میری اس جگہ پر تعیناتی کا بھی علم نہیں ہے میں کافی عرصہ سے ان کے باڈی گارڈ کی ڈیوٹی سے فارغ ہو گیا ہوا ہوں۔ تعیناتی کرتے وقت امیر صاحب ساہیوال کو بھی یہ علم نہیں تھا کہ میرے نام کوئی لائسنس والی بارہ بور بندوق یا ریوالور ہے۔

پولیس والے نہ تو جماعت احمدیہ کے ذمہ عہدیداران کو F.I.R کی نقل دیتے تھے نہ ہی POSTMORTAM REPORTS کی نقل دیتے تھے اور نہ ہی ہمیں ملزمان سے ملاقات کرنے دیتے تھے۔

پولیس نے اس سلسلہ میں صحیح طور پر تفتیش نہیں کی۔ نہ ہی انہوں نے ان رکشہ والوں کا سراغ لگایا جو حملہ آوروں کو لے کر آئے تھے اور نہ ہی پولیس نے جامعہ رشیدیہ اور پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ کے طلباء کے بارہ میں یہ پتا کیا کہ ان میں سے کون کون سے زخمی ہیں اور کون کون غیر حاضر ہیں کیونکہ بارہ بور کی بندوق کے چھرے کئی ایک کو ہلاک شدگان کے علاوہ بھی لگے ہوں گے۔ اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے پولیس نے کیس کو مارشل لا عدالت میں بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ ہمارے ایک مخلص اور مہربان دوست لیفٹیننٹ کرنل سید مختار حسین شاہ صاحب نے جواب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، مارشل لا سب ایڈمنسٹریٹر S.M.L.A ملتان کو D.O تحریر کی کہ اس کیس کو مارشل لا عدالت میں نہ چلایا جائے۔ انہوں نے یہ تحریر کیا کہ میں اس شہر کا رہنے والا ہوں میرے علم میں سارے حالات ہیں، صرف ایک شخص نے کارروائی کی ہے۔ اگر مولوی صاحبان کو خوش کرنے کے لئے بے انصافی کی گئی تو یہاں کی پبلک فوج پر لعن طعن کرے گی اور اگر انصاف کیا گیا تو مولوی فوج کے خلاف خطبے دیں گے اور تقاریر کریں گے۔ تقریباً اس مضمون کی ایک D.O انہوں نے گورنر صاحب پنجاب لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی خان جو کہ مارشل لا ایڈمنسٹریٹر تھے (M.L.A)

اور عدالت مارشل لا انہی کے حکم سے بنائی گئی تھی کو دی جس کا گورنر صاحب پر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا اثر ہوا جو کہ گورنر صاحب کے مارشل لا عدالت کے پہلے فیصلہ پر تبصرہ سے عیاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزاء خیر دے اور برکتوں اور رحمتوں سے نوازے۔

بہرحال کیس کو مارشل لا کورٹ نمبر ۲۱ ملتان میں دائر کر دیا گیا جہاں پر مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے عدالت نے سزائے موت سنادی۔ عدالت ایک لیفٹیننٹ کرنل، ایک میجر اور ایک مجسٹریٹ سیکشن ۳۰ پر مشتمل تھی سزا کی جو سنائی گئی نقل لف ہذا ہے فیصلہ پر گورنر صاحب نے جو کہ M.L.A بھی تھے شدید تنقید کی اور حکم دیا کہ عدالت دوبارہ منعقد کی جائے اور کوئی تیسرا شخص نہ ہو اور کیس پر دوبارہ غور کرے۔ پہلے فیصلہ کو ہرگز ہاتھ نہ لگائیں۔ یعنی کوئی کانٹ چھانٹ نہ کریں اور غور کے بعد دوبارہ فیصلہ نئے فارموں پر تحریر کریں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس تنقید کی اطلاع مخالف فریق کو ہو گئی اور قیاس ہے کہ وہ اُس وقت کے صدر پاکستان اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر C.M.L.A جنرل ضیاء الحق کے پاس گئے اور ان سے عدالت کے نام احکامات بھجوائے۔ جس سے متاثر ہو کر عدالت نے دوسرا فیصلہ اُس سے بھی بدتر اور زیادہ سخت سنایا۔ دونوں فیصلوں کی کاپیاں لف ہذا ہیں۔ پہلے فیصلہ میں ۲ افراد کو سزائے موت ۴ افراد کو ۷ سال قید سخت اور ایک فرد بری قرار دیا گیا۔

دوسرے فیصلہ میں ۱۲ افراد کو سزائے موت، ۴ افراد کو ۲۵ سال قید سخت اور ساتھ جرمانہ اور ایک شخص کو بری کر دیا گیا۔ دوسرے فیصلہ پر M.L.A کے ریمارکس کا ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔ یقیناً انہوں نے اس پر شدید تنقید کی ہوگی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جب تک گورنر صاحب ریٹائر نہیں ہو گئے اُس وقت تک دوسرے فیصلہ کا اعلان کیا گیا حتیٰ کہ اس وقت تک مارشل لا بھی ختم ہو چکا تھا۔ جب فیصلہ کا اعلان ہوا۔ یعنی ۱۴ر فروری ۱۹۸۶ء کو جیل میں بھی ہمارے اسیران راہ مولا سے کوئی اچھا سلوک نہیں کیا گیا۔ کئی دفعہ ان کو بلاوجہ ہی بیڑیاں وغیرہ لگادی گئیں اور ایسی بیرکوں میں تبدیل کر دیا گیا جہاں ملاقات کی اجازت نہیں ہوتی۔ جماعت احمدیہ مقدور بھر کوشش کرتی رہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اسیران کو سہولت مہیا کی جائے۔ ان کو ہر وہ چیز جس کی جیل میں دینے کی اجازت ملی باافراط پہنچادی گئیں۔ کپڑے، فروٹ، سبزیاں، گوشت، چائے، چینی، صابن ہر قسم، برف، مشروبات اور کئی دفعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے ٹافیاں اور دیگر مٹھائیاں اور مشروبات کی بوتلیں لندن سے بھیجی گئیں۔ ہر عید کے موقع پر اسیران راہ مولیٰ اور ان کے لواحقین کو تازہ مٹھائی، تازہ فروٹ حضور کے فرمان پر مہیا کئے گئے۔

ساہیوال کے اسیران میں سے ایک اسیر راہ مولیٰ محمد حاذق رفیق طاہر اپنے والدین کے ساہیوال سے راولپنڈی نقل مکانی کر جانے کی وجہ سے راولپنڈی تبدیل کر دیئے گئے۔ ایک اسیر راہ مولا مکرم مولانا الیاس منیر صاحب اپنی خواہش کے مطابق فیصل آباد سنٹرل جیل میں تبدیل ہو گئے۔ جہاں ان کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور وہ دینی تعلیم جاری رکھ سکے اور بعض امتحانات بڑے اعلیٰ نمبر لے کر پاس کئے۔ اللہ تعالیٰ بابرکت کرے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان سب کی جلد باعزت رہائی کے سامان ہو جائیں۔

لف ہذا

۱۔۔۔ مارشل لا عدالت کا پہلا سزا کا حکم۔

۲۔۔۔ گورنر صاحب پنجاب M.L.A کی طرف سے دوبارہ غور کر کے فیصلہ سنانے کا حکم۔

۳۔۔۔ دوبارہ غور کے بعد مارشل لا عدالت کا فیصلہ۔

۴۔۔۔ صدر پاکستان اور C.M.L.A کی طرف سے کنفرمیشن (جس پر خاص طور پر کوئی تاریخ نہ دی گئی شاید مارشل لا ختم ہو جانے کی وجہ سے۔

۵۔۔۔ نقل D.O مکرم سید مختار حسین شاہ صاحب۔

مکرم ملک محمد دین اسیر راہ مولیٰ کے حالات زندگی

میرے والد محترم ملک محمد دین صاحب ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس تھہ غلام نبی (تحصیل و ضلع گورداسپور) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام فقیر علی تھا۔ آپ حافظ حامد علی کے چھوٹے بھائی تھے، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادم تھے۔ آپ حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ (سابق امیر جماعت قادیان) کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ والد صاحب نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ پہلے بجلی کے محکمہ میں ملازمت کی لیکن بعد میں پولیس میں چلے گئے۔ دوران ملازمت لاہور، سیالکوٹ اور آخر میں ساہیوال میں رہے اور یہیں سے ریٹائر ہوئے۔

آپ کی دو شادیاں تھیں پہلی بیوی فوت ہو گئیں تو دوسری شادی حمیدہ سلطانہ بنت محمد شریف صاحب ٹی ٹی آئی کے ساتھ ہوئی۔ شادی کے لئے جب ہمارے نانا محمد شریف صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیٹی کے رشتہ کے متعلق مشورہ مانگا تو حضور نے فرمایا کہ آپ محمد دین سے شادی کر دیں۔ آپ کے حکم کے مطابق آپ کی شادی ملک صاحب سے ہو گئی۔

ملازمت کے بعد ساہیوال میں قیام پذیر ہوئے کچھ رقبہ بھکر میں تھا اُس کی دیکھ بھال بھی خود کرتے تھے۔ ساہیوال کے واقع کے دن ٹوبہ سے ساہیوال آئے تھے۔ اُسی دن صبح واقع ہوا۔ خدا تعالیٰ نے اُن کو خدمت دین کے لئے چن لیا۔ واقع سے قبل آپ غیر متوقع طور پر مجھ سے صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کی کتاب لے کر بار بار پڑھتے تھے۔ آج یوں محسوس ہو رہا ہے کہ مولیٰ کریم نے اُن کو ذہنی اور جسمانی طور پر پہلے سے تیار کر رکھا تھا۔ اسیری کے پہلے دن سے لے کر آج تک بڑی ہمت اور حوصلہ کا مظاہرہ کیا بلکہ ہمیں بھی صبر کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

آپ کی زوجہ (حمیدہ سلطانہ) ہماری امی اسیری کے دوران ہی فوت ہو گئیں۔ تب بھی آپ نے بغیر کسی شکوہ کے بڑے حوصلہ کے ساتھ اُسے قبول کیا۔ سب کو صبر کی تلقین کی۔

آپ کے دو بیٹے نعیم الدین، معین الدین اور چار بیٹیاں ہیں امۃ المنان، سعادت کوثر، امۃ الرفیع، امۃ الصبوح۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسی دوران آپ کی بیٹی امۃ الرفیع جن کی شادی سلیم لطیف ملک ننکانہ صاحب سے ہوئی ہے اور وہ امیر جماعت ننکانہ تھے۔ غیر از جماعت لوگوں نے مکان جلایا اور مالی نقصان پہنچایا۔ آپ نے جس حوصلہ اور ہمت کا مظاہرہ کیا وہ قابل رشک تھا۔

سعادت کوثر بنت ملک محمد دین صاحب زوجہ ملک مجید احمد صاحب ۔۔۔ ساہیوال

اخبار احمدیہ میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

قابلِ فخر اسیری کے لیل و نہار

محمد حاذق رفیق طاہر سنٹرل جیل راولپنڈی

واقعہ ساہیوال میں عمر قید پانے والے شیرِ احمدیت جیل سے رقمطراز ہیں

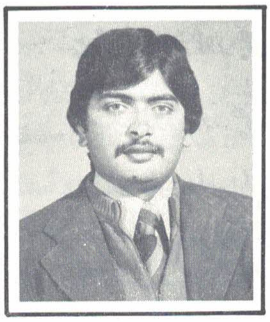

۲۶ جون ۱۹۹۱ء

مکرم و محترم جناب برادرم عرفان احمد خانصاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے تمام اہل خانہ کو ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے اور صحت وسلامتی کے ساتھ لمبی سے لمبی زندگی عطا فرمائے اور آپ کی تمام نیک خواہشات پوری فرمائے اور فضل پہ فضل اور احسان پہ احسان فرمائے اور ہر آن اپنے فرشتوں سے مدد فرمائے اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق دے ہمیشہ خلافت احمدیہ سے وابستہ رکھے اور خوشیاں ہی خوشیاں عطا فرمائے۔

مکرم عرفان احمد خاں صاحب آپ کا خط ملا پڑھ کر تمام حالات سے آگاہی ہوئی اور بہت زیادہ خوشی ہوئی کہ ہم لوگ زندانوں میں رہتے ہوئے بھی اپنے تمام احمدی بھائیوں کے دل کی دھڑکن بنے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کی تمام شب و روز دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آپ نے لکھا ہے کہ اپنے شب روز کے حالات لکھیں تو سب سے پہلے تو خاکسار ہر روز سات ہزار سے لے کر دس ہزار دفعہ درود شریف پڑھتا ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

دوسرے ہر روز باقاعدگی سے تمام نمازیں ادا کرتا ہے اور ہر روز قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور جب موقعہ مل جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام قیدی احباب تک پہنچاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ۴ عدد قیدی جن میں ایک حافظ قرآن اور تین عدد دوسرے قیدی احمدی ہو چکے ہیں۔ یہاں پر مجھ سے اگر کسی قیدی کا جھگڑا ہو جائے تو وہ فوراً یہ کہتا ہے کہ یہ احمدی ہے اور ہمارے مولوی کو گالی دیتا ہے۔ اس پر جیل حکام ہمارے خلاف ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ اتنے جھوٹ بولتے ہیں کہ جھوٹ بھی ان سے شرماتا ہے۔ یہاں پر بہت سے قیدی ایسے ہیں جن کو صرف یہ کام ہے کہ وہ مجھے اور میرے پیارے آقا کو گالی دیتے رہتے ہیں اُن لوگوں کی ملاقات پر باہر سے مولوی آتے ہیں اور ہر نئے دن ان کو نیا سبق دیا جاتا ہے۔ جب یہ لوگ مجھے گالی دیتے ہیں تو مجھے خوشی ہوتی ہے لیکن جب میرے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالی دیتے ہیں تو خاکسار پاگل ہو جاتا ہے اور پھر بات جھگڑے تک آتی ہے اور اوپر سے الزام ہم پر لگتے ہیں کہ تبلیغ کرتا ہے کہ احمدی ہو جاؤ۔ پھر جیل حکام کو موقعہ مل جاتا ہے اور وہ خوب ظلم وستم ڈھاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ مجھے خدا تعالیٰ سے دعاؤں کا موقعہ ملتا ہے۔ یہ سب خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت پہ برکت ہے ورنہ ہم کس کام کے یہ صرف احمدیت کی برکت ہے جو کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صبر و استقامت عطا کی ہے ورنہ پاکستان میں اسیری کے دن گزارنا بہت مشکل ہے۔ ایک بہادر احمدی کے لئے جو یہ اعلان کرے کہ میں احمدی ہوں اور دوسرا جو شخص حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سچا عاشق ہو وہ بغیر تبلیغ کے رہ نہیں سکتا۔ ان لوگوں کے پاس صرف اور صرف گالی کے علاوہ کچھ نہیں ہے جو کہ ایک شریف آدمی کبھی سوچ بھی نہیں سکتا دوسرا حکومت بھی ان شیطانوں کی ہے جیل کے اندر بھی اور باہر بھی۔ یہ جتنی تکلیف مجھے دے سکتے ہیں دیتے ہیں اور خدا تعالیٰ مجھ کو اتنی ہی ہمت دیتا ہے اور دوسرا حضور پرنور کی شب روز دعائیں ہیں جو کہ میرے ساتھ رہتی ہیں۔ یہاں پر میرے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا جاتا ہے اور مختلف بہانہ سے روپے وصول کئے جاتے ہیں۔ بیڑی لگائی جاتی اور پریشان کرتے رہتے ہیں۔ اکثر سردی کے موسم میں رات کو پریشان کرتے ہیں۔ ملاقات پر اہل خانہ اور دوسرے احباب جماعت کو پریشان کیا جاتا ہے۔ دھوپ میں بہت دیر تک انتظار کرنا پڑتا ہے پھر کہیں ملاقات ہوتی ہے۔

ایک چھوٹا سا واقعہ لکھ رہا ہوں ابھی عرصہ ۲½ سال پہلے جب خاکسار سنٹرل جیل ساہیوال میں تھا تو ان دنوں مولوی اسلم قریشی جو کہ ایک عرصہ سے غائب تھا مل گیا تو جیل کے علاوہ پورے ملک میں شور مچ گیا تو میری کچھ قیدیوں سے بات چیت ہوئی تو انہوں نے جا کر جیل حکام سے کہا کہ خاکسار اُن کے نبیوں کو گالی دیتا ہے تو جیل حکام نے کہا کہ یہ لوگ نبیوں کو ہم سے زیادہ مانتے ہیں اس لئے آپ یہ کہیں کہ ہمارے مولوی کو گالی دیتا ہے۔ تب انہوں نے مجھے خوب گالی دی خوب مارا پیٹا گیا اور بیڑی لگا کر جیل کے اندر جیل خانہ میں بند کر دیا گیا صرف اس لئے کہ یہ احمدی ہے، قرآن پڑھتا ہے، نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، غریب قیدیوں کی مدد کرتا ہے۔ ان لوگوں نے مجھ سے کپڑے لے لئے، خوراک بند کر دی، وضو کے لئے پانی نہیں دیا اور ملاقات بھی بند کر دی گئی پہلے تو خاکسار بہت پریشان ہوا مگر خدا تعالیٰ میرے ساتھ تھا اس لئے اُس نے ہمت دی اور بغیر وضو کے نماز ادا کرنے لگا۔

دوسرے دن رات کو خواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ ملے اور فرمانے لگے کہ یہ لوگ آپ کو تکلیفیں دیتے ہیں ہمارا خدا ان کو تکلیفیں دے گا۔ خاکسار کا ایمان پہلے سے بھی بڑھ گیا اور مجھے خدا تعالیٰ نے پہلے سے زیادہ درود شریف پڑھنے کی توفیق دی۔ درود شریف کے ذریعہ میری حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ تب جا کر خاکسار کے دل میں جو خواہشات ہوتیں خدا تعالیٰ اُسے فوراً پورا کرتا۔ ابھی ایسی حالت میں مجھے ۱۷ یوم ہوئے کہ میرے دل

میں خیال آیا کہ ابھی نہ جانے کتنی دیر اور لگے گی، تب خدا تعالیٰ نے مجھے کہا کہ آپ آزاد ہیں ـــــ مجھے حضور پُرنور کے مبارک ہاتھوں سے لکھا ہوا خط ملا جس میں مجھے حضور پُرنور نے "شیرِ احمدیت" کے نام سے لکھا۔ تب خاکسار خدا تعالیٰ کے حضور سجدے میں گر گیا۔ یہ سب کچھ جو خاکسار کو ملا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ملے گا صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے ملا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارُالوصال میں
چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولا اسی میں ہے
جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

ہم تمام احمدی بھائیوں کو ہر وقت خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ زندگی عارضی ہے اور اصل زندگی تب شروع ہوگی اور پھر نئی زندگی اپنے پیارے آقا کے قدموں میں گزاریں گے۔ اب خاکسار خط کو ختم کرتا ہے کیونکہ عرصہ ۲½ سال میں بہت سارے واقعات گزرے ہیں اگر وہ تمام لکھنے بیٹھ جاؤں تو عرصہ ۶ ماہ گزر جائے گا۔ اب اجازت چاہتا ہوں میری طرف سے اور تمام اہلِ خانہ کی طرف سے جماعت احمدیہ جرمنی کی خدمت میں محبت بھرا اسلام اور دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار بھی اپنی شب روز دعاؤں میں ہمیشہ تمام احمدی بھائیوں کو شامل رکھتا ہے۔ آپ بھی مجھ پر احسان فرما کر حضور پُرنور اور مجھے اور میرے اہلِ خانہ کو ہمیشہ اپنی شب روز دعاؤں میں شامل رکھیں۔

درمیان سے دیوار اٹھ گئی

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہامی شعر

رسید مژدہ کہ آں یارِ دلپسند آمد
رسید مژدہ کہ دیوار ازمیاں برخاست

(بدر ۲۰ راکتوبر ۱۹۰۵ء)

ترجمہ:۔ یہ اچھی خبر آئی کہ وہ پیارا دوست آ گیا
خوشی کی بات ہے کہ درمیان سے دیوار اٹھ گئی

چند روز اور

"چند روز اور مری جان فقط چند ہی روز"
چند روز اور بھی سہہ لو یہ غمِ دار و رسن
چند روز اور بھی بہنے دو مرا خون یہاں
چند روز اور لہو رنگ سہی جامۂ تن

ہے، مگر ہو گی کہاں تک یہ شبِ تار طویل
آخر کار اِسی شب سے سحر پھوٹے گی
ٹوٹنے والی ہے اب ظلم کے زنداں کی فصیل
ہر جفاکیش کی زنجیرِ ستم ٹوٹے گی

ڈگمگائیں رہِ تسلیم و رضا پر نہ قدم
اب کہ ہے خاتمۂ تلخیٔ حالات قریب
سامنے لشکرِ فرعون کے لئے موجۂ بحر
اک ذرا صبر کہ ہے روزِ مکافات قریب

دیکھنا ہے تو فقط جانبِ منزل دیکھو
اب جو منزل ہوئی اوجھل تو بھٹک جائیں گے
خارزاروں سے گزرنا ہے، تو رُکنا کیسا
آبلے پاؤں کے دیکھیں گے تو تھک جائیں گے

سالہا سال سہے ظلم سرِ راہِ وفا
چند روز اور سہی دل کی تپش جان کا سوز
چند روز اور ذرا صبر کے ساتھ، عزم کے ساتھ
"چند روز اور مری جان فقط چند ہی روز"

عبدالمنان ناہید۔ راولپنڈی

اسیرانِ راہِ مولیٰ

ہر ابتلا سے ہر اک امتحاں سے گزرے ہیں — ہر ایک دشتِ اذیت رساں سے گزرے ہیں
گئے ہیں دار پہ ملّی مفاد کی خاطر — برائے حفظِ جہاں، اپنی جاں سے گزرے ہیں
گھروں کے جلنے کا غم ہے، نہ مال کی پروا — عجیب شان سے ہر امتحاں سے گزرے ہیں
جو خوش نصیب "اسیرانِ راہِ مولا" ہیں — وہ آزمائشوں کے ہفتخواں سے گزرے ہیں
جو حاسدوں نے لگائے تھے ان کی راہوں میں — وہ ظلم وجور کے ہر اُس نشاں سے گزرے ہیں
چمک رہے ہیں کفِ پا کے نقش راہوں میں — جلا گئے ہیں وہ شمعیں جہاں سے گزرے ہیں
زمینِ کشتِ اطاعت کو کر دیا سیراب — ستارے جڑ دئے جس آسماں سے گزرے ہیں
نظر میں ہیچ ہوئی ان کے عشرتِ دنیا — اک ایسی وادیِ جنت نشاں سے گزرے ہیں
وہ جس مقام کی حسرت میں مر گئے اسلاف — اُسی مقامِ ولایت نشاں سے گزرے ہیں
جو آستانِ الٰہی پہ لے گئی اُن کو — دعائے شب کی اسی نردباں سے گزرے ہیں
کوئی مثل نہیں ان کا اس زمانے میں — کہ یہ تو ہم سود و زیاں سے گزرے ہیں
یقیں کرو کہ یہ اصحابِ دورِ آخر ہیں — جو بابِ مہدیِ آخر زماں سے گزرے ہیں
کبھی جو اُن کو پکارا سلیم مضطر نے — گماں ہوا کہ ابھی درمیاں سے گزرے ہیں

سلیم شاہجہاں پوری

وہ قید جس پہ ہے صدقے ہزار آزادی

محمود احمد شمس۔ ٹیکسلا

.....خاکسار اپنے مقدمہ کے سلسلہ میں ملتان گیا۔ ۹ رمارچ ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ میری تاریخ تھی۔ میرا مقدمہ چوہدری افتخار حسین ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی عدالت میں تھا۔ ۹ رمارچ ۹۱ء کو عدالت گیا تو جج نے کہا کہ آپ کی اپیل خارج کی جاتی ہے۔ جرم ثابت ہے اور پولیس کو کہا کہ فوراً گرفتار کر لیں۔ چنانچہ میرے دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دیں اور حوالات کے باہر بینچ پر بٹھا دیا۔ ہتھکڑی کی CHAIN پولیس والے نے اپنی بیلٹ کے ساتھ باندھ لی۔ ایک دوسرا پولیس والا بھی ساتھ بیٹھا تھا۔ اس نے پوچھا کس جرم میں آپ کو سزا ملی ہے۔ میں نے کہا کہ نماز پڑھنے کی بنا پر۔ تب اس نے کہا کہ اس کے ایک ہاتھ کی ہتھکڑی کھول دیں۔ اس کے بار بار کہنے پر پولیس والے نے میرے ایک ہاتھ کی ہتھکڑی کھول دی۔ قریباً ۴ بجے پولیس کی گاڑی میں بٹھا دیا اور سیدھا ڈسٹرکٹ جیل لے گئے۔ جیل میں لے جا کر تلاشی لی۔ تلاشی لینے کے بعد جیل کے ایک دفتر میں جو جیل کے سنٹر میں تھا اور اس کو چکری کہتے ہیں لے گئے۔ وہاں میرے نام کا اندراج ہوا اور مجھے کمبل دیا۔ پھر بیرک نمبر ۲ میں بھجوا دیا۔ بیرک میں قریباً ۱۵۰ افراد ہوتے ہیں۔ نماز عصر بیرک سے باہر ادا کی اور بڑے الحاح سے دعا کی کہ اے میرے اللہ میں حاضر ہوں جیسے تو چاہتا ہے میں راضی ہوں چنانچہ بار بار یہی کلمات میرے منہ سے ادا ہوتے رہے اور پھر یہ الفاظ نکلتے رہے۔ سَجَدَ لَكَ رُوْحِيْ وَجَنَانِيْ۔ نماز عصر ادا کرنے کے بعد بیرک میں چلا گیا۔

بیرک کے اندر دھوئیں کی وجہ سے (کوئلوں کا دھواں اور سگرٹوں کا دھواں) دم گھٹتا تھا۔ اور سگرٹوں سے ہیروئن کی بدبو بھی اٹھ رہی تھی۔ قیدیوں نے ایک شور مچا رکھا تھا۔ کہیں گانے گائے جا رہے تھے جو نہایت ہی فحش تھے اور ساتھ ساتھ گندی گالیاں EXCHANGE ہو رہی تھیں۔ ان دو باتوں کی وجہ سے دل پر بڑی گھبراہٹ طاری ہوئی۔ میں نے دعا کی یا اللہ جیل کی باقی سختیاں تو برداشت کر لوں گا مگر یہ دو اذیتیں ناقابل برداشت ہیں یعنی سگریٹ کا دھواں اور گندی گالیاں۔ قریباً رات کے ½۱۲ بجے یہ سارا ہنگامہ ختم ہوا سونے کے لئے جگہ بھی بڑی مشکل سے ملی اور ایک قیدی نے اس سلسلہ میں میری مدد کی۔ قریباً رات ½۳ بجے بیدار ہوا۔ وضو کیا اور نماز تہجد کے لئے کھڑا ہو گیا۔ نماز تہجد کے بعد صبح کی اذان تک تلاوت قرآن کریم میں وقت گزارا پھر نماز فجر ادا کی۔

دن چڑھنے پر ہمیں ہانک کر لے گئے اور داروغہ جیل کے سامنے پیش کیا۔ باری آنے پر داروغہ نے نام اور جرم پوچھا میں نے بتایا کہ نماز پڑھنے کی بنا پر ایک سال قید بامشقت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی ہے۔ داروغہ جیل نے مجھے کہا آپ نے کسی سے ذکر نہیں کرنا کہ آپ احمدی ہیں اور نہ ہی کسی قسم کی تبلیغ کرنی ہے قیدی آپ کو مار دیں گے۔ داروغہ کے سامنے پیش کرنے سے پہلے مجھے قیدیوں والی وردی پہنائی گئی۔ پھر ہمیں بیرک میں لے گئے۔ جیل کے ایک افسر کے پاس لے گئے اس نے مجھے کہا کہ سامان لے آؤ۔ چنانچہ میں سامان لے کر آ گیا تو مجھے پھانسی کی کوٹھڑیوں میں لے گئے جہاں خطرناک مجرم قید تھے۔ اور بے انتہا حفاظتی انتظامات تھے۔ مجھے ایک کوٹھڑی میں، جس کو وہ "چکی" کہتے ہیں بند کر دیا گیا۔ یہ ۱۰×۱۰ کا کمرہ تھا جس میں ۸، ۹ قیدی بند کئے جاتے ہیں۔ یہ پختہ کمرے تھے اور فرش لگا ہوا تھا۔ باتھ روم ATTACH تھا فلش سسٹم بنا ہوا تھا۔ پولیس کے عملہ کو کہہ دیا گیا اس سے کام نہیں لینا چنانچہ جتنے دن رہا مجھ سے کوئی مشقت کا کام نہیں لیا۔ جب قیدیوں اور مجرموں کو پتہ لگا کہ نماز پڑھنے کی بنا پر سزا ملی ہے سب بڑے احترام سے پیش آئے۔ یہ سب ۲۰ یا ۲۲ سال کے لڑکے عموماً نشہ کے جرم میں گرفتار تھے۔ چونکہ میری عمر اس وقت ۴۶ سال کے قریب ہے اور داڑھی میں بال سفید ہیں اس لئے مجھے بابا کہتے تھے یا انکل کہتے تھے۔ ان سب نے کہا کہ آپ کا ہر قسم کا کام ہم کریں گے چنانچہ میرے چھوٹے موٹے کام وہی کر دیتے تھے اور مجھے کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے تھے۔ ۱۲ تاریخ کو مجھے چکی نمبر ۵ سی میں بند کیا گیا تھا۔ کھانا باقاعدگی کے ساتھ جماعت کی طرف سے پہنچتا رہا۔

۱۶ رمارچ ۱۹۹۱ء کو میرے کیس کی ہائی کورٹ ملتان میں سماعت تھی۔ لاہور سے مکرم مرزا نصیر احمد صاحب اور ملتان کے تینوں وکلا پیش ہوئے۔ میری ضمانت منظور کر لی گئی اور سزا معطل کر دی گئی۔ میرے کیس کو سپریم کورٹ کے فیصلہ تک PENDING کر دیا گیا ہے۔ ۱۷ رمارچ کو دستاویزات مکمل کرنے کی کوشش کی گئی مگر مکمل نہ ہو سکے کیونکہ ان میں کوئی نقص رہ گیا تھا۔ بالآخر ۱۸ رمارچ کو میری ضمانت کی کارروائی مکمل ہوئی اور قریباً ½۱۲ بجے مجھے جیل سے رہائی مل گئی۔ الحمد للہ۔

اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْآنِ

"حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو، ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْآنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں"

(کشتی نوح صفحہ ۳۸، مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ)

کیس تلونڈی موسیٰ خان

اسیرانِ راہِ مولیٰ

پر نازل ہونے والے افضالِ خداوندی کا تذکرہ

محترم شبیر احمد ثاقب ۔ مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ

۲۳ مارچ ۱۹۸۸ء کو تلونڈی موسیٰ خاں ضلع گوجرانوالہ میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جلسہ ہوا۔ جس میں تلاوت اور نظم کے بعد مکرم مظفر احمد صاحب درّانی مربّی سلسلہ علی پور، خاکسار اور مکرم صوفی محمد اسحاق صاحب نے تقاریر کیں۔ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کی تقریر دوسرے سیشن میں تھی۔ اس پہلے سیشن کے دوران ہی پولیس آگئی اور جلسہ کی کارروائی ختم کردی۔ ہم مرکزی نمائندگان گوجرانوالہ شہر آ گئے اور پولیس مکرم چوہدری منظور احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ تلونڈی موسےٰ خاں کو گرفتار کر کے ساتھ لے گئی۔ رات ۸، ۹ بجے کے قریب محترم چوہدری حمید نصر اللہ صاحب نے فون پر ہم سے رابطہ کیا اور انسپکٹر کا حلیہ وغیرہ پوچھا اور پھر تھوڑی دیر بعد محترم چوہدری صاحب نے فون پر ہمیں بتایا کہ ۹ تلونڈی کے احمدیوں اور دو مرکزی نمائندگان محترم دوست محمد صاحب شاہد اور خاکسار شبیر احمد ثاقب کے نام ایف۔ آئی۔ آر میں درج کر لئے گئے ہیں۔ قبل از گرفتاری ہماری عبوری ضمانت ہوئی جسے کنفرم کرانے کے لئے ۶ اپریل ۱۹۸۸ء کو ہم سیشن کورٹ گئے جہاں سیشن جج دوست محمد صاحب نے ہماری ضمانت کینسل کردی اور فوراً گرفتار کر کے صدر تھانہ گوجرانوالہ اور پھر اسی دن سنٹرل جیل گوجرانوالہ منتقل کر دیا گیا۔ ۱۰ اپریل کو ہائیکورٹ سے ضمانت ہوئی۔ اس کے بعد دو سال تک کیس چلتا رہا اور گوجرانوالہ سیشن کورٹ ہم سب حاضر ہوتے رہے جہاں اکثر اوقات ۳۔۴ بجے تک انتظار کر کے اگلی تاریخ لے کر رخصت ہوتے۔

بالآخر ۲۸ مارچ ۱۹۹۰ء یکم رمضان کو وکلاء کی بحث ہوئی اور ۳ اپریل ۱۹۹۰ء کو طالب حسین بلوچ سیشن جج نے ہمیں دو دو سال قید بامشقت اور پانچ پانچ ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی اور فوری گرفتاری کے بعد گوجرانوالہ سنٹرل جیل منتقل کردیا گیا۔ مخالف علماء اور ان کے رفقائے کار جماعت احمدیہ کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے کورٹ کے احاطہ سے باہر چلے گئے۔ اُس دن گوجرانوالہ شہر ترگڑی اور تلونڈی کے بعض احمدی دوستوں کے علاوہ تلونڈی سے چند غیر از جماعت دوست بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب ہم جیل پہنچے تو ہماری ہتھکڑیاں اتار دی گئیں اس کے بعد خواجہ سرفراز احمد صاحب نے جو پہلے سے وہاں موجود تھے ہمارے وکالت ناموں پر دستخط کروائے اس کے بعد ہمیں جیل کے چار بڑے گیٹوں کی چھوٹی کھڑکی سے گزار کر حفاظتی وارڈ میں بند کر دیا گیا۔

جاتے ہی سب دوستوں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ اس دوران جیل کا کارندہ مخصوص کھدر کی وردی لے آیا۔ وہ ہمیں دی اور ہمارے کپڑے جمع کر لئے۔ ہم نے نماز ظہر و عصر جمع کیں اور دوستوں نے آرام کیا۔ اگلے دن ہی جماعت احمدیہ گوجرانوالہ شہر نے ہمیں تمام ضرورت کی چیزیں وافر مقدار میں پہنچا دیں۔ پہلے پندرہ دن ہم سے کوئی خاص مشقت نہیں لی گئی۔ اس دوران انجمن امدادِ اسیران کی روح میں اُبال آیا اور وہ ہماری "مدد" کے لئے کمربستہ ہو گئے چنانچہ انہوں نے سپرنٹنڈنٹ صاحب جیل پر پریشر ڈالا کہ ان سے سخت مشقت لی جائے۔ جس پر ہمیں ۱۸ اپریل ۱۹۹۰ء کو اُن کی طرف سے حکم آیا کہ آپ لوگ فیکٹری مشقت کے لئے جائیں "مونج" باٹنے پر ہماری ڈیوٹی لگی مگر ان دنوں جیل کی پرانی فیکٹری گرا کر نئی فیکٹری بنائی جارہی ہے اس لئے کام زیادہ تر درختوں کی کٹائی اُن کی شاخوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا، دیواریں گرانا اور اینٹیں وغیرہ ڈھونا تھا۔ ہمارے تین بزرگ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد، مکرم چوہدری منظور احمد صاحب اور مکرم نذیر احمد صاحب چونکہ بڑی عمر کے تھے اور بالعموم متعلقہ پولیس افسر اور نگران قیدی بڑی عمر کے افراد سے لحاظ کرتے ہیں اس لئے یہ بیٹھے رہتے اور نوجوان اپنے قیدی ساتھیوں کے ساتھ مشقت کرتے رہتے۔ چند روز کے بعد ان تینوں بزرگوں کو میڈیکل رخصت مل گئی۔ اس لئے یہ بیرک میں ہی رہنے لگے۔

مشقت کے دوران جو وقت ملتا اُسے ابتدائی دینی مسائل اور دعاؤں کے یاد کرنے میں گزارتے۔ نیز مشقت سے قبل ۱۰½ سے ۱۱½ بجے تک نماز، ترجمہ نماز اور رادعیۃ القرآن کی کلاس ہوتی۔ رمضان کے جملہ ایّام میں مقررہ پروگرام کے مطابق پانچوں نمازیں باجماعت ادا کی گئیں نیز نمازِ عصر کے بعد محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد قرآن کریم کے ایک رکوع یا کسی چھوٹی سورۃ کا ڈیڑھ دو گھنٹے تک نہایت علمی اور پُرتاثیر درس دیتے۔ نیز نماز فجر کے بعد درس حدیث ہوتا ایک دفعہ مجلس سوال و جواب کا انعقاد کیا جس میں قریباً سب دوستوں نے سوال پوچھے جن کے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے نہایت بلیغ جوابات مرحمت فرمائے فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ نماز تراویح خاکسار کے ذمہ تھی۔ نیز آپس میں ہم دونوں علمی گفتگو کے علاوہ عربی میں بھی گفتگو کے ذریعہ اپنا علمی ذوق پورا کیا کرتے تھے۔ محترم مولانا صاحب کے ان درسوں سے خاکسار نے بطور خاص استفادہ کیا نیز باقی دوستوں نے بھی خوب اکتساب کیا۔

خالد پرویز صاحب جو چند سال قبل احمدی ہوئے کہنے لگے کہ سطحی علم اور واقفیت تو پہلے بھی تھی مگر ان درسوں میں جو دلائل اور روشنی ملی ہے وہ پہلے نہیں تھی نذیر احمد صاحب نے کہا کہ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ میرا جسم مرکر ایک نیا جسم اور روح مجھے ملی ہے۔ ہمارے ایّامِ اسیری میں جماعت احمدیہ گوجرانوالہ نے نہایت اخلاص، محبت اور دینی اخوّت سے جو بے لوث خدمت کی ہے اور ہماری سعی

کی اس کی اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا دے اور اپنے بے شمار فضلوں سے نوازے آمین۔ نیز تلونڈی موسیٰ خاں کے احمدی احباب کے علاوہ غیر از جماعت معزز احباب ہماری ملاقات کے لئے تشریف لاتے رہے اور ہر قسم کی مدد اور تعاون کی کوشش کی۔ ان ملاقاتوں میں گاؤں کے نمبردار چوہدری ریاست علی صاحب، چوہدری اللہ دتہ صاحب، چوہدری قمر الٰہی صاحب اور کئی دوست تشریف لاتے رہے نیز جماعت احمدیہ لاہور سے تین چار وفود تشریف لائے جن میں مکرم عبداللطیف صاحب ستکوہی و دیگر دوست تشریف لائے اور تحائف دیئے نیز ضلع شیخوپورہ سے مکرم چوہدری انور حسین صاحب، قائد صاحب ضلع، مربی صاحب اور کچھ دوست تشریف لائے اور تحائف اور فروٹ وغیرہ دیئے نیز ضلع گجرات سے امیر صاحب ضلع اور ان کے رفقا تشریف لائے نیز جماعت احمدیہ چونڈہ کا وفد مربی صاحب کے ہمراہ آیا اور نقدی کی صورت میں تحفہ بھجوایا۔ اس کے علاوہ کئی جماعتوں سے دوست انفرادی طور پر تشریف لائے نیز مرکز سے نظارت امور عامہ کے نمائندگان اور مکرم و محترم مرزا خورشید احمد صاحب ناظر امور عامہ اور مکرم و محترم مولانا سید عبدالحی صاحب تشریف لائے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

یہ تو ایک لمبی داستان ہے کس کس کا نام لیا جائے امر واقعہ یہ ہے کہ ہم سب سے کہیں زیادہ تکلیف جماعت اور احباب جماعت نے محسوس کی ہے اور درد سے ہمارے لئے دعائیں کیں اور بلا شبہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایک جسم ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ نیز مکرم و محترم چوہدری منیر مسعود صاحب آف لاہور نے جو ان دنوں ڈپٹی رجسٹرار گوجرانوالہ ہیں، جس جرأت، فدائیت، اخلاص اور بے لوث خدمت کا نمونہ دکھایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے فجزاہ اللہ تعالیٰ۔

جیل میں، جیل انتظامیہ کا رویہ ہمارے ساتھ مجموعی طور پر اچھا رہا جس پر ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا تو انہوں نے برملا کہا کہ اچھوں کے ساتھ ہی ہمارا سلوک اچھا ہوتا ہے نیز وہاں خدا تعالیٰ نے ایک نمایاں عزت اور وقار بخشا جس کا قیدیوں پر بھی اثر تھا اور دوران جیل بالعموم اور آخری دن بالخصوص باصرار درخواست دعا کرتے تھے۔ ہمارے ساتھ والی بیرک میں ہارون الرشید صاحب آف حافظ آباد کے ایک عزیز مسرت حیات مقیم تھے اُن سے ہم نے محتاط انداز میں تعلق رکھا اور عید کے موقع پر تحائف بھیجے وہ بھی بار بار محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد سے درخواست دعا کرتے رہے۔ ان کے ساتھ ایک وکیل ارشد محمود صاحب بھی تھے۔ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے آخری دن ان کو پیغام حق پہنچایا اور تاریخ پاکستان میں جماعت کی خدمت اور قربانی کی تفاصیل بتائیں نیز خاکسار کو آخری دن دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دینے کی توفیق ملی اور اندازاً گھنٹہ ڈیڑھ پانچ چھ قیدیوں کو جماعت کا تعارف، خدمات اور چند بنیادی مسائل اور ان کے سوالوں کے جواب دیئے جس کا خدا کے فضل اور احسان سے ان پر گہرا اثر تھا۔ چوہدری قمر الٰہی صاحب جس روز ملاقات کے لئے تشریف لائے انہوں نے سپرنٹنڈنٹ صاحب جیل کو کہا (مولانا دوست محمد صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہ اس جیل میں یہ صرف ایک خدا والے بزرگ ہیں۔ ہماری بیرک جس میں ہمارے سوا کوئی نہیں تھا اور اپنا ذاتی اور جماعتی ماحول تھا ایک دن اسے تبدیل کر کے کسی دوسری بیرک میں ہمیں بھجوانے کی اطلاع ملی جس پر تلونڈی موسیٰ خاں کے احباب نے علاقہ کے ایم۔پی۔اے ضلع کونسلر اور چوہدری قمر الٰہی کے ذریعہ رکوا دیا۔ سب اسیران نے اپنے اندر ایک غیر معمولی تبدیلی پیدا کی اور بعض وہ نوجوان جو پانچ نمازوں کے بھی عادی نہیں تھے تہجد پڑھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دوران قریباً سب کو بہت مبشر اور سچی خوابیں دکھائیں جن میں سے بعض پوری ہوئیں مثلاً مشقّت پر جانے سے قبل ایک نوجوان نے دیکھا کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب کی طرف سے حکم آیا ہے کہ آپ مشقّت کے لئے جائیں، مولوی مجھے مجبور کرتے ہیں۔ اسی طرح رہائی اور رہائی کے دن اور وقت کا خدا تعالیٰ نے بتا دیا مثلاً ۲ مئی بروز بدھ ہماری ضمانت ہوئی مگر تین نوجوانوں نے پہلے اس سے یہ دیکھا کہ ہم بدھ نہیں بلکہ جمعرات کو رہا ہوئے ہیں چنانچہ جماعت اور وکلاء نے انتہائی کوشش کی کہ بدھ کو رہائی ہو جائے مگر اے سی نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وجہ سے ہم جمعرات کو رہا ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں میں سے ایک فضل اور احسان حضور اقدس کا وہ زندگی بخش پیغام تھا جس نے ہمارے اندر ایک نئی روح پھونک دی اور اسے جگہ جگہ ہم نے پورے ہوتے دیکھا "عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم" مثلاً انہی ایام میں تلونڈی میں ایک دُہرا قتل ہوا جس میں ہمارے ان احمدی بھائیوں کے جو اسیر تھے ماخوذ ہونے کا غالب امکان تھا کیونکہ اُس میں ہمارا وہ مخالف نوجوان موجود تھا جس نے ایف آئی آر میں ہمارے نام لکھوائے تھے اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس اسیری کو ایک بڑے ابتلا اور مصیبت سے بچانے کا ذریعہ بنا لیا۔ الغرض اس دوران اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کو نازل ہوتے دیکھا۔

جیل میں ایک لائبریری بھی تھی۔ ہم ایک دن اُس میں بھی گئے مگر اس پر چونکہ ہولڈ اُسی نام نہاد انجمن امدادِ اسیران کا تھا اس لئے دوبارہ جانا مناسب نہ سمجھا۔ اس دوران محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے اپنے دفتر سے بھی مسلسل رابطہ رکھا۔ اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو ہدایات بھجواتے رہے نیز اُن کے ملنے والے خطوط کا بروقت جواب دیتے رہے حتیٰ کہ عید کی چھٹیوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے خطوط بھجوانے کا انتظام کر دیا۔ جیل کا ماحول اپنی ذات میں ایک عذاب سے کم نہیں، مثلاً اخلاق سے عاری اور سوقیانہ زبان، غیر مہذب گفتگو غلیظ گالیاں اس پر مستزاد وہ ریکارڈنگ جو سپیکر پر رمضان میں قوالیوں کی صورت میں اور باقی ایام میں گانوں کی صورت میں دوپہر کے بعد اور صبح فجر کے بعد سننی پڑتی۔ آخری عشرے میں ایک نوجوان جو ۳۰۲ میں ماخوذ ہے اُسے ہماری بیرک میں رکھا گیا۔ خدا کے فضل سے بہت متاثر تھے اور قیدیوں کے پوچھنے پر ہمارے متعلق بہت اچھے خیالات کا اظہار کیا۔

ہم نے خدا کے فضل سے عید الفطر اسیری میں گذاری جو اپنی ذات میں ایک خاص ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ عید کے موقعہ پر حضور ایدہ اللہ کی طرف سے ہمیں اور ہمارے گھروں میں جو نہایت قیمتی پیارے اور انمول تحائف پہنچے وہ ہمارے لئے عظیم سعادت اور مسرت کا موجب تھے فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ان تحائف میں سے ہم نے باقی قیدیوں کو بھی اور بطور خاص اُن تین احمدی قیدیوں کو بھی بھجوائے جو کئی سالوں سے قتل کیس میں قید ہیں۔ یہ صغیر چیمہ صاحب مولانا فضل الٰہی صاحب بشیر کے بھانجے ہیں۔ حضور اقدس کی خدمت میں ان کی جلد اور باعزت رہائی کے لئے درخواست دعا ہے۔

آخر پر میں اُن تمام بزرگوں، دوستوں کے لئے عاجزانہ دعا کی درخواست کرتا ہوں جنہوں نے کسی بھی رنگ میں ہماری مدد اور خدمت کی۔ بطور خاص خواجہ سرفراز احمد ان کے بھائی چوہدری حمید نصر اللہ صاحب وکلاء گوجرانوالہ جماعت احمدیہ گوجرانوالہ اور تلونڈی اور امیر صاحب شیخوپورہ مکرم چوہدری انور حسین صاحب

اوران کے ساتھیوں کے لئے، اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری معمولی قربانی قبول فرمائے۔ اس کے حسین اور شیریں پھل کھانے کی توفیق دے اور اس کا اس دنیا میں اور آخرت میں بدلہ دے اور اپنے فضلوں کا مستحق اور مورد بنائے۔ کان اللہ معکم۔

میرے تاثرات

مورخ احمدیت مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد

تلونڈی موسیٰ خاں، گوجرانوالہ کے مشہور صنعتی شہر کے ماحول میں ایک پیاری بستی ہے جو پاکستان کے ممتاز شاعر جناب سید عبدالحمید عدمؔ کا مولد ہے۔ اس بستی کے آٹھ مخلص احمدی نیز عزیزم شبیر احمد صاحب ثاقب مربی سلسلہ اور خاکسار ایک ماہ اسیر راہ مولیٰ رہے اور ۳ مئی ۱۹۹۰ء کو ضمانت پر رہا ہوئے۔ رہائی کے بعد مخلصین جماعت جس والہانہ ذوق و شوق اور غیر معمولی الفت و محبت سے بے اختیار ہو کر دیوانہ وار ملاقات کے لئے تشریف لا رہے ہیں اس کا نقشہ قلم کھینچنے سے قاصر ہے۔

احمدیت کے بین الاقوامی رشتۂ اخوت کے بے شمار روح پرور نظارے آج تک ایک عالم دیکھتا آرہا ہے مگر ہم اسیرانِ راہ مولیٰ یہ دیکھ کر بیچ مچ مبہوت اور دنگ رہ گئے کہ ہم مجبوروں کی خاطر ہمارے جان سے پیارے امام ہمام اور پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ایک کروڑ سے زیادہ احمدی جن میں جوان، بوڑھے، خواتین اور بچے بھی شامل ہیں پورا ایک ماہ آستانہ الوہیت پر نہایت بے قراری کے ساتھ سجدہ ریز رہے اور اپنے آنسوؤں سے اپنی سجدہ گاہوں کو تر کر کے عرشِ الٰہی پر گویا دھوم مچا دی۔

کوئی آنکھ نہ تھی جو گریاں نہ ہو، کوئی دل نہ تھا جو ہمارے لئے آنسو نہ بہا رہا ہو۔ تیس دن کی دعاؤں کی یہ ایک عالمگیر ریاضت تھی جس نے بلا مبالغہ اور بلا استثناء تمام مخلصین جماعت کے آنسوؤں کو گویا ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں تبدیل کر دیا اور افسردہ دنیا مسرتوں کی کائنات میں ڈھل گئی۔

ہم اسیرانِ راہِ مولیٰ کے پاس وہ الفاظ نہیں جن میں اپنے پیارے امام اور شمع احمدیت کے پروانوں کے اس احسان عظیم کا شکریہ ادا کر سکیں جن کی مسلسل ایک ماہ کی پرسوز اور متضرعانہ دعاؤں کو رب کریم نے بالآخر شرفِ قبولیت بخشا۔ ہماری زبان خدا کی حمد سے تر ہے اور ہمارے دل جماعت کے ایک ایک فرد کے لئے جذباتِ تشکر سے معمور اور مجسم دعا ہیں۔ ہم فرزندانِ احمدیت کی دعاؤں کا بدلہ قیامت تک نہیں ادا کر سکتے۔ یہ دعائیں ہمارے لئے لازوال خزانہ ہیں جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا اور لافانی لعل و جواہر ہیں جن کی چمک دمک کبھی ماند نہیں پڑ سکتی۔

ایام اسیری میں ہم سب کو خدا کے فضل و کرم سے نہایت درجہ سوز اور رقت سے نہ صرف اپنے پیارے اور محبوب آقا، سکھر اور ساہیوال کے اسیرانِ راہ مولیٰ اور پوری جماعت کے لئے دعائیں کرنے کی توفیق عطا ہوئی بلکہ اپنے پیارے وطن پاکستان، نیز کشمیر اور فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کے لئے بھی درد بھری دعاؤں کے مواقع میسر آئے۔

ایک خاص قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ سب اسیرانِ راہ مولیٰ نے اس عرصہ میں درود شریف کے ورد کا بھی کثرت سے التزام رکھا۔

سب سے بڑی نعمت جو ہمیں اس ماہ میں جناب الٰہی سے نصیب ہوئی وہ محبت الٰہی کا ایک نرالا تجربہ تھا۔ شاید یہ ایک "روحانی وقف" تھا جس کی تاریخیں ہمارے حکیم و خبیر خدا نے خود مقرر فرما دی تھیں۔ یہ "وقف" اوّل سے آخر تک ذکرِ الٰہی، تعلیم دین اور مشقت سے مخصوص رہا۔

اس سلسلہ میں یہ عجیب روحانی انقلاب ہم نے مشاہدہ کیا کہ ہمارے بعض ساتھی جو جیل میں آنے سے پہلے نمازوں میں سست تھے خدا کے فضل و کرم سے شب بیدار بلکہ مستجاب الدعوات بن کر نکلے حتیٰ کہ ایک احمدی نوجوان کو قبل از وقت بذریعہ رویاء بتا دیا گیا کہ ہماری ضمانت بدھ کو اور رہائی جمعرات کو ہوگی چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا۔

بالآخر یہ عاجز اپنی طرف سے اور اپنے سب ساتھیوں کی طرف سے حضور انور اور تمام مخلصینِ جماعت کی خدمت میں نہایت عاجزی کے ساتھ درخواستِ دعا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہم سب اسیرانِ راہِ مولیٰ کی اس حقیر "قربانی" کو محض اپنے فضل سے قبول فرمائے، ہر آن اپنے حفظ و امان میں رکھے اور زندگی کے آخری سانس تک خدمتِ دین کی توفیق عطا فرماتا رہے کہ ہر ایک طاقت اور قدرت اسی کو حاصل ہے۔ ؎

اک نظر لطف و کرم کی اور دعا
ہے فقط اتنا ہی میرا مدعا

۱۹۹۰ء میں جبکہ میں اپنے نو ساتھیوں سمیت دوسری بار سنٹرل جیل گوجرانوالہ میں اسیر تھا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنے قلم مبارک سے مندرجہ مکتوب میرے بیٹے ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب کو تحریر فرمایا ——— دوست محمد شاہد

۲۰ رمضان (۱۹۹۰ء) پیارے عزیزم سلطان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

شیر پنجرے میں بھی شیر ہی رہتا ہے اور زنداں میں یوسف کی بُوئے یوسفی نہیں جاتی۔

اللہ کے شیروں سے ملنے جاؤ تو میرا محبت بھرا سلام اور پیار دینا۔ یہ شیر عصائے موسیٰ کی صفات بھی رکھتے ہیں۔ صاحبِ عصا کو ان کی طرف سے کوئی خوف نہیں۔ یہ شیر وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ کا پرتو بھی ہیں کہ ان کے جلال کا چہرہ صرف حملہ آور دشمن کی طرف کھلتا ہے جبکہ اپنوں کے لئے رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ ہو کر اپنے جمال کی نرم چاندنی اُن پر نچھاور کرتے ہیں۔ سلاخوں سے چار بازو تو جا ہی سکتے ہوں گے۔ دلوں کی راہ میں تو کوئی آہنی دیوار بھی حائل نہیں ہو سکتی۔ پس بن پڑے تو سلاخوں میں سے گلے لگا کر دل سے دل ملا کر میرا محبت بھرا سلام اور پیار بھرا عید مبارک کا تحفہ پیش کرنا۔ پھر اُس چہرے کی کیفیت لکھنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں اس وقت بھی تمہارے ابّا کا وہ کِھلا ہوا چہرہ دیکھ رہا ہوں اور ان کی خوشیوں کی چاندنی میری آنکھوں کی شبنم بن رہی ہے۔

خدا حافظ!

امّی کو بھی سلام اور عید مبارک۔ تمہارے خاندان کو یہ سعادتیں اللہ تعالیٰ تا ابد مبارک فرمائے۔

خاکسار

مرزا طاہر احمد

گجرات جیل سے اسیرِ راہِ مولیٰ کی روداد

مکرم ماسٹر مظفر احمد (گجرات جیل سے)

پمفلٹ مباہلہ کی تقسیم

۱۰ر جون ۱۹۸۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دشمنانِ احمدیت کو مباہلہ کا چیلنج بصورت پمفلٹ دیا تو جماعت احمدیہ چک سکندر نے اُس کو تقسیم کرنے کے لئے خدام کی ڈیوٹیاں لگائیں اور گاؤں کے ہر اُس گھر میں وہ پمفلٹ تقسیم کیا گیا جہاں سے احمدیت کی شدید مخالفت کی جاتی تھی اُسی بنا پر مخالفین احمدیت نے چک سکندر میں ایک میٹنگ کی کہ احمدی ہم کو مکذبین مکفرین میں شمار کرتے ہیں لہذا ہر طرح سے ان کا ناطقہ بند کیا جائے۔

مخالفین کا پہلا منظم وار

مخالفین احمدیت نے ضیاء آرڈیننس کی آڑ میں A C کھاریاں کے دفتر میں ایک درخواست پیش کی کہ احمدی مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتے لہذا احمدیوں کی مسجد ہمارے حوالے کی جائے۔ A C کھاریاں نے ہماری مسجد اُن کو دے دی اس سے مخالفین کے حوصلے بڑھ گئے۔ پھر اُنہوں نے کلمہ طیبہ کے بیج لگانے کے سلسلہ میں اٹھارہ احمدیوں کے خلاف ۲۹۸-C کے تحت پرچہ درج کروایا جن کی ہم نے ضمانتیں کروالیں۔ اِن دو عدد کارروائیوں سے دشمن اور دلیر ہو گیا اور آس پاس کے گاؤں کے مولویوں کو اکٹھا کر کے ہمارے خلاف ایک جلسہ کیا جو ہم سے چھینی گئی مسجد میں کیا گیا جس میں احمدیت کے خلاف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ زبان استعمال کی گئی۔

دوسرا وار

اُسی جلسہ میں ایک ریزولیشن پاس کیا گیا کہ جہاں بھی کوئی احمدی ملے اُسے شدید زدوکوب کیا جائے۔ لہذا بیس اوباش نوجوانوں کا ایک گروپ تشکیل دیا گیا اور اُس گروہ نے اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں اور اس طرح چھ احمدیوں کو مختلف مواقع پر شدید زخمی کیا گیا لیکن احمدیوں کے صبر کے باوجود دشمن دن بدن مشتعل ہوتا گیا آخر دشمن نے ایک منظم پلان بنایا اور کئی احمدیوں کو چیلنج کیا کہ آپ لوگ عید قربان ۱۹۸۹ء کے بعد یہاں نہیں رہ سکتے اردگرد کے دیہات کو دعوت دی گئی کہ عید قربان کے دوسرے دن چک سکندر میں کتوں اور بکروں کا دنگل ہوگا۔ دنگل کی آڑ میں دشمن اپنے منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتا تھا۔ لہذا ۱۶ر جولائی ۱۹۸۹ء کو ایسا ہی ہوا کہ گاؤں کے باہر اردگرد کے دیہات کے لوگ بمعہ اسلحہ جمع ہو گئے اور منظم منصوبہ کے تحت گاؤں میں گڑبڑ شروع کر دی اور پھر مسجد سے سپیکر پر اعلان ہوا کہ آج احمدیوں کو زندہ نہیں چھوڑنا اور ان کے مکانوں کو بھی جلانا ہے لہذا اس اعلان کے ہوتے ہی تمام خلقت بمعہ باہر سے آئے ہوئے لوگوں کے احمدیوں پر ٹوٹ پڑی اور احمدیوں کے گھروں کو لوٹ کر آگ لگا دی گئی اور تین احمدیوں کو شہید کر دیا گیا اور درجنوں کو زخمی کیا گیا۔

پولیس کی آمد

اس سارے واقعہ کے کئی گھنٹوں بعد پولیس کی بھاری نفری موقع پر پہنچ گئی لیکن کسی کو لوٹ مار اور آگ لگانے سے منع نہیں کیا دشمن بدستور اپنی کارروائی میں مصروف رہا۔ پولیس کا کام صرف یہی تھا کہ جتنی جلدی ہو سکے احمدیوں کو یہاں سے نکال لیا جائے لہذا پولیس کے دو ٹرک احمدی مرد و خواتین بچّوں کو لے کر کھاریاں پہنچ گئے۔ کھاریاں پہنچ کر مردوں کو تھانہ کی حوالات میں بند کر دیا گیا اور مستورات اور بچّوں کو یہ کہہ کر ٹرک سے اتارا گیا کہ آپ لوگ اب جہاں چاہتے ہیں چلے جائیں۔

پولیس کی اگلی کارروائی

اس کے بعد پولیس نے تمام احمدیوں کو جن پر قتل کا پرچہ درج ہوا تھا گرفتار کر لیا اور مخالفین جنہوں نے تین آدمی قتل کئے اور درجنوں زخمی کئے تھے کو مزید کارروائی کے لئے کھلا چھوڑ دیا اور احمدی گھرانوں کا بچا کھچا سامان وہ دوبارہ لوٹنے میں مشغول رہے۔ واضح ہو کہ ان دنوں پولیس کی بھاری نفری گاؤں میں مقیم تھی۔

جماعت احمدیہ کھاریاں شہر کی کارکردگی

ضلع گجرات کی احمدی جماعتوں نے عموماً اور کھاریاں شہر کی جماعت احمدیہ نے خصوصاً اپنے بے گھر بھائیوں کے لئے اپنا تن من دھن قربان کر دیا اور ہمارے موجودہ امیر صاحب ضلع خدا تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے، جماعت احمدیہ چک سکندر کی بحالی کے لئے اپنا تمام کاروبار ٹھپ کر کے صرف اور صرف چک سکندر کے لئے وقف ہو گئے اور ان کی محنتِ شب و روز اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آج دوبارہ احمدی پوری آب و تاب کے ساتھ چک سکندر میں مقیم ہیں۔

تائید و حمایتِ خداوندی

احمدیوں کے صبر اور استقامت کو قبول کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے دشمنوں کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ایک انسپکٹر پولیس جو کہ ہمارے کیس کے وقت کھاریاں تھانہ میں تعینات تھا اور آجکل حوالاتیوں کو لے کر سیشن کورٹ میں پیشی کے لئے جاتا ہے ہم دونوں کو دیکھ کر بے اختیار اپنے محکمانہ راز فاش کر بیٹھا کہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی اور مولوی امیر کی بدقسمتی کہ اگر وہ ۳ر اگست ۱۹۹۰ء کو بوریا نوالی قتل نہ کرتا تو اُس کے خلاف اور اُس کے ساتھیوں کے خلاف جو مقدمہ قتل درج تھا اس بنا پر ڈسچارج ہو جانا تھا کہ کتوں اور بکروں کے دنگل میں مختلف گاؤں کے لوگ آئے ہوئے انہوں نے ہی احمدیوں کو قتل و زخمی کیا اور انہوں نے ہی گھروں کو لوٹا اور آگ لگائی

باقی صفحہ نمبر ۶۲ پر ملاحظہ فرمائیں

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پُشتِ من   آں منم کاندر میانِ خاک وخوں بینی سرے

چنانچہ حق وصداقت کے ان متوالوں میں ایسے جری اور بہادر انسان بھی شامل ہیں جو اینٹی احمدیہ آرڈیننس ایسے ظالمانہ قانون کے تحت راہِ مولیٰ میں سالہاسال سے محض اس " جرم " کی پاداش میں قید وبند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں کہ وہ احمدی ہونے کی حیثیت میں خاکپائے احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے مدعی ہیں اور کلمہ طیبہ کے برملا اعلان کو اپنا جزوِ ایمان سمجھتے ہیں۔ انہیں سراسر جھوٹے اور بے بنیاد مقدمات میں ملوث کرکے پابند سلاسل ہی نہیں کیا گیا بلکہ بعض معصوم و بے گناہ انسانوں کو مارشل لاء کورٹس (فوجی عدالتوں) کے ذریعہ موت کی سزا کا حکم بھی سنوایا گیا۔ رضائے الٰہی کی خاطر صدق وصفا اور اخلاص و وفا کے ان مجسموں نے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں اس حال میں پہنیں کہ وہ ان ہتھکڑیاں اور بیڑیوں کو سنگھار کا موجب سمجھ کر انہیں بار بار چوم رہے تھے اور اس طرح اپنی اِس خوش بختی پر خدا کا شکر بجالا رہے تھے کہ ان کے ربّ ذوالمنن نے مصائب وشدائد میں صبر واستقلال کا نمونہ دکھانے کے لئے انہیں منتخب فرمایا ہے۔ اُن میں سے ہر ایک اپنے درجہ کے مطابق اپنے رنگ میں زبانِ حال سے کہہ رہا تھا اور سالہاسال سے قید وبند کی صعوبتیں مسلسل برداشت کرتے ہوئے آج بھی کہہ رہا ہے ؎

یہ سراسر فضل واحساں ہے کہ میں آیا پسند   ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

ہم یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جو اسیرانِ راہِ مولیٰ کی خاطر اپنی تائید وحمایت کے مہتم بالشان نشانات دکھاتا آرہا ہے وہ دن ضرور لائے گا جب ان معصوم اور بے گناہ قیدیوں کی معصومیت اور بے گناہی (جو پہلے ہی اظہر من الشمس ہے) اُن اہل دنیا پر بھی آشکارہ ہوگی جنہوں نے اپنی آنکھیں عمداً بند کر رکھی ہیں اور جان بوجھ کر اپنے کانوں میں ٹینٹیاں ٹھونسی ہوئی ہیں۔ انشاء اللہ القدیر بے گناہوں کی بریت اور رستگاری عمل میں آئے گی اور جماعت میں ہی نہیں دنیا بھر میں ان کی عزت بلند ہوگی اور ہمیشہ بلند ہوتی چلی جائے گی۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو انتہائی نامساعد حالات میں بھی پورا کر دکھانے والے ان خوش نصیب بھائیوں پر جماعت احمدیہ کی موجودہ نسلیں تو فخر کر ہی رہی ہیں آئندہ زمانوں میں آنے والی نسلیں بھی ان پر فخر کریں گی۔ بلکہ آج جو لوگ اِن معصوم انسانوں کو انسانیت سوز مظالم کا تختۂ مشق بنانے کے ذمہ دار ہیں خود ان کی آئندہ نسلیں بھی ان کی یاد پر محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کرکے ان پر فخر کریں گی کیونکہ وہ خدائی وعدوں کے بموجب جماعت احمدیہ میں داخل ہو چکی ہوں گی۔ جہاں وہ اِن عظیم المرتبت سرفروشوں پر فخر کریں گی وہاں وہ انہیں ظلم وستم کا تختۂ مشق بنانے والے اپنے آباؤ اجداد کی بے عقلی، ہٹ دھرمی اور سفّاکی پر کفِ افسوس ملتے ہوئے آنسو بہائیں گی کہ انہوں نے معصوموں کے خونِ ناحق اور بے گناہوں کے خلاف ظلم ناروا کی ارزانی سے اپنے ہاتھ کیوں رنگے اور اس طرح اپنے آپ کو مغضوب علیہم کا مصداق کیوں بنایا۔ یہ وہ وقت ہوگا جب دنیا سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کو بڑی عظمت اور شان کے ساتھ پورا ہوتے ہوئے دیکھے گی ؎

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقتِ خوشترم

اسیرانِ راہِ مولیٰ

یہ کُشتگانِ جفا جورِ ناروا کے اسیر
خدا سے سلسلۂ ربط لازوال ان کا
نظر میں منزلِ جاناں، دلوں میں ذوقِ وصال
نظر جمائے ورائے حدِ وجود وعدم
وہ میرے خاک نشین، ساکنانِ عرشِ بریں
یہ نونہال رہے زینتِ چمن برسوں
یہ لوگ آج بھی ہیں رونقِ وطن اِن کو
ہیں وقف ان کے لئے ان گنت دعائیں انہیں

دیارِ عشق و وفا میں محبتوں کے سفیر
غموں میں حوصلۂ ضبط بے مثال ان کا
شبانِ غم میں بھی شاداں ہیں بے نیازِ مآل
وفا کا تھامے عَلَم، ہر قدم ثباتِ قدم
امینِ نورِ یقین، کال کوٹھڑی کے مکیں
انہیں چمن کی ہواؤ! میرا اسلام کہو
مرے وطن کی فضاؤ! میرا اسلام کہو
حزیں دلوں کی دعاؤ! میرا اسلام کہو

عبدالمنان ناہید

صدر جیل سے خاکسار کو لینے گئے وہاں بھی انہوں نے کلمہ طیبہ اپنے سینوں پر آویزاں کر رکھا تھا۔ پیارے حضور نے ان خدام کا مورخہ ۸ مارچ ۸۶ء کی اپنی چٹھی میں ذکر فرمایا جو خاکسار کے نام تھی۔ اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"پیارے عزیزم جہانگیر محمد جوئیہ صاحب، السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ"۔ آپ کا خط مورخہ ۱۵، ۱۹ فروری پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کلمۂ شہادت کی سربلندی کی توفیق اور سعادت بخشی۔ اللہ تعالیٰ قدم قدم پر اپنے فرشتوں سے مدد فرمائے۔ الحمدللہ آپ نے شیروں کی طرح کلمہ لگائے رکھا اور سب کو دکھایا ہے اور اس جرأت سے کام کیا کہ سارے ماحول پر غالب آگئے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ آپ کے پیچھے ساری جماعت بھی شیر بن کے عدالت میں گئی۔ کلمہ لگا کر جو گئے تھے ان سب کو میرا محبت بھرا سلام کہہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو خادم دین بنائے اور اپنے فضلوں سے نوازے۔ دشمن کے شر سے محفوظ رکھے۔

والسلام خاکسار (دستخط خلیفۃ المسیح الرابع)"

مورخہ ۲ مارچ ۱۹۸۶ء کو خاکسار کی تاریخ پیشی تھی۔ خدام کلمہ طیبہ لگا کر خاکسار کے چیمبر میں آرہے تھے۔ تقریباً ۲۰، ۲۵ خدام آگئے تھے۔ اس سے پہلے عدالتوں میں اور جوہر آباد شہر میں ہماری طرف سے ایک اشتہار تقسیم کیا گیا تھا۔ یہ ہمیں قائد صاحب ضلع سرگودھا کی طرف سے ملا تھا۔ ایک خادم نے آکر بتایا کہ کالج سے طالب علموں کا جلوس آرہا ہے ہم سب کو اس کا علم ہو گیا تمام احباب نے فیصلہ کیا کہ ہم یہاں سے چلے جائیں۔ ہم وہاں سے چلے گئے اور جاکر ملک محمد اقبال صاحب آفیسر یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ جوہر آباد کے گھر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ملک اقبال صاحب نے بتایا کہ جلوس عدالتوں میں پہنچ چکا ہے۔ خاکسار نے بعض احمدیوں کو ان میں شامل ہونے کو کہا۔ یہ خدام تھے وہاں جاکر شامل ہو گئے اور پوری کارروائی دیکھنے لگے۔ یہ تقریباً ڈیڑھ صد کے قریب تھے۔ زیادہ تر تماش بین تھے صرف ۸، ۹ لڑکے شرپسند تھے جو تقریریں کر رہے تھے اور ہمارے تقسیم کئے ہوئے اشتہار کو اوپر اٹھا کر کہہ رہے تھے کہ یہ لکھتے ہیں کہ ہم سے کوئی کلمہ نہیں اترواسکتا ہے۔ ہمارے ہاتھوں میں طاقت ہے کہ ہم ان کے کلمہ طیبہ اتار سکتے ہیں اور گالی گلوچ کرتے رہے۔ سیشن جج صاحب کو "السیشن" کہہ رہے تھے اور مطالبہ کر رہے تھے کہ جہانگیر جوئیہ کی ضمانت منسوخ کر کے جیل بھیج دیا جائے۔ ان طالب علموں نے خاکسار کا چیمبر گرا دیا فرنیچر توڑ دیا اور آگ بھی لگائی مگر بعد میں بجھا دی گئی کہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے مسلمان وکلاء کے چیمبر بھی جل جائیں۔ پولیس دیکھ کر ہنس رہی تھی اور لوگ کہہ رہے اب دیکھیں گے کہ جہانگیر جوئیہ کیسے کلمہ طیبہ لگائے گا۔ سیشن جج صاحب کے بورڈ اکھاڑ دئے گئے۔

خاکسار چیمبر گرنے کے فوراً بعد مع مربیان اور قائد صاحب ضلع اور اپنے بیٹے امان اللہ جوئیہ اور دیگر خدام کے ساتھ جائے وقوعہ پر پہنچ گیا، جب وہاں پہنچے تو مجسٹریٹ صاحب کھڑے تھے جو واسطی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ اسی وقت سید امداد حسین شاہ ہمدانی ایڈووکیٹ خوشاب کار پر آگئے اور خاکسار کو کہا کہ آپ ضد نہ کریں اور کلمہ طیبہ اتار دیں۔ خاکسار نے ان کو کہا کہ اب گولی کھالوں گا مگر کلمہ طیبہ نہ اتارونگا۔ اس وقت مذکورہ بالا مجسٹریٹ صاحب یہ بات سن رہے تھے۔ ان کا چہرہ سرخ ہو گیا ہم نے وہاں گرے ہوئے چیمبر اور تباہ شدہ فرنیچر کا فوٹو اتارا۔ یہ فوٹو پھر مرکز بھجوا دیا گیا۔ گرے ہوئے چیمبر کی تصویر اخبار نوائے وقت اور جنگ میں شائع ہو چکی ہے۔ اور پھر تمام اخباروں کے نمائندگان کو ایک بیان خاکسار نے دیا مگر اخباروں میں یہ شائع نہ ہوا۔

مورخہ ۶ مارچ ۱۹۸۶ء کو ڈی ایس پی اور انسپکٹر صاحب نے خاکسار کو اپنے دفتر میں بلایا دو سپاہیوں کے ذریعہ۔ خاکسار تقریباً ۱۲ بجے دن ان کے دفتر میں پہنچ گیا اور اجازت چاہی تو ڈی ایس پی نے اجازت دیکر بڑے سخت گستاخانہ لہجہ میں کہا کہ تم کون ہو۔ خاکسار نے کہا کہ میں جہانگیر محمد جوئیہ ایڈووکیٹ ہوں۔ آپ نے خاکسار کو بلایا ہے۔ بڑے موڈ میں کہا کہ بیٹھ جاؤ بیٹھتے ہی سخت گستاخانہ سلوک کیا کہ تم نے کیا تماشہ بنا رکھا ہے، اور یہ کلمہ طیبہ کیوں نہیں اتارتے' اور یہ کہ تم امن عامہ کے لئے خطرہ ہو' پاکستان کے دشمن ہو اور اسے مٹانا چاہتے ہو۔ خاکسار نے کہا کہ یہ غلط ہے۔ اس نے بار بار اس بات کو دہرایا۔ آخر خاکسار نے کہا کہ اگر کلمہ طیبہ کی خاطر پاکستان مٹتا ہے تو مٹنے دیں میں کلمہ طیبہ نہیں اتاروں گا آپ بے شک مجھے گولی مار دیں اور سو سے زیادہ مقدمات بنائیں۔ پھر کہا کہ کیسی داڑھی رکھی ہوئی ہے اور ٹوپی پہن رکھی ہے ایسے جیسے بڑا مومن ہو مگر کام شیطانوں والے ہیں اور مزید کہا کہ تم ہمارے ضلع کے امن میں خلل ڈالنا چاہتے ہو۔ ہم تم سے کلمہ طیبہ اتروا لیں گے۔ خاکسار نے کہا یہ ٹھیک ہے آپ کلمہ طیبہ اتار سکتے ہیں مگر جب میں آزاد ہوں گا تو پھر لگا لوں گا۔ پھر ڈی' ایس' پی صاحب نے کہا کہ تم جو کلمہ پڑھتے ہو اس میں محمدؐ سے مطلب غلام احمد قادیانی ہے اور دل میں محمد سے تمہارا مقصد مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ خاکسار نے کہا کہ یہ غلط بات ہے۔ ہم یہ کلمہ طیبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا پڑھتے ہیں۔ خدا کی قسم ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ جو ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں یہ جھوٹ ہے۔ پھر کہا کہ تم اوپر اوپر سے یہ پڑھتے ہو تو خاکسار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا حوالہ دیا جس میں یہ درج ہے کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا۔ اس پر ڈی ایس پی صاحب کا موڈ کچھ نرم ہوا کچھ اور غلط، سخت اور اخلاق سے گری ہوئی باتیں کیں اور کہا کہ تم شرپسند بن کر ہمارے ضلع میں تحریک چلانا چاہتے ہو۔ مہربانی کر کے آپ کسی اور ضلع میں تحریک چلائیں۔ بہرحال ڈی ایس پی صاحب' انسپکٹر صاحب اور ایک ایس آئی نے خاکسار کو کلمہ طیبہ اتارنے کیلئے سخت دباؤ ڈالا مگر خاکسار نے اس دباؤ کو سختی سے ٹھکرا دیا۔ پھر ختم نبوت پر بحث شروع ہو گئی اس میں خاکسار نے ان کو ناکام کر دیا۔ آخر میں کلمہ طیبہ لگانے پر بحث ہوئی۔ انہوں نے کہا تم یہ کلمہ طیبہ کیوں لگاتے ہو حالانکہ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اپنے سینوں پر نہیں لگایا خاکسار نے کہا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ اس وقت زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھتے تھے جب ان کو مارا جاتا تھا۔ اب ہمیں مارا جا رہا ہے جیلوں میں بھیجا جا رہا ہے اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم کلمہ طیبہ پڑھیں اور لگائیں۔ تو انسپکٹر صاحب نے کہا کہ میں ربوہ میں رہا ہوں اور آپ کے تمام مسائل کو جانتا ہوں۔ آپ حضرت بلالؓ کی طرح زور سے کلمہ طیبہ پڑھیں مگر سینوں پر نہ لگائیں۔ خاکسار نے جواب دیا کہ اب صدر ضیاء الحق نے ہمارے خلاف کاغذ کے ذریعے آرڈیننس جاری کیا ہے اس لئے ہم نے کلمہ طیبہ لکھ کر اپنے سینوں پر لگایا ہے۔ اس قانون سے پہلے ہم کلمہ طیبہ نہ لگاتے تھے کیونکہ ہمیں روکا نہ جاتا تھا' اب

ان کا رویہ نرم ہو چکا تھا۔ اور اب یہ منت سماجت کر رہے تھے کہ کلمہ طیبہ اتار دیں۔ خاکسار نے کہا کہ بے شک آپ خاکسار کو گولی مار دیں کلمہ طیبہ نہیں اتاروں گا۔ یہ میری آخری بات ہے۔ اب خاکسار آپ سے کوئی بات نہیں کرے گا کیونکہ بحث سے ضد بنتی ہے اور پھر جھگڑا ہو جاتا ہے۔ اب یہ باتیں کر رہے تھے۔ مگر خاکسار چپ بیٹھا رہا۔ یہ خاکسار پر سوال کرتے تھے مگر میں چپ تھا۔ یہ تقریباً دس پندرہ منٹ رہا۔ ڈی ایس پی صاحب کے دفتر میں بحث پر تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا۔

انسپکٹر صاحب نے کہا کہ صدر ضیاء الحق کا کب خاتمہ ہوگا۔ خاکسار نے کہا کہ اس کا جلدی خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر ڈی ایس پی صاحب نے کہا کہ آپ نے جانا نہیں ہے۔ خاکسار نے کہا کہ آپ اجازت دیں گے تو تب جاؤں گا۔ اس وقت انہوں نے کہا آپ جائیں، تب خاکسار جاتے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔

خاکسار کو ڈسٹرکٹ اٹارنی بھٹی صاحب نے بتایا کہ جب سیشن جج صاحب کا بورڈ اکھاڑا گیا تھا۔ اس دن سیشن جج صاحب نہ تھے مگر دوسرے دن ان کو اس بات کا علم ہوا کہ طالب علموں نے ان کو گالیاں دی ہیں تو انہوں نے چیف جسٹس ہائی کورٹ جاوید اقبال کو لکھا کہ جہانگیر جوئیہ ایڈووکیٹ قادیانی ہے اس کا چیمبر گرا دیا گیا اور پولیس تماشا دیکھتی رہی اور مجھے گالیاں دی گئیں اور عدالت کے بورڈ اکھاڑ دیئے گئے۔ چیف جسٹس نے گورنر کو لکھا کہ شرپسند طالب علموں کے خلاف قانونی کاروائی کرنی چاہیئے۔ گورنر نے ڈی سی خوشاب کو لکھا کہ طالب علموں کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے مگر ڈی سی صاحب نے ان کے خلاف کوئی پرچہ درج نہیں کرایا حالانکہ ہماری طرف سے چیمبر گرانے کے سلسلہ میں پہلے ہی درخواست گذاری جا چکی تھی پولیس کے پاس مگر انہوں نے کوئی کاروائی نہ کی۔ خاکسار کے خلاف مقدمہ اب تحصیل نور پور تھل میں چل رہا ہے

پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے لندن میں ہمیں یاد رکھا اور وہاں سے آپ اس کمزور، حقیر اور ناچیز کو چٹھیاں لکھتے رہے ان کا ذکر اس لئے کرتا ہوں کہ آئندہ احمدی تاریخ احمدیت کو پڑھ کر اس عاجز کو دعائیں دیتے رہیں اور پیارے حضور کی ان شفقت بھری چٹھیوں کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ تمام قربانیاں ادھوری رہ جاتی ہیں۔ کلمہ طیبہ میں کامیابی صرف اور صرف حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ۲۱ فروری ۱۹۸۶ء کا تحریر فرمودہ ایک خط پیش کیا جاتا ہے:۔

"پیارے عزیزم جہانگیر محمد جوئیہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپ کا خط مورخہ ۱۲ فروری موصول ہوا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ ماشاء اللہ آپ بہت اچھی طرح ضلع کا کام سنبھال رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے رفقاء کار کو بہترین اجر عطا فرمائے۔ کام کے بہتر اور مثبت نتائج برآمد فرمائے۔ کلمہ طیبہ کی اشاعت اور کیسٹوں کی مہم کو تیز کریں۔ اللہ تعالیٰ سچائی کا نور ظاہر فرماتا جائے۔ تمام احباب کو میرا بہت بہت محبت بھرا سلام۔

والسلام خاکسار مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع

حضور نے ۲۲ مارچ ۸۶ء چٹھی نمبر PE ۵۲۸۰ ارسال فرمائی جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:۔

"پیارے عزیزم جہانگیر محمد جوئیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط موصول ہوا۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی جرأت اور دلیری عطا کی ہے۔ ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کلمہ کی برکات عطا کرے اور پورے علاقہ کو احمدیت کے نور اور رعب سے بھر دے۔ تمام احباب کو میرا محبت بھرا سلام کہہ دیں حکمت سے اپنے مشن میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے مدد فرمائے۔ والسلام خاکسار

(دستخط حضور و مہر)

حضور اقدس نے مورخہ ۱۴ جون ۸۶ء اس عاجز کو تحریر فرمایا:

"پیارے عزیزم جہانگیر محمد جوئیہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپ کا خط محررہ ۵ جون ۸۶ء موصول ہوا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ آپ ماشاء اللہ شیر ہیں۔ آپ کو کوئی زیر نہیں کر سکتا۔ آپ کے نیک نمونہ کا ساری جماعت پر بہت نیک اثر ہے۔ اور کسی پر خوف نہیں۔ الحمد للہ آپ اپنی جماعت کی اچھی قیادت کر رہے ہیں۔ تمام احباب کو میرا محبت بھرا سلام کہہ دیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلمہ کی برکتوں سے گھروں کو بھر دے، اور احمدیت کا نام بلند سے بلند تر کرنے کی توفیق دے اور فرشتوں کی ساتھ مدد رہے۔ والسلام خاکسار

(دستخط حضور اقدس)

جان سے پیارے آقا نے دعا دیتے ہوئے تحریر فرمایا

"پیارے عزیزم جہانگیر محمد جوئیہ صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپ کا خط ملا۔ مبارک ہو۔ الحمد للہ، ماشاء اللہ آپ نے بڑی بہادری اور دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا ہے اور بہت دلیری کا ثبوت دیا ہے۔ اس سے سارے ضلع میں جان پیدا ہو گئی ہے غیر احمدیوں میں سلسلہ کا وقار بڑھا ہے۔ اس جہاد کو جاری رکھیں اللہ تعالیٰ دونوں جہان کی سعادتیں نصیب کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری ہی فتح ہوگی۔ خوش نصیب ہیں جو کلمہ کے لئے تکلیف اور دکھ پاتے ہیں۔ کل کو وہ عزت سے یاد کئے جائیں گے تمام احباب کو میرا محبت بھرا سلام پہنچا دیں۔ والسلام خاکسار

(دستخط حضور انور)

خاکسار کے خلاف پریس ایسوسی ایشن ضلع خوشاب اور مجلس عاملہ بار ایسوسی ایشن ضلع خوشاب نے RESOLUTION منظور کیا کہ جہانگیر محمد جوئیہ کلمہ طیبہ اتار دے کیونکہ اس سے قانون کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ پھر انجمن تاجران جوہر آباد ضلع خوشاب نے ایک جلسہ عام فوارہ چوک جوہر آباد میں کیا اس میں مختلف اشخاص نے تقریریں کیں۔ آخر میں خفیہ اجلاس میں یہ طے پایا کہ اگر یہ کلمہ طیبہ نہ اتارے تو اس کو چھرا مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ ان کے جلسہ عام کا ذکر اخبارات میں آیا۔ پھر ان کا وفد ڈی سی صاحب کو ملا۔ یہ وفد کم از کم ساٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ اس میں اخباری نمائندے، وکلاء، تاجر اور دیگر ہر طبقہ کے آدمی شامل تھے۔ انہوں نے ڈی سی صاحب سے مطالبہ کیا کہ اسکا کلمہ اتروایا جائے ڈی سی صاحب نے کہا کہ ہم پورا زور لگا چکے ہیں یہ کلمہ طیبہ نہ اتارتا ہے۔

خاکسار مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۸۶ء کو مع خادم حسین صاحب وڑائچ قائد خدام الاحمدیہ سرگودھا، صادق محمد صاحب طاہر قائد خدام الاحمدیہ ضلع خوشاب حافظ محمد امجد صاحب معتمد خدام الاحمدیہ ضلع سرگودھا، طاہر محمود صاحب مربی ضلع خوشاب نور پور تحصیل میں صبح سویرے سات بجکر تیس منٹ پر جماعت ہائے احمدیہ ضلع سرگودھا کی کار پر گیا۔ جب کار سے اترے تو عدالت کے باہر گیٹ کے سامنے اونچی جگہ پر عدالت کے کلرک کرسیاں ڈال کر بیٹھے تھے۔ جب ہم اوپر چڑھے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں کلمہ طیبہ کے بیجز دیں ہم لگانا چاہتے ہیں۔ یہ تقریباً ۱۰-۱۲ آدمی تھے۔ خاکسار نے ان کو کہا کہ آپ کے لئے کلمہ طیبہ لگانا مشکل ہے۔ وہ بضد ہوئے تو خاکسار کے پاس جو ایک زائد کلمہ طیبہ تھا وہ اے سی صاحب کے ریڈر کو دے دیا۔ دوسرا کلمہ طیبہ صادق محمد طاہر قائد ضلع خوشاب نے عزیز الرحمٰن پٹواری ساکن جمالی بلوچاں تحصیل نور پور کو دیا۔ ان دونوں نے کلمہ اپنے سینوں پر لگا لیا۔ باقیوں نے کلمہ طیبہ مانگا مگر ہمارے پاس نہ تھے۔ خاکسار کو طاہر محمود صاحب چودھری مربی ضلع نے کہا کہ محمد زمان کھاوڑ ایڈووکیٹ نور پور تھل کلمہ لگانے والے غیر احمدیوں سے کہہ رہا تھا کہ آپ نے کلمہ طیبہ کس سے لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ کلمہ طیبہ جہانگیر محمد جوئیہ سے لیا ہے تو اس وقت اس نے کہا کہ جہانگیر جوئیہ نے یہاں بدمعاشی پھیلا رکھی ہے۔ آپ کلمہ طیبہ اتار دیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ جب خاکسار کو اے سی صاحب نے تاریخ پر بلایا تو محمد زمان کھاوڑ نے ایک درخواست پیش کی۔ اے سی صاحب نے درخواست پڑھی اور خاکسار سے پوچھا کہ آپ نے کلمہ طیبہ کے بیج تقسیم کئے ہیں۔ خاکسار نے انکار کر دیا کہ میں نے تقسیم نہیں کئے ہیں بلکہ خاکسار سے دو آدمیوں نے مانگے تھے ان کو دیئے ہیں۔ دونوں مخالف وکیل اس بات پر بضد ہوئے کہ کلمہ طیبہ تقسیم کئے ہیں۔ خاکسار نے اے سی صاحب سے کہا کہ یہ قسم دے دیں اور میرے خلاف مقدمہ بنا دیں۔ جب یہ بات میں نے کی تو یہ دونوں وکیل چُپ کر گئے۔ پھر اے سی صاحب نے خاکسار کو کہا کہ آپ فتنہ پھیلا رہے ہیں۔ خاکسار نے بڑے جوش اور غصہ میں کہا کہ جناب کلمہ طیبہ فتنہ نہیں ہے۔ یہ فقرہ خاکسار نے تین دفعہ بڑے جوش اور غصہ میں دہرایا۔ اس وقت جو احمدی میرے ساتھ تھے وہ بھی سُن رہے تھے۔ پھر اے سی صاحب نے تیسری بار کہا کہ آپ اشتعال پھیلا رہے ہیں۔ خاکسار نے کہا کہ ان وکلاء کو جو کھڑے ہیں سینماؤں وغیرہ پر اشتعال پیدا نہ ہوتا ہے اور کلمہ طیبہ دیکھ کر ان کو اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ تب اے سی صاحب نے کہا کہ میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔ بے شک آپ کلمہ طیبہ لگائیں۔ ہم لوگوں کو چھٹی دے دیں گے وہ آپ کو ماریں گے اور WE WILL ENJOY یعنی ہم لطف اٹھائیں گے۔ خاکسار چپ کر گیا۔ اور پھر دو تین منٹ کے بعد اس نے ایس ایچ او نور پور تھل کو درخواست MARK کی کہ اس پر ضروری کارروائی کریں۔

یہ درخواست قانونی کارروائی کے لئے ایس پی خوشاب کو ارسال کر دی گئی۔ ایس پی صاحب نے تحریر کیا کہ اس کے خلاف ۲۹۸-سی ت پ کے تحت مقدمہ درج کیا جائے اس طرح یہ مقدمہ ۱۵ رجون ۱۹۸۶ء کو خاکسار کے خلاف درج ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے اس طرح بدلہ لیا کہ ۱۶ رجون ۸۶ء کو خوشاب کے شہریوں نے ایس پی صاحب خوشاب، ڈی ایس پی خوشاب اور ایک ایس آئی کو پکڑ کر یرغمال بنا لیا۔ سُنّیوں نے مطالبہ کیا کہ اگر آپ ہمارے مولوی عبد الرحمٰن کو واپس کریں گے تو ہم ان کو چھوڑیں گے۔ آخر کار انتظامیہ کو شہریوں کا مطالبہ ماننا پڑا۔ شہریوں نے ایس پی کے کپڑے اتار دیئے اور کچھ مارا بھی۔ اس وقت ایس پی کہتا تھا کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں مجھے قتل نہ کریں۔ بڑی مشکل سے چیئرمین میونسپل کمیٹی خوشاب محمد شریف بلوچ نے اس کو چھڑایا۔ اے سی صاحب نور پور تھل کا تبادلہ ہو گیا۔ خاکسار نے تفتیش کرنے والے ایس آئی غوث محمد کو بتایا کہ ان کے ساتھ کیوں ہوا ہے یہ اس لئے ہوا ہے کہ انہوں نے کلمہ طیبہ کے لئے خاکسار کے خلاف مقدمہ درج کرایا ہے۔ اے سی صاحب نے تبادلہ رکوانے کی بڑی کوشش کی مگر تبادلہ واپس نہ ہوا۔ اس بات کا ایس آئی پر بڑا اثر ہوا۔ کیونکہ اے سی صاحب کے تبادلے کی بات کا ذکر خاکسار پہلے کر چکا تھا۔ جبکہ خاکسار کے خلاف مقدمہ نہ ہوا تھا۔ اس وقت یہ ایس آئی نہ مانتا تھا جب یہ دونوں باتیں ہو گئیں تو یہ ڈر گیا اور اس نے کہا کہ آپ عبوری ضمانت کرالیں اور خاکسار کو کلمہ طیبہ بھی دوسرا دے دینا۔ میں آپ کا کلمہ طیبہ نہ اتاروں گا۔ خاکسار نے کہا کہ میں عبوری ضمانت نہیں کراؤں گا۔ آپ خاکسار کو گرفتار کریں۔ ایس آئی نے کہا کہ میں ۲۶ رجون ۸۶ء کو گرفتار کروں گا۔ اسی دوران پیارے امام جماعت احمدیہ نے خاکسار کو لندن بلایا اور مرزا انس احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی نے حکم دیا کہ قبل از گرفتاری ضمانت کرالیں۔ کیوں کہ آپ کو حضرت صاحب نے لندن بلایا ہوا ہے۔ ۹ رجولائی ۱۹۸۶ء کو خاکسار کی ضمانت محمد نواز سیشن جج خوشاب نے منظور کر لی۔ اس مقدمہ کے بارے میں خبر اخبار جنگ (پنجاب) میں مورخہ ۲۵ رجون ۸۶ء میں شائع ہوئی۔

پیارے حضور نے مورخہ یکم جولائی ۸۶ء کو لندن سے چٹھی نمبر PE ۶۶۲۳ میں اس عاجز کو تحریر فرمایا:

> پیارے عزیزم جہانگیر محمد جوئیہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
>
> آپ کا خط مورخہ ۲۱ رجون ۸۶ء مقدمہ کی ابتدائی رپورٹ موصول ہوا۔ الحمد للہ کہ آپ بہت ہی جوانمردی سے ان کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے بہت بڑی سعادت لکھی ہے کہ آپ اس کے پیارے کلمۂ شہادت کی خاطر قربانی دے رہے ہیں۔ یہی آپ کی عظمت ہے کہ آپ کسی کے آگے بھی جھکنے کے لئے تیار نہیں۔ ہمارا اصل سہارا وہی خدا تعالیٰ ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس زمانہ میں بھیجا اس کلمہ کو بلند کرنے کے لئے مبعوث فرمایا اور آپ اس کے لئے قربانی کے ساتھ بڑے صبر اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ ہر آن اپنی حفاظت میں رکھے اور ہر دشمن کے شر سے محفوظ رکھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت آئے گی اور دنیا اس سایہ تلے آرام پائے گی۔ والسلام خاکسار
>
> مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع

سیشن جج خوشاب نے ضمانت قبل از گرفتاری منظور کر لی تو خاکسار نے لندن جانا تھا۔ اس لئے پروگرام بنایا گیا کہ سرگودھا سے سامان خرید کیا جائے۔ اس پروگرام کے تحت مکرم طاہر محمود چودھری صاحب

صاحب مربی ضلع خوشاب، مکرم جاوید احمد جاوید مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ خوشاب اور خاکسار سرگودھا والی بس پر بیٹھ گئے۔ بالآخر ہم تینوں ایک دوکان پر گئے جس پر ایک داڑھی والا نوجوان بیٹھا تھا۔ ہم نے خیال کیا کہ یہ اچھا آدمی ہے اس لئے اس سے کپڑا لینا چاہئے۔ ہم جاکر بیٹھ گئے اور داڑھی والے آدمی نے ہمیں کپڑا دکھایا۔ میں نے اچکن کا کپڑا خریدا اور طاہر محمود صاحب نے بھی کپڑا خریدا۔ دوکاندار نے درزی کو بلایا اس نے خاکسار کا ماپ لیا اور خاکسار نے سلائی کے لئے اچکن اسے دے دی۔ ہم نے اس دوکان سے پانی بھی پیا اور اس داڑھی والے نے ہمیں پانی پلایا۔ جب ہم لین دین کا کام ختم کر چکے تو دوکان میں کچھ اور آدمی بھی آگئے۔ دو آدمی داڑھی والے تھے۔ ایک داڑھی والا جو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور دوکاندار کا ملازم معلوم ہوتا تھا۔ اس کا قد تقریباً ۵ فٹ ہوگا۔ داڑھی بکرے کی طرح لمبی تھی اور سر پر کپڑے کی ٹوپی رکھی ہوئی تھی۔ بعد میں علم ہوا کہ یہ مولوی محمد اکرم طوفانی تھا جو کہ پہلے کلمہ طیبّہ کا دشمن مشہور تھا اور ہم نے پہلے اس کا نام تو سُن رکھا تھا مگر دیکھا ہوا نہ تھا۔ اس کی بڑی قابلِ نفرت شکل تھی اور ایک شرارتی ذہن رکھنے والا معلوم ہوتا تھا۔ دوکاندار نے ہم سے پوچھا کہ آپ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ خاکسار نے جواب دیا کہ ہم احمدیہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب میں نے یہ کہا تو اس نے کہا کہ آپ قادیانی ہیں اور قادیانیوں کو کلمہ طیبہ لگانے کی قانوناً ممانعت ہے اس لئے آپ کلمہ طیبّہ اتار دیں۔ میں نے کہا کہ ہم کلمہ طیبہ نہ اتاریں گے تو دوسرا آدمی بولا کہ جو کہ داڑھی والا تھا اور اس دوکاندار کا بھائی معلوم ہوتا تھا اور اس کا حصہ دار بھی معلوم ہوتا تھا اس نے کہا کہ صدر ضیاء الحق نے آپ کے خلاف آرڈیننس جاری کیا ہے۔ یہ شرعی قانون ہے اس لئے یہ کلمہ طیبّہ آپ کو اتارنا پڑے گا۔ خاکسار نے جواب دیا کہ یزید اور اس وقت کے مولویوں نے یہ فتویٰ جاری کیا تھا کہ نعوذ باللہ حضرت امام حسینؑ واجب القتل ہیں اور باغی ہیں۔ کیا یہ فتویٰ ان کا درست تھا؟ اس بات پر وہ داڑھی والا چُپ کر گیا اور کہا کہ بہرحال ہمیں آپ سے کلمہ طیبہ اتروانا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم یہ کلمہ طیبّہ نہ اتاریں گے تو اس داڑھی والے نے کہا کہ ہم ۵ منٹ میں آپ کا کلمہ طیبہ اتار لیں گے۔ فکر مت کریں خاکسار نے پھر دوکاندار کو کہا، ہم آپ کے مہمان ہیں۔ کیا مہمانوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ آپ ہمارے مہمان نہیں ہیں۔ اتنے میں کئی آدمی دوکان کے سامنے آگئے جو کہ ان کے آدمی معلوم ہوتے تھے۔ خاکسار نے مربّی صاحبان کو کہا کہ اٹھیں اور چلیں۔ جب ہم اٹھے تو بکرے کی داڑھی والے نے چھُپ کر اور چپکے سے کلمہ طیبہ کا بیج کھینچ لیا۔ پھر دیکھا تو جاوید احمد جاوید صاحب مربی خوشاب نے اس مُلّا کا بازو پکڑ رکھا ہے اور مارنے کو تیار ہیں۔ خاکسار نے جاوید صاحب کو منع کیا اور اس کو چھوڑنے کو کہا، تو جاوید صاحب نے اس کو چھوڑ دیا۔ طاہر محمود چودھری صاحب کا بیج بھی نوچ لیا گیا۔

اس کے بعد ہم وہاں سے نکل گئے اور اٹیچی والی دوکان پر گئے جو کہ قریباً اس دوکان سے ۲۰ قدم دور ہوگی۔ جھگڑے والی دوکان سے نکلتے ہی خاکسار نے کلمہ طیبہ پھر سینہ پر لگا لیا تھا کیونکہ ایک زائد کلمہ طیبّہ کا بیج خاکسار کے پاس تھا۔ اٹیچی والی دوکان پر جب ہم کھڑے تھے تو مولوی طوفانی پھر وہاں پہنچ گیا کہ تم نے پھر کلمہ لگا رکھا ہے اس کو اتار دیں۔ خاکسار نے کہا کہ میں کلمہ طیبہ نہ اتاروں گا۔ جائیں یہاں سے چلے جائیں۔ اتنے میں وہاں پولیس کی جیپ آدھمکی۔ اس میں سے ایک انسپکٹر پولیس اور ایک ایس آئی اور دو تین سپاہی مع مسلح ہتھیار اتر پڑے اور ہمیں جیپ میں بیٹھنے کو کہا۔ ہم تینوں اس جیپ میں بیٹھ گئے۔ جب ہم جیپ پر سوار ہو رہے تھے تو بہت سے آدمی تماشہ دیکھنے والے اکٹھے ہو گئے، وہ پوچھ رہے تھے کہ ان داڑھی والے شریف آدمیوں کو کیوں پکڑا گیا ہے تو مولوی طوفانی ان آدمیوں کو کہہ رہا تھا کہ یہ قادیانی تھے اور انہوں نے کلمہ طیبہ لگا رکھا تھا اسی جرم میں یہ پکڑے گئے ہیں۔ ہمیں دو منٹ میں پولیس والے سٹی تھانہ سرگودھا میں لے گئے۔ انسپکٹر نے ہم سے پوچھا کیا یہ کلمہ طیبّہ کے بیجز آپ کے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں یہ ہمارے ہیں۔ انسپکٹر نے ہمیں دوسرے کمرے میں بھیج دیا اور وہاں ایک ایس آئی نے خاکسار کو کہا کہ آپ نے جو کلمہ طیبہ لگا رکھا ہے یہ اتار دیں۔ خاکسار نے جواب دیا کہ میں یہ کلمہ طیبّہ نہ اتاروں گا۔ اس ایس آئی نے کہا کہ ہم مسلمان ہوتے ہیں ہم خود اتار لیں گے اور پھر ہمارا کلمہ طیبہ اس نے اتار لیا اور ہمیں ایک کمرہ میں بند کر دیا جو کہ جیل کے کمروں کی مانند تھا۔ اس میں پیشاب کی بُو آرہی تھی اور پیشاب اس کمرہ میں پڑا تھا۔ ہم تھانہ کی جیل میں تھے۔ ہم نے تیمم سے نمازیں ادا کیں ہماری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں بہہ رہی تھیں اور رو رو کر دعائیں کر رہے تھے کہ پیارے خدا ان کو ہدایت دے اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور ان ظالموں پر فتح نصیب کر۔

۱۰۔ جولائی ۱۹۸۶ء کو تقریباً ۱۲ بجے ہمیں تھانہ کی جیل سے نکالا اور ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا کی طرف ویگن پر لے کر چل پڑے۔ خاکسار نے اس ویگن میں کلمہ طیبہ لگا لیا۔ جب ہم جیل میں پہنچے تو جیل والوں نے کہا کہ تم کلمہ طیبّہ اتار دو۔ خاکسار نے کہا کہ میں کلمہ طیبّہ نہ اتاروں گا تو اُس نے اے ایس آئی سے کہا کہ اس کا کلمہ طیبہ اتار دیں۔ اے ایس آئی نے کلمہ طیبّہ اتارنے کی کوشش کی مگر وہ نہ اتار سکا کیونکہ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ جب وہ کلمہ طیبّہ نہ اتار سکا تو سپاہی نے اتارا اور خاکسار کی جیب میں ڈال دیا۔ ہم تینوں کے پاس کلمہ کے چار چار بیجز تھے۔ جیل کے محکمہ کو بھی کلمہ سے دشمنی معلوم ہوتی تھی انہوں نے ہماری تلاشی لے کر تمام بیجز لے لئے۔ صرف ایک بچا جو خاکسار نے محفوظ کر لیا تھا مگر بعد میں وہ بھی تلاشی لے کر لے لیا گیا۔

ہم تینوں کو قصوری احاطہ کے ایک کمرہ میں رکھا گیا۔ جیل میں کمروں کو چکی کے نام سے موسُوم کیا جاتا ہے۔ ہم چکی نمبر ۶ میں تھے۔ یہ احاطہ جیل میں ایک الگ جیل ہوتی ہے جس میں سخت بدمعاش لوگوں کو رکھا جاتا ہے اسی احاطہ میں ہمیں مقیّد رکھا جاتا تھا۔ ہم وہاں ۱۰ جولائی ۸۶ سے لے کر ۲۱ جولائی ۸۶ تک رہے۔ ان دنوں جیل میں دعاؤں کی خوب توفیق مل رہی تھی کوئی ایسا وقت اور نماز نہ تھی جس میں رو رو کر اور عاجزی سے دعائیں نہ کی ہوں۔ آنکھوں میں پانی سیلاب بن کر آگیا تھا اور سب سے زیادہ دعا خاکسار کی یہی تھی کہ اے میرے پیارے خدا ہمیں کامیاب اور کامران کر اور احمدیت کو غالب کر اور فتح دے۔ خاکسار کو یہ پریشانی بھی لاحق تھی کہ پیارے امام نے اس عاجز کو لندن بلایا ہوا ہے اور ۲۲ جولائی ۸۶ء کو لندن جلسہ سالانہ پر روانہ

باقی صفحہ نمبر ۲۷ پر ملاحظہ فرمائیں

اے دیس

اے دیس !
ترے ہر کونے میں
اب ظلم کی آندھی چلتی ہے
ایمان کے سودے ہوتے ہیں
ہر گام وفائیں بکتی ہیں

وہ لوگ جو تیرے اپنے ہیں
ہر وقت ستائے جاتے ہیں
یہ لوگ وہی ہیں جو ہر دم
دشمن سے ترے، ٹکراتے ہیں
یہ تری بقا کی خاطر ہی
جاں دیتے ہیں
دکھ سہتے ہیں

تھا جن کو دعویٰ چاہت کا
اب وہ بھی پرائے بنتے ہیں
چھاتی پہ تری
اب چڑھ چڑھ کر
وہ خون ناحق کرتے ہیں

اے دیس !
گواہ رہنا تو بھی

اب تیرے جان نثاروں پر
ہے تیری زمیں ہی تنگ ہوئی
ہے یہ وہ زمیں، جو سینچی گئی
میرے اسلاف کے خوں سے کبھی
اب اس پہ وفائیں بکتی ہیں
دکھ درد کے سودے ہوتے ہیں

اور میرے لئے
ہر لمحہ ہی
اک کرب کا لمحہ ہوتا ہے
اب یہ بھی مجھے معلوم نہیں
کب، کس جانب سے میرے لئے
آئے گا کوئی پروانہ لئے
کہ تم بھی یہاں سے کوچ کرو
اس دیس پہ قابض لوگوں کو
اس دیس کے جان نثاروں کی
چاہت تو کجا
حاجت ہی نہیں

اے دیس !
مجھے اب تیرے لئے
ہر آن دعائیں کرنی ہیں

یہ میرا آخری حربہ ہے
جو پاک کرے گا اب تجھ کو
ہر ظالم سے
ہر جابر سے

وہ دن بھی کبھی تو آئے گا
جب پھر سے تیری دھرتی پر
رحمت کی گھٹائیں برسیں گی
چاہت سے فضائیں مہکیں گی
ہر ظلم و تعصب ہو گا فنا
محفوظ رہے گی تیری انا

اے دیس !
ترے ہر کونے میں
تب سکھ کا سورج چمکے گا
اور امن کا پنچھی چہکے گا
اے دیس !
ترے ہر کونے میں

سمیرا حبیب۔ کراچی

مقالہ خصوصی

اسیرانِ راہِ مولیٰ کی

قربانیوں کا رفیع الشان مرتبہ

سراسر بے قصور و معصوم ہونے کے باوجود منشائے ایزدی کے تحت قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء الرحمٰن کی سنّت میں داخل ہے۔ اس کی ایک نہایت درخشندہ مثال ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمتِ کردار میں ملتی ہے۔

ہوا یوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خداداد حسن و جمال سے متاثر ہو کر عزیزِ مصر (یعنی امور مملکت کے مہتمم اعلیٰ) کی بیوی نے آپ کو ورغلانا اور بدکاری کے ارتکاب پر اُبھارنا چاہا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حفاظت خاص کے طفیل شیطان لعین کے ہر وار کا پوری کامیابی سے مقابلہ کیا اور بحمداللہ تعالیٰ اپنی عصمت اور پاک دامنی پر کوئی حرف نہ آنے دیا۔ اس پر عزیزِ مصر کی بیوی نے اپنی خفّت مٹانے کی خاطر خود مجرم اور قصوروار ہونے کے باوجود اُلٹا آپ پر بدنیّتی اور بُرے ارادے کا الزام لگا دیا اور اس بناء پر آپ کو سزا دلوانا چاہی۔ معاملہ کی تفتیش کے دوران یہ بات اظہر من الشمس ہوئے بغیر نہ رہی کہ آپ سراسر بے گناہ و بے قصور ہیں اور خود عزیزِ مصر کی بیوی قصوروار اور سزا کی مستوجب ہے۔ اس کے باوجود عزیزِ مصر نے دوسروں کی نگاہ میں اپنی عزّت بچانے کی خاطر آپ کو بلاوجہ قیدخانے میں ڈلوا دیا۔ آپ سراسر بے گناہ اور بے قصور ہوتے ہوئے بھی کئی سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ بالآخر خدائی مقدرات کے تحت حالات نے پلٹا کھایا اور ایک خاص امر میں آپ کی ذہانت و فطانت سے متاثر ہو کر بادشاہِ وقت نے آپ کی باعزّت رہائی کا حکم دیا اور تلافیٔ مافات کے رنگ میں آپ کو عزیزِ مصر کے عہدۂ جلیلہ پر فائز کر کے مملکت کے نظم و نسق کا اہتمام و انصرام آپ کے سپرد کر دیا۔

ایک حضرت یوسف علیہ السلام اور زمرۂ انبیاءؑ پر ہی منحصر نہیں بہت سے اولیاء الرحمٰن بھی ایسے گزرے ہیں جنہیں راہِ مولیٰ میں بڑی بڑی اذیتیں برداشت کرنا پڑیں اور ان اذیتوں میں قید و بند کی صعوبتیں بھی شامل تھیں۔ حق یہ ہے کہ تاریخ مذاہب، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء الرحمٰن کی طرف سے راہِ مولیٰ میں پیش کی جانے والی قربانیوں کی درخشندہ مثالوں سے ہی عبارت ہے۔ انہوں نے راہِ مولیٰ میں بہائے جانے والے اپنے خون سے تاریخ مذاہب میں رنگ بھرا اور خدا کی خاطر برداشت کی جانے والی اذیتوں کی دردناکی نے اسے جذب و کشش اور انقلابی تاثیرات کا حامل بنایا۔ ہر زمانے کی نسلیں راہِ مولیٰ میں پیش کی جانے والی اُن کی اِن رفیع الشان قربانیوں کی وجہ سے ہی ان کی یاد پر محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کرتی رہی ہیں اور آج بھی کر رہی ہیں۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جو ایسے اولیاء الرحمٰن سے خالی رہا ہو۔ خدا تعالیٰ ہر زمانہ میں ایسے اولیاء الرحمٰن پیدا کرتا رہا ہے تاکہ لوگ ان کے نقشِ قدم پر چل کر خدا تعالیٰ کی راہ میں جانی و مالی قربانیاں پیش کرتے اور عنداللہ فائز المرام ہوتے چلے جائیں اور اس طرح غلبۂ حق کی راہ ہموار کرنے میں حصّہ دار بننے کی سعادت ان کے حصّہ میں آتی چلی جائے۔

اس آخری زمانہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے اولیاء الرحمٰن اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں سے محروم نہیں رکھا۔ اُس نے اپنے وعدہ کے بموجب سیّدنا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود کی حیثیت سے احیاء و غلبۂ اسلام کی غرض سے مبعوث فرما کر راہِ مولیٰ میں قربانیاں پیش کرنے کی سابقہ مثالیں پھر زندہ کر دکھائیں۔ اسی لئے جماعت احمدیہ میں ایسے اولیاء الرحمٰن اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے بکثرت پیدا ہوتے چلے آ رہے ہیں جنہوں نے راہِ مولیٰ میں بہائے جانے والے اپنے خون کے ذریعہ اور حق کی خاطر برداشت کی جانے والی صعوبتوں اور اذیتوں کے ذریعہ قربانی و ایثار کی نئی تاریخ رقم کرنے میں کمال کر دکھا ہے۔ وہ کیوں نہ ایسا کر دکھاتے جبکہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے متبعین کو پہلے ہی خبردار فرما دیا تھا کہ انواعِ رنج و مصیبت سے ان کا امتحان بھی لیا جائے گا اور ہر شخص جو زبان یا ہاتھ سے انہیں دکھ دے گا اور مصائب کے پہاڑ ان پر توڑے گا وہ سمجھے گا کہ وہ حمایتِ دین کا فریضہ ادا کر رہا ہے لیکن ساتھ ہی حضور علیہ السلام نے یہ بشارت بھی دی تھی کہ جو احمدی احباب درمیان میں پیش آنے والے ابتلاؤں سے ہراساں نہیں ہوں گے اور مصائب و شدائد کو صبر سے برداشت کریں گے وہ بالآخر فتحیاب ہوں گے اور ایک لازوال عزّت ان کے حصّہ میں آئے گی۔

یوں تو اوّل دن سے ہی جماعت احمدیہ کے ایثار پیشہ افراد احیاء و غلبۂ اسلام کی خاطر راہِ مولیٰ میں بے دریغ جانی و مالی قربانیاں پیش کرتے چلے آ رہے ہیں لیکن بالخصوص ۱۹۷۴ء کے بعد سے کہ جب پاکستان میں احمدیوں کو آئینی اور قانونی طور پر غیر مسلم قرار دیا گیا ہے اور بعد ازاں حکومتی سطح پر ظلم و ستم کے دروازے ان پر کھولے گئے ہیں، پاکستان کے احمدیوں نے راہِ مولیٰ میں جانی قربانیاں پیش کر کے اور قید و بند کی مصیبتیں برداشت کر کے قرونِ اولیٰ کی رفیع الشان قربانیوں کو ایک نئی شان کے ساتھ اپنے وجودوں میں زندہ کر دکھایا ہے اور اس طرح ثابت کر دکھایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے آقا سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامل اتباع کی برکت سے آپؑ کے اس شعر کی ایک زندہ تصویر کی حیثیت رکھتا ہے ؎

جہانگیری کی آئینہ دار اسیری

جہانگیر محمد جوئیہ ایڈووکیٹ ۔ جوہر آباد

خاکسار کے خلاف کلمہ طیبّہ کے سلسلہ میں تین مقدمات بن چکے ہیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر خاکسار اور ضلع خوشاب کے اکثر احمدیوں نے کلمہ طیبّہ کا بیج لگا لیا تھا۔ پہلے مقدمہ کے سلسلہ میں گذارش ہے کہ ایک روز صبح تقریباً ساڑھے نو بجے جوہر آباد میں اپنے چیمبر عدالت میں پہنچا تو صدر بار ایسوسی ایشن ضلع خوشاب کا کلرک خاکسار کے پاس پہنچا کہ آپ کو ماہل صاحب بلا رہے ہیں۔ خاکسار جب ماہل صاحب کے عدالت کے چیمبر میں پہنچا تو ایک مولوی صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ پہلے ان مولوی صاحب کو خاکسار نے دیکھا ہوا تھا مگر خاکسار کو یہ علم نہ تھا کہ ان کا نام کیا ہے۔ ماہل صاحب نے خاکسار کو باہر بلایا کہ دیکھا ہے۔ یہ مولوی غلام ربّانی صاحب صدر ختم نبوّت ضلع خوشاب ہیں اور یہ آئے ہیں کہ آپ جہانگیر کو کو کہیں کہ یہ کلمہ طیبّہ اتار دیں، ورنہ میں پولیس کے پاس جاتا ہوں۔ خاکسار نے مسکراتے ہوئے ماہل صاحب کو کہا کہ آپ مولوی صاحب کو کہیں کہ آپ خوش ہوں کہ ایک غیر مسلم کلمہ طیبّہ لگا کر مسلمان ہو گیا ہے۔ ماہل صاحب نے کہا کہ آپ مذاق کو چھوڑیں۔ میں نے اس مولوی صاحب کو سمجھانے کی بڑی کوشش کی ہے اور میں نے اس کو کہا کہ لا اکراہ فی الدّین کہ دین میں جبر نہیں، آپ دین میں جبر کر کے قرآن مجید کی خلاف ورزی کر رہے ہیں مگر اس مولوی صاحب نے کہا کہ میں آپ کی کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں، جہانگیر کو کہیں کہ وہ کلمہ طیبّہ اتار دیں، ورنہ میں پولیس کے پاس جاتا ہوں۔ خاکسار نے خان محمد صاحب ماہل کو کہا کہ آپ مولوی صاحب کو کہیں کہ وہ بے شک پولیس والوں کے پاس جائے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ گذرا تھا کہ سب انسپکٹر وڑائچ صاحب اور اے ایس آئی احمد خان صاحب خاکسار کے چیمبر عدالت کے سامنے آ گئے اور انہوں نے بھی کلمہ طیبّہ اتارنے پر اصرار کیا لیکن میں مسلسل انکار کرتا۔ انہوں نے میرا بیان لے کر افسران بالا تک پہنچایا۔ بالآخر ڈی سی صاحب نے ایس، پی صاحب خوشاب کو کہا کہ قادیانی وکیل کے خلاف پرچہ درج کر کے اسے گرفتار کیا جائے اور ۱۷ر دسمبر ۱۹۸۵ء کو خاکسار کے خلاف مقدمہ درج ہو گیا اے ایس آئی اور دوسرے پولیس والوں نے خاکسار کو مشورہ دیا کہ آپ ضمانت قبل از گرفتاری کروا لیں۔ خاکسار نے جواب دیا کہ آپ مجھے گرفتار کریں خاکسار حضور کو لندن میں مقدمہ کی تمام کاروائی سے آگاہ کرتا رہا اور ناظر صاحب امور عامہ کو بھی اطلاع دیتا رہا۔ حضور کو خاکسار نے تحریر کیا تھا کہ میں قبل از گرفتاری ضمانت کرانا نہیں چاہتا تو پیارے آقا نے لندن سے چٹھی کا جواب دیا۔ ۸۶/۱/۱۴ کو پیارے آقا تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کا خط موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے شر سے بچائے احمدیت کا شیر بنائے رکھے، اور بے خوف وخطر گرجتے رہیں اور احمدیت کے نام کو روشن کرنے والے ہوں۔ تمام احباب کو میرا محبت بھرا سلام کہہ دیں۔ والسّلام خاکسار

(دستخط) حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع

ساتھی وکلاء نے پرزور اصرار کر کے ضمانت کی درخواست دی جو نامنظور ہو گئی۔ مورخہ ۱۸ر فروری ۸۶ء کو خاکسار کو بذریعہ سپیشل نوٹس جیل سے منگوایا گیا حالانکہ خاکسار کی تاریخ ۲ر مارچ ۸۶ء مقرر ہو چکی تھی اور اس تاریخ کو عدالت میں پیشی تھی مگر بعد میں علم ہوا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب خوشاب نے مجسٹریٹ کو کہا کہ آپ اس کو عدالت میں بلوائیں۔ وہ کلمہ طیبّہ نہیں اتارتا۔ اس لئے آپ ضمانت کے حکم میں یہ درج کریں کہ یہ کلمہ طیبہ لگائے ہوئے ہے اور بار بار اس جرم کو کرنے پر بضد ہے۔ جب خاکسار جوہر آباد پہنچا تو دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہو گیا اور بہت ہی زیادہ مسرّت ہوئی کہ صادق محمد صاحب طاہر قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع خوشاب نے تقریباً ۶۰ خدام و اطفال کو کلمہ طیبہ کا بیج لگوا رکھا تھا اور یہ تمام احمدی شیروں کی طرح بے خوف وخطر عدالت میں پھر رہے تھے اور جب خاکسار کو عدالت میں پیش کیا گیا تو تمام احمدی شیر عدالت میں داخل ہو گئے اور عدالت کھچا کھچ بھر گئی۔

گرفتاری کے بعد حضور نے اس عاجز کی طرف ایک ایمان افروز چٹھی تحریر فرمائی جس میں آپ نے تحریر فرمایا:

"الحمدللہ آپ کو اس دَور میں یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ اس دَور میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کی طرح خدا تعالیٰ کی توحید اور سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار کے "جرم" میں یہ مبارک دُکھ ملا ہے ایسا دُکھ جو روح کا سکھ ہے اور ایمان کے لئے جلاء۔ آپ کو یہ قربانی مبارک ہو۔ میں آپ سے خوش ہوں اور ہر اس شخص سے خوش ہوں جو اعلائے کلمہ اسلام کی سربلندی کے لئے قربانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آپ کا اور آپ کے خاندان کا اور ہر فرد جماعت کا حامی و ناصر ہو۔ سب احباب کو میرا سلام پہنچا دیں"

والسّلام (دستخط حضور اقدس)

مورخہ ۱۸ر فروری کو درخواست ضمانت ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صاحب خوشاب کی عدالت میں پیش کی انہوں نے ۲۰ر فروری ۸۶ء کا نوٹس سرکار دیا۔ اس دن خاکسار کی ضمانت ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صاحب نے منظور فرمائی۔

۲۰ر فروری ۱۹۸۶ء کو خاکسار کی ضمانت ہوئی تو صادق محمد صاحب طاہر قائد خدام الاحمدیہ ضلع خوشاب نے ایک صد خدام کو کلمہ طیبّہ لگوایا۔ انہوں نے خود بھی کلمہ طیبّہ لگایا ہوا تھا اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ یہ تمام خدام شاہ پور

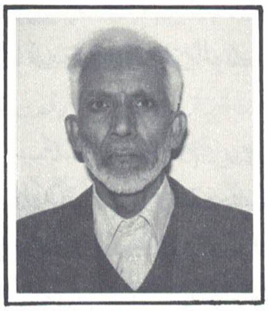

میری روپوشی اور ہجرت کی مختصر روداد

مکرم پروفیسر محمد طفیل آف ساہیوال، حال مانٹریال۔ کینیڈا

واقعہ ساہیوال سے قریباً پندرہ روز قبل میرے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک خط میری دعا کی درخواست کے جواب میں مجھے ملا جس میں دعا کے ساتھ خط کے آخر پر "خدا حافظ" لکھا ہوا تھا۔ میں نے یہ خط مربی صاحب مکرم الیاس منیر کو دکھایا کہ حضور ایدہ اللہ نے اس مرتبہ خط کے آخر پر "خدا حافظ" کے الفاظ بھی لکھے ہوئے ہیں۔ پتہ نہیں میری توجہ اس بات کی طرف خصوصی طور پر کیوں ہوئی۔ لیکن واقعہ ساہیوال کے بعد کے حالات سے اس کی حقیقت کھلی۔ اس کی مختصر روداد احباب کے ازدیادِ ایمان کے لئے تحریر کر رہا ہوں ضمناً عرض کر دوں کہ اس وقت میری عمر اکسٹھ سال ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس خط کے موصول ہونے کے قریباً پندرہ روز بعد ۲۶ ؍اکتوبر ۱۹۸۴ء کی شب جب پاکستان میں ساہیوال کا مشہور واقعہ ہوا میں اپنے گھر پر سویا ہوا تھا اور موقعہ پر موجود نہیں تھا۔ مگر باقی احباب کی طرح مجھے بھی یعنی ہمیں کُل گیارہ افراد کو بغیر کسی جرم کے اس مقدمہ میں ملوث کر دیا گیا اور تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۰۲ اور دو تین دیگر دفعات لگا کر پولیس ہماری گرفتاری کے لئے حرکت میں آگئی۔ مگر اس بات کا ہمیں پہلے سے علم نہ ہو سکا کہ کن کن افراد کو مقدمہ میں ملوث کیا گیا ہے۔ جن گیارہ افراد کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ خاکسار پروفیسر محمد طفیل ۲۔ مکرم رانا نعیم الدین ۳۔ مکرم محمد الیاس منیر مربی سلسلہ
۴۔ مکرم محمد دین ۵۔ مکرم عبد القدیر ۶۔ مکرم محمد حاذق
۷۔ مکرم نثار احمد ۸۔ مکرم چوہدری محمد اسحاق ۹۔ مکرم حفیظ الدین
۱۰۔ مکرم شاہد نصیر باجوہ ۱۱۔ مکرم لطف الرحمٰن

ان میں سے سات آدمیوں کو اسی روز گرفتار کر لیا گیا اور باقی چار آدمی گھروں پر نہ مل سکے اور روپوش ہو گئے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مکرم رانا نعیم الدین مکرم محمد الیاس منیر، مکرم محمد دین، مکرم محمد حاذق، مکرم عبد القدیر اور مکرم نثار احمد راہِ مولیٰ میں جیل میں ہیں۔ مکرم چوہدری محمد اسحاق، مکرم حفیظ الدین اور مکرم شاہد نصیر باجوہ بری ہو چکے ہیں اور خاکسار پروفیسر محمد طفیل اور مکرم لطف الرحمٰن روپوشی کی زندگی گزار رہے ہیں اور مقدمہ سول عدالت میں ہے۔

چونکہ مجھے علم نہیں تھا کہ مقدمہ میں میرا نام بھی شامل ہے اس لئے ۲۶ ؍اکتوبر ۱۹۸۴ء کو اس واقعہ کے بعد سہ پہر تین بجے تک میں اپنے بیوی بچّوں سمیت مسجد احمدیہ ساہیوال سے ملحق اپنے مکان میں ہی موجود رہا۔ اتنے میں مکرم امیر صاحب ساہیوال کا پیغام پہنچا کہ اس وقت خطرہ زیادہ ہے اس لئے بچّوں کو کسی دوسرے احمدی دوست کے ہاں بھجوا دو کیونکہ مسجد احمدیہ اور اس کے قریب مکانات پر جلوس کی صورت میں دوبارہ حملہ کا بہت خطرہ تھا۔ لہٰذا مکرم امیر صاحب کے ارشاد پر خاکسار نے اپنے بیوی بچّوں کو ایک احمدی دوست کے گھر بھیج دیا اور خود بھی احتیاطاً اپنے دو بیٹوں کو ساتھ لے کر تھوڑی دیر کے لئے ایک اور احمدی دوست کے گھر چلا گیا۔

رات نو بجے کے قریب میں نے سوچا کہ اب ہمیں اپنے گھر چلے جانا چاہیئے۔ میں اپنے بیٹوں کو لے کر سائیکل پر اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں ہمیں دو مولویوں نے آواز دی کہ ذرا رکیں آپ سے ایک پتہ معلوم کرنا ہے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ مجھے اسی مدرسہ (جامعہ رشیدیہ) کے مولوی معلوم ہوئے جس مدرسہ والوں نے گزشتہ رات مسجد احمدیہ پر حملہ کیا تھا۔ میں نے ان مولویوں سے کہا کہ پتہ کسی اور سے دریافت کر لیں اور ہم جلدی سے آگے نکل گئے تھوڑی دور جا کر مجھے خیال آیا کہ اس قسم کا مولویوں کا کوئی اور گروپ بھی راستہ میں ہو سکتا ہے اس لئے ہم اپنے گھر جانے کی بجائے پھر اسی احمدی دوست کے گھر رات گزارنے کے لئے واپس چلے گئے۔

میرے گھر پولیس کے رات کے چھاپہ کا ہمیں علم نہ ہو سکا اس لئے دوسرے روز یعنی ۲۷ ؍اکتوبر ۱۹۸۴ء کو صبح آٹھ بجے میں اپنے بیٹوں کو ساتھ لے کر اپنے گھر کے لئے چل دیا۔ جب ہم اپنے گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ مسجد احمدیہ اور میرے گھر کے باہر پولیس کا پہرہ ہے مگر ہم بے خوف اپنے گھر کی طرف چلتے رہے بے خبر اس بات سے کہ میری گرفتاری کے لئے پولیس گزشتہ رات میرے مکان پر چھاپہ مار چکی ہے اور بے خبر اس بات سے کہ ہم ایک ایسے خطرہ کی طرف بڑھ رہے ہیں جو ہماری تلاش میں پہلے ہی سے مصروفِ عمل ہے۔ لیکن ہم آگے بڑھتے گئے اور پولیس کی موجودگی میں اس کے پاس سے گزرتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ ہم نے چائے بنائی اور ناشتہ کیا۔ کچھ دیر کے بعد حالات کا جائزہ لینے کے لئے میں گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ حملہ آور مدرسہ والوں کا ایک مولوی طالبعلم ہمارے مکان کے پاس بار بار چکر لگا رہا ہے اور ہمارے مکان کا جائزہ لے رہا ہے۔ یہ خیال کر کے کہ یہ مولوی ہمارے لئے کوئی مشکل پیدا کر سکتا ہے میں نے دوبارہ اسی احمدی دوست کے ہاں واپس چلے جانے کا فیصلہ کیا کیونکہ جلوس کا کسی وقت بھی مسجد احمدیہ اور اس سے ملحق میرے مکان پر حملہ کر دینا ممکن تھا۔

تقریباً ایک گھنٹہ اپنے مکان پر گزار کر ہم پولیس کے پاس سے گزرتے ہوئے واپس اسی دوست کے مکان پر پہنچ گئے جہاں سے گئے تھے۔ وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ اس دوران میں کہ جب ہم اپنے گھر گئے ہوئے تھے سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمی اس احمدی دوست کے مکان پر تلاش کے لئے آئے تھے، مگر مجھے موجود نہ پا کر ناکام واپس چلے گئے۔ یہاں پھر میرے پیارے آقا کی دعا "خدا حافظ" کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی اور مجھے ایک گھنٹہ

کے لئے اس مکان سے نکال لیا جس دوران میں وہاں میری گرفتاری کے لئے چھاپہ پڑنا تھا۔ یہ دن واقعہ ساہیوال کے بعد دوسرا یعنی ۲۷؍اکتوبر ۱۹۸۴ء کا دن تھا۔

اب تک صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ مقدمہ کی F.I.R میں کس کس کا نام شامل کیا گیا ہے۔ اسی روز دوپہر دو بجے کے قریب ایک خادم میرے پاس آیا کہ F.I.R میں آپ کا نام بھی شامل ہے اور یہ کہ مجھے ساہیوال سے باہر چلے جانا ہے۔ یہ بات معلوم ہونے پر کہ میرا نام مقدمہ کی F.I.R میں شامل ہے قدرتی طور پر مجھے دھچکا سا لگا اور چند لمحات میں میرے ذہن کی سکرین پر وہ تمام حالات و واقعات ایک ایک کر کے گزرنے لگے جو آئندہ پیش آ سکتے تھے مثلاً یہ کہ چند دن کی روپوشی کے بعد مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔ پولیس میرے ساتھ وہ سب کچھ کرے گی جو پاکستانی پولیس ایسے جھوٹے مقدمات میں کیا کرتی ہے۔ اور پھر یہ کہ مجھے سزائے موت ہو جائے گی۔ چنانچہ میں نے اپنی چشم تصور میں اپنے آپ کو تختۂ دار کی طرف جاتے اور پھانسی پر لٹک کر جان دیتے ہوئے بھی دیکھا۔ مگر چند لمحات کے بعد میں نے اپنے آپ کو سنبھالا کہ یہ تو میری خوش بختی ہے کہ مجھے بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہونے کا موقعہ ملا ہے جو انبیاء کی آمد پر ابتلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں۔ میرا غم جاتا رہا۔ بعد ازاں چند دوستوں نے ہمدردی کی اور مجھے ایک اور گھر میں پہنچا دیا گیا اور وہاں سے مجھے ایک خادم سائیکل پر بٹھا کر ساہیوال سے تین میل دور باہر لے جا کر بس پر سوار کروا آیا کیونکہ ساہیوال کے بس کے اڈہ سے مجھے بس میں سوار کروانا خطرہ سے خالی نہ تھا۔

میں بس پر سوار تو ہو گیا مگر میری منزل کوئی نہ تھا۔ بس میں بیٹھے مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں اور کہاں جاؤں کیونکہ میں نے سوچا کہ میرے عزیز و اقارب کے ہاں میری گرفتاری کے لئے چھاپے مارے جا رہے ہوں گے چنانچہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ ساہیوال کے قریب گاؤں میں میری ہمشیرہ کے گھر اس خیال سے کہ میں وہاں ہوں گا پولیس کا قریباً پچیس آدمیوں پر مشتمل ایک دستہ میری گرفتاری کے لئے پہنچ گیا۔ میرے جیسے کمزور آدمی کو گرفتار کرنے کے لئے اس سے کم آدمی شاید کافی نہ ہوں۔ پورے گاؤں کو گھیرے میں لے لیا گیا اور گھر کی تلاشی لی گئی مگر میں وہاں پر ہوتا تو ملتا۔ آخر پولیس میرے بہنوئی کو پکڑ کر لے گئی کہ پروفیسر صاحب کو پیش کرو گے تو رہائی ہو گی۔ لیکن پانچ روز کے بعد مجبوراً ان کو رہا کرنا پڑا۔

رات ہو چکی تھی، میں بس میں سوار سوچ رہا تھا کہ رات کہاں گزاروں۔ سوچ میرا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ بے بسی کے اس عالم میں بس سے ایک جگہ پر اتر گیا اور سوچنے بیٹھ گیا کہ اب کیا کروں۔ ایک جگہ ذہن میں آئی۔ خطرہ مول لیا اور اس طرف کی بس لے کر وہاں پہنچ گیا۔ وہاں پر رات گزاری لیکن کس کرب کے ساتھ میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی جگہ نظر نہیں آ رہی تھی جہاں پر صبح کو جا سکوں۔ صبح کو ایک عزیز کو پیغام بھجوایا جو آ کر مجھے ایک مقام پر اپنے ایک دوست کے ہاں لے گئے۔ کچھ عرصہ تک وہ عزیز میری رہائش اور جگہوں کی تبدیلی کے نگران رہے۔ ان کے بعد میرے ایک اور عزیز اس کام پر لگ گئے جو حفاظتی تدبیر کے طور پر مجھے ایک جگہ سے دوسری جگہ اور دوسری سے تیسری جگہ منتقل کرتے رہے۔ اس سارے پروگرام کا علم صرف ان کو ہی ہوتا تھا حتیٰ کہ میرے گھر والوں کو بھی خبر نہ دی جاتی تھی کہ مبادا پولیس ان پر تشدد کر کے میرا پتہ معلوم کر لے۔ میرا یہ سفر عموماً رات کے وقت ہوتا تھا اور میں اس شعر کا مصداق بنا رہتا۔ ؎

فضائے کنجِ چمن میں ہمیں تلاش نہ کر
مسافروں کے ٹھکانے بدلتے رہتے ہیں

ایک دفعہ تو ایسا اتفاق ہوا کہ جس جگہ پر مجھے ٹھہرایا گیا تھا پولیس کو کسی طرح میری وہاں پر رہائش کی خبر مل گئی۔ میں اس مکان میں موجود تھا۔ گھر کا مالک گھر پر نہ تھا اور پولیس وہاں پہنچ گئی۔ انہوں نے گھنٹی بجائی گھر کا ایک بچہ باہر گیا، پولیس نے اس سے پوچھا کہ آپ کے ابو گھر پر ہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ پھر اس سے پوچھا گیا گھر پر اور کون ہے۔ اس نے کہا میری امی ہیں اور گھبرایا ہوا واپس آیا اور کہا کہ باہر پولیس آئی ہوئی ہے لیکن پولیس مزید کوئی قدم اٹھائے بغیر نہ جانے کیسے واپس چلی گئی۔ اس خطرہ کے پیشِ نظر مجھے اسی رات ایک اور شہر میں منتقل کر دیا گیا اور میرے پیارے آقا کی دعا ”خدا حافظ“ یہاں پھر مجھے گرفتاری سے بچا گئی۔

ایک مرتبہ ایک ایسی جگہ پر بھی رہنے کا اتفاق ہوا کہ جہاں پر دور تک کوئی آبادی نہ تھی سوائے اس مکان کے جہاں پر مجھے ٹھہرایا گیا تھا یا دور ایک گاؤں میں چند مکان تھے۔ میں کمرے میں پڑا اکیلا جب اکتا جاتا تو جنگل میں چلا جاتا اور گھنٹوں وہاں بیٹھا رہتا اور یہ شعر پڑھتا رہتا ؎

یہی بس دو ٹھکانے رہ گئے ہیں اب تو دنیا میں
بیابانوں میں جا بیٹھا جو اٹھا کوئے جاناں سے

میرا پاسپورٹ نہیں بنا تھا۔ ملازمت میں اس کی ضرورت نہ تھی۔ پاسپورٹ کے بغیر ملک سے باہر نکلنا مشکل تھا اس لئے مجھے ساڑھے پانچ سال کا لمبا عرصہ ملک میں ہی روپوشی میں گزارنا پڑا۔ البتہ ایک دفعہ بس کے ذریعہ مجھے ایران پہنچا دیا گیا۔ ایران کا یہ سفر بڑا تکلیف دہ اور پر خطر تھا۔ مگر ایران سے کسی یورپی ملک کا ویزا نہ مل سکا اس جواب کے ساتھ کہ ویزا پاکستان سے لیا جائے۔ چنانچہ ایران میں تقریباً ایک ماہ گزارنے کے بعد مجھے دوبارہ واپس پاکستان جانا پڑا اور پھر انہی حالات میں پہنچ گیا جہاں سے گیا تھا۔ اسی دوران مجھ پر کئی کئی ماہ ایسے بھی گزرتے رہے کہ مجھے اکیلے صرف ایک ایک کمرہ میں رہنا پڑتا رہا۔ صرف کھانا پہنچانے والا مجھے کھانا پہنچا دیتا اور چلا جاتا۔ دن ہو جاتا تو اکیلے میں اتنا ملتا کہ بیان سے باہر۔ خدا خدا کر کے دن گزر جاتا تو رات آ جاتی جو جانے کا نام نہ لیتی۔ کچھ ایسی حالت تھی۔ ؎

صبح ہوئی تو میں نے یہ سوچا یہ دن کیسے گزرے گا
شام ہوئی اور سوچ رہا ہوں یہ دن کیسے بیت گئے

ادھر ملٹری کورٹ نے مجھے اور مکرم لطف الرحمٰن کو اشتہاری قرار دے کر ہماری جائیداد بحق سرکار ضبط کرنے کا حکم دے کر یہ فیصلہ سیاسی اخبارات میں شائع کروا دیا۔ ان حالات میں میرا روپوشی کا یہ عرصہ جو ساڑھے پانچ سال پر محیط ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ بدلتے ہوئے انسٹھ جگہوں پر قید تنہائی میں الٰہی فضلوں کا وارث بناتے ہوئے گزرا۔ ؎

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

بالآخر ۱۵؍مارچ ۱۹۹۰ء کو اس خدا نے جس کے سپرد میرے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجھے ”خدا حافظ“ کہہ کر کیا ہوا ہے اپنے فضل سے کینیڈا پہنچا دیا اور میں مہاجر راہِ مولیٰ بن کر مانٹریال پہنچ گیا۔ ؎

ذوقِ بحرِ بیکراں میں کشتیٔ عمرِ رواں
جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارہ ہو گیا

جب میں مانٹریال پہنچا تو جماعت احمدیہ مانٹریال کے تمام احباب نے اپنے صدر مکرم محمد برکات الٰہی جنجوعہ کی سربراہی میں جس محبت اور پیار سے میرا استقبال کیا اور مجھے سہارا دیا میں ساری عمر اسے اپنی بہترین یادوں میں رکھوں گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان احباب کو جو پاکستان میں میری اور میرے بیوی بچوں کی پناہ بنے اور احباب جماعت مانٹریال کو جو اس وقت میرے لئے سکون کا باعث بنے جب میں تکلیف میں یہاں پہنچا تھا بہترین اجر عطا فرمائے اور اپنے بے شمار فضلوں کا وارث بنائے اور میرے بیوی بچوں کا حافظ و ناصر ہو اور انہیں اپنے بے شمار فضلوں اور رحمتوں کے سایہ میں رکھے آمین۔

دوسری طرف میرے بیوی بچوں کا حال یہ تھا کہ ان کو بھی اب تک بارہ مختلف مقامات پر احباب جماعت کے ہاں قیام کرنا پڑا ہے کیونکہ ہمارا ساہیوال والا مکان پولیس نے واقعہ کے دوسرے روز ہی SEALED کر دیا تھا۔ جو آج تک جو ۲۱ر جولائی ۱۹۹۰ء کا دن ہے بدستور SEALED ہے۔ وہ بیچارے بغیر کوئی سامان لئے اپنے گھر سے نکل پڑے تھے۔ ایک روز وہ کھانا پکانے کے لئے چند ضروری برتن لینے کے لئے اپنے مکان میں گئے تو پولیس میری بیوی دو جوان بیٹیوں اور چھوٹے بیٹے محمد احمد کو اس جرم میں گرفتار کر کے لے گئی کہ وہ اپنے مکان میں کیوں داخل ہوئے ہیں۔ اس گرفتاری کی خبر جب مجھے پہنچی تو خبر دینے والا بتاتے ہوئے کچھ رک گیا کہ شاید اس عالم تنہائی میں یہ خبر میرے لئے مزید پریشانی کا باعث نہ بن جائے۔ مگر میں نے اس وقت جو باتیں اس سے کہیں وہ کچھ اس قسم کی تھیں جن کا اظہار ان اشعار سے ہوتا ہے جو میں نے یہ مضمون تحریر کرتے وقت لکھے ہیں۔

قفص میں مجھ سے رودادِ چمن نہ کہتے ڈر ہمدم
میں عادی کربلاؤں کا دکھوں کا ابتلاؤں کا
حسینی احمدی دیکھے یزیدی کچھ شمر دیکھے
شہیدوں پر بھی ہے دیکھا تڑپنا بہنوں ماؤں کا
کہو جو تم نے کہنا ہے میرا اصبر و رضا پیشہ
ہے سن رکھا اترنا بھی سروں سے کچھ رداؤں کا

میں نے اس سے کہا کہہ دو جس کے کہنے سے تمہاری زبان رک رہی ہے کہ میں ہر بات سننے کے لئے تیار ہوں۔ اس نے رکتے رکتے بتایا کہ آپ کی بیوی دو بیٹیوں اور چھوٹے بیٹے محمد احمد کو پولیس گرفتار کر کے لے گئی تھی اور پھر جلدی سے بولا کہ اسی روز ان کو رہا کروا لیا گیا تھا میں نے کہا الحمد للہ کہ ان کو بھی راہِ مولیٰ میں اس نعمت سے حصہ مل گیا جو صدیوں کے بعد الٰہی جماعتوں کے خوش نصیبوں کو ملا کرتی ہے۔ البتہ پولیس کی حراست میں تھانے میں اس عورت ذات کے دل پر کیا گزری ہو گی یہ وہی بہتر جانتی ہیں۔ ؏

یہ سعادت حورِ صحرائی تیری قسمت میں تھی

میری روپوشی اور ہجرت کے اس دور میں ۱۹۸۶ء میں میری بڑی بیٹی مبشرہ صادقہ کی شادی عزیزم صالح محمد سے اور ۱۹۸۹ء میں چھوٹی بیٹی نعیمہ کوثر کی شادی عزیزم خالد نسیم احمد سے ہو گئی۔ دونوں شادیوں میں میرا شامل ہونا ممکن نہیں تھا۔ یہ رشتے میری اہلیہ نے ہی طے کئے اور انہوں نے ہی رخصتانے کئے۔ مجھے شادی ہونے کی اطلاع مل جاتی رہی۔ میں ان کو اپنے ہاتھوں اپنے گھر سے رخصت بھی نہ کر سکا۔ رخصتی کے وقت باپ کا دستِ شفقت سر پر نہیں آیا تو بیٹیاں روتی تو ہوں گی۔ لیکن الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے میری عدم موجودگی میں میری اہلیہ کو ہمت عطا فرمائی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ دونوں بیٹیوں کو اپنے اپنے گھر آباد اور سکھی رکھے اور میرے بیوی بچوں کا حافظ و ناصر ہو آمین۔

یہ آپ بیتی غم کی آپ بیتی نہیں یہ تذکرہ ہے اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل کا کہ جس نے ابتلاء کے اس جماعتی دور میں مجھ پر اور میرے بیوی بچوں پر بھی نظرِ کرم فرمائی اور ہمیں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل فرما لیا جن کو اس نے ابتلاء کے اس دور کے لئے چنا ہے اور پھر ابتلاء کے اس کٹھن اور طویل دور کو کامیابی سے گزار دینے کی توفیق بھی عطا فرمائی فالحمد للہ۔ ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدای بخشندہ

احباب دعا کریں کہ کینیڈا میں میرا ہجرت کا یہ دور بھی اللہ خیریت سے گزار دے اور مقدمہ سے ہم سب کو جلد باعزت طور پر بری فرمائے اور میرے بیوی بچوں کو خیریت سے مجھے ملا دے آمین۔

مانٹریال پہنچ کر میں نے اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اپنی یہاں آمد کا خط لکھا تو حضور کا جو جواب آیا وہ درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

۹۰،۴،۵/لندن

مکرم پروفیسر محمد طفیل صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا خط ملا۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا۔ بڑے ابتلاؤں سے نکال کر باہر کھلی فضا میں لایا۔ اللہ تعالیٰ ساری مشکلیں راحتوں میں بدل دے اور بچوں کی طرف سے آنکھیں ٹھنڈی رکھے بچی کو میرا سلام اور پیار دیں۔

والسلام
خاکسار
مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

یہ ہے وہ پیار بھرا خط جو حضور پُرنور کی طرف سے خاکسار کو ملا جس سے میری ساری مشکلیں راحتوں میں بدل گئیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتلاء کا ساڑھے پانچ سال کا یہ دور اپنے فضل سے گزار دیا۔ جس کی تفصیل بہت طویل ہے مگر میں نے آزمائش سے پُر اس دور کی تفصیلات کو چھوڑتے ہوئے اسے انتہائی مختصر کر دیا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ تمام اسیرانِ راہِ مولیٰ اور مقدمات میں ملوث ہم تمام احباب کو باعزت طور پر جلد بری فرمائے اور آزادی کی زندگی عطا کرے اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو کام کرنے والی باصحت لمبی زندگی عطا فرمائے اور ہمیں حضور کا پیار ہر لمحہ و ہر آن میسر رہے آمین۔

مخالفت ہمیشہ سچوں کی ہوتی ہے (فرمان حضرت مسیح موعودؑ)

ہول سیل ریٹ پر (جناح کیپ) برائے فروخت موجود ہیں
تاجر حضرات رجوع کریں
مدیحہ ٹیکسٹائلز
TEL :- ۰۲۶۵۳-۸۹۵۴

منڈی بہاؤالدین کے اسیران راہ مولیٰ

مکرم مشتاق احمد ظہیر

خاکسار کا نام مشتاق احمد ظہیر ولد چوہدری کریم بخش مرحوم ہے۔ بندہ جب شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات میں بطور پرسنل انڈسٹریل ریلیشن آفیسر کام کرتا تھا تو بطور نائب صدر جماعت احمدیہ منڈی بہاؤالدین کے طور پر کام کرنے کا بھی اعزاز حاصل تھا۔

میرے خلاف و دیگر افسران یعنی جنرل منیجر فاروق احمد صدیقی و چوہدری محمود احمد صاحب خالد کین اڈوائزر کے خلاف درج ذیل مقدمات درج ہوئے۔

۱۔۔۔۔ استغاثہ از طرف اکرام اللہ ۱۰/۸/۸۸ کو بعدالت علاقہ مجسٹریٹ درج ہوا۔ یہ کیس زیر تحت ۲۹۸ سی تھا۔ مقدمہ کی بنیاد یہ تھی ہم لوگوں نے جماعت احمدیہ کی مسجد میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ علاقہ مجسٹریٹ تاریخ پر تاریخ دیتا رہا۔ چپکے سے بغیر نوٹس دیئے ہماری غیر حاضری لگاتا رہا اور وارنٹ گرفتاری جاری کر دئے۔ جس پر ہم لوگوں نے ۲۰/۴/۸۹ کو سیشن جج گجرات کی عدالت میں منتقل کروا دیا۔ آخر یہ مقدمہ ۱۹۹۰ء میں بعد از خرابی بسیار اور ذہنی پریشانی کے ایڈیشنل سیشن جج گجرات کی عدالت سے خارج ہوا۔ مقدمہ کا بانی مبانی شاہ تاج شوگر ملز کا کارکن ہے۔ ختم نبوت کی مجلس کا کارپرداز بنا ہوا ہے۔

۲۔۔۔۔ خدا کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ نے صد سالہ جشن تشکر ۱۸۸۹-۱۹۸۹ء ہر جگہ شان شوکت سے منایا۔ مسجد احمدیہ نزد شاہ تاج شوگر ملز میں اور احمدی گھرانوں میں بھی اس جشن کو شان شوکت سے منایا گیا۔ مورخہ ۲/۳/۸۹ کو تقریباً ۱۱ بجے اسسٹنٹ کمشنر میرے پاس آئے، انہوں نے مسجد دیکھنے کو کہا۔ مسجد دکھائی گئی۔ مسجد کا معائنہ کرنے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ کوئی خاص بات ہے جو اس وقت تشریف لائے، کہنے لگے کہ کوئی ایسی بات نہیں۔ ہاں تو جشن کے متعلق کیا پروگرام ہے؟ میں نے جواباً عرض کیا صبح خدا کے حضور تہجد کی نماز ہوگی اور دعائیں کی جائیں گی۔ بچے کھیل کود میں مصروف ہوں گے، مسجد میں جلسہ کیا جائے گا۔ کہنے لگے کوئی بات نہیں۔

۲۲/۳/۸۹ یعنی جشن کے تین دن بعد مجلس ختم نبوت منڈی بہاؤالدین کے شور و غوغا اور پرزور اصرار پر ۲۹۸ سی کے تحت F.I.R درج کر دی گئی جس کا متن یہ تھا کہ جنرل منیجر فاروق احمد صدیقی، مشتاق احمد ظہیر پبلک ریلیشن آفیسر، محمود احمد صاحب خالد کین اڈوائزر نے جشن صد سالہ منایا ہے جس میں گوشت تقسیم کیا گیا، مٹھائی تقسیم کی گئی، خاص قسم کا لباس پہنا گیا، رات کو گھروں پر چراغاں کیا گیا۔

اطلاع ملنے پر ضمانت قبل از گرفتاری رزاں سیشن جج گجرات گئی۔ کیونکہ کوئی بھی علاقہ مجسٹریٹ ضمانت کے لئے تیار نہ تھا۔

۱۶/۴/۸۹ کو سیشن جج صاحب نے ضمانت کنفرم نہ کی اور منسوخ کر دی جس پر پولیس نے ہم تینوں کو گرفتار کر لیا۔ علاقہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کر کے جسمانی ریمانڈ لے کر جیل منڈی بہاؤالدین بھیج دیا۔ یہ رمضان المبارک کے ایام تھے۔

فاروق احمد صدیقی جنرل منیجر کو ۱۷/۴/۸۹ کو علاقہ مجسٹریٹ نے ضمانت پر رہا کر دیا کیونکہ ملز مزدوروں اور علاقہ کے زمینداروں نے ہم تینوں کی رہائی کے لئے ہڑتال کر دی تھی۔ یاد رہے کہ یہ گنے کا سیزن تھا اور زمینداروں نے ملز میں گنا لانا بند کر دیا کہ افسران بالا کو رہا کیا جائے۔ تاہم ہم دو افسران کی ضمانت نہ لی گئی۔ کوشش کر کے ہم دونوں نے اپنی ضمانت سیشن جج سے ضمانت بعد از گرفتاری کروائی۔

خاکسار اور محمود احمد صاحب خالد ۱۶/۴/۹۱ تا ۲۰/۴/۹۱ تک جیل میں رہے۔ اس سارے معاملہ میں ڈپٹی کمشنر گجرات رانا شوکت کا بہت دخل تھا۔ چک سکندر کے معاملہ میں بھی اس ڈپٹی کمشنر نے ہی احمدی احباب کو تنگ کیا تھا۔ ہمیں بھی BLACK MAIL کرنا چاہتا تھا جس کا ثبوت یہ ہے کہ جیل میں جنرل منیجر صاحب کو فون کیا کہ D.C کی طاقت کا اندازہ ہو گیا ہو گا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ ہمیں اسیران راہ مولیٰ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہمیں جیل میں شرفا قیدیوں کی طرف سے کافی آرام اور عزت ملی۔ تبلیغ کا ذریعہ بھی بنا۔

ہماری جیل سے رہائی پر تمام ملازمین احمدی اور غیر احمدی نے نہایت ہی شاندار استقبال کیا۔ مقدمہ تا حال چل رہا ہے۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین کی خدمت میں رپورٹ بھیجی گئی تو حضور نے اپنے خط میں خاکسار کو تحریر فرمایا۔

> الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو یہ سعادت دے رہا ہے، ورنہ قربانیوں میں غرباہی پیش پیش تھے۔ صاحب حیثیت لوگوں کو بھی اس سعادت سے حصّہ لینا چاہیئے۔ آپ سب کی تکلیف کا مجھے افسوس ہے۔ لیکن چونکہ یہ سب خدا کے لئے ہے۔ اس لئے خوشی بھی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔
>
> والسلام
>
> خاکسار
>
> خلیفۃ المسیح الرابع

مقدمات پر تمام اخراجات مکرم منیر نواز صاحب ابن چوہدری شاہ نواز صاحب مرحوم نے ادا کئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

پاکستان میں انصاف کی دھجیاں جس طور پر اڑائی جا رہی ہیں۔ یہ دو واقعات ان میں سے بطور نمونہ ہے۔ ورنہ احمدی احباب تو کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

خدا سے کبھی ناامید نہ ہو (فرمان حضرت مسیح موعودؑ)

خود اپنا ذوقِ اسیری ہے پاؤں کی زنجیر

نعمان خالد ۔ فیصل آباد

یہ گیارہ فروری ۱۹۸۵ء کی شام تھی۔ مغرب کی نماز پر صدر مقامی چک نمبر ۱۲۱ ج ب حسن پور گوکھوال ضلع فیصل آباد نے بیج کلمہ طیّبہ سب حاضرین مسجد میں بانٹے کہ انہیں اپنے سینہ پر آویزاں کریں۔ ہمیں کریم نگر فیصل آباد کے خدام کے بارے میں اطلاع مل چکی تھی کہ کلمہ طیّبہ کے کیس میں ۲۲ احباب گرفتار ہو گئے ہیں۔ میں نماز کے بعد گھر آیا تو شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے سینے پر بیج لگاتے ہوئے اپنی والدہ محترمہ کو بتایا کہ ماموں تنویر (یعنی میرے ماموں) اور ان کے ایک دوست لیئق صاحب کلمہ کے کیس میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ یہاں میں یہ بات لکھنا چاہتا ہوں کہ ہم دو بھائی اور ایک بہن ہیں۔ والد صاحب میری پیدائش کے چند ماہ بعد ذہنی عارضہ کے خلل کے سبب بیمار ہو گئے۔ ہماری والدہ صاحبہ نے ہمیں محنت و مشقّت کے ساتھ جس طرح پالا وہ ایک الگ اور طویل داستان ہے' میں نے ایف۔اے تک تعلیم حاصل کی۔ پھر خدا کے فضل سے گورنمنٹ سروس مل گئی۔ میں اس وقت ملازمت کر رہا تھا اور گھر کا واحد کفیل تھا۔ والدہ صاحبہ کو اطلاع دیتے وقت میں اپنے سینے پر بیج لگا رہا تھا انہوں نے کہا اچھا ہے تم بھی بیج لگا رہے ہو تم بھی گرفتار ہو جاؤ گے۔ اس پر میں نے صدقِ دل سے آمین کہا۔ ۱۱ فروری ۱۹۸۵ء کی تمام رات میں جاگ کر استغفار کرتا رہا، قرآن پاک کی تلاوت کرتا رہا اور خدا سے یہ دعا کرتا رہا کہ اے خداوند تعالیٰ مجھے اس راہ میں تکالیف برداشت کرنے کی توفیق دے۔ صبح نماز سے فارغ ہو کر ناشتہ کیا اور دفتر چلا گیا۔ خاکسار محکمہ انکم ٹیکس میں بطور کلرک کام کر رہا تھا۔ دل میں ایک عجیب سا ولولہ تھا۔ دفتر میں دو تین گھنٹے گذر گئے کسی نے میرے بیج کی طرف کوئی توجّہ نہیں دی۔ دل میں خیال آیا کہ اس طرح تو تم اس سعادت سے محروم رہ جاؤ گے۔ خاکسار کے پاس اس وقت دو کتابیں بھی تھیں جن کا مطالعہ خاکسار دفتر میں فارغ اوقات میں کیا کرتا تھا۔ ان میں ایک احمدیہ پاکٹ بک اور دوسری آئینہ کمالاتِ اسلام تھی۔ میں نے دونوں کتابیں ہاتھ میں پکڑیں اور اپنے دفتر کی عمارت کی چھت پر چڑھ گیا۔ ہمارا دفتر شہر کے ایک بارونق چوک کی نکڑ پر تھا۔ میں نے بلند آواز سے لوگوں کو پکارا جس طرح کوئی جمع کرتا ہے لوگوں کو بلانے کے لئے، لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے' نیچے کافی بھیڑ جمع ہو گئی تو میں قرآن کریم کی تلاوت کی اور پھر تقریر کے سے انداز میں لوگوں سے مخاطب ہوا۔ گو کہ وہ تمام الفاظ مجھے اتنی مدّت گذرنے کے بعد یاد نہیں لیکن ان کا خلاصہ یہ تھا کہ اے لوگو تمہیں علم نہیں کہ موجودہ گورنمنٹ احمدیوں کے ساتھ کیسا کیسا ظلم کر رہی ہے ہماری مسجدوں سے کلمہ طیّبہ مٹایا جا رہا ہے، ہماری اذانیں بند ہیں، کلمہ طیّبہ کا بیج لگانے پر احمدیوں کو زنجیروں میں جکڑ کر جیلوں میں بند کیا جا رہا ہے، کیا تمہارے دلوں میں خدا کا کوئی خوف موجود نہیں کہ حکومت کو اس گھناؤنے کام سے روک سکو۔ میں حکومت کی اس شرمناک حرکت پر پُرزور احتجاج کرتا ہوں۔ میں اور بھی نجانے کیا کیا کہتا رہا کہ مجھے اوپر آ کر میرے دفتر کے آدمیوں نے پکڑ لیا میں زار و قطار رو رہا تھا کہ مجھے چھوڑ دو' مجھے کہنے دو کہ احمدیّت حق پر ہے حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی امام مہدی ہیں۔ وہ امام جن کا تم صدیوں سے انتظار کر رہے ہو۔ میں نے انہیں سچّا پایا اور تسلیم کیا، تم بھی انہیں تسلیم کرو' نیچے لوگوں کا ہجوم جمع تھا' مجھے زبردستی کھینچ کر نیچے لایا گیا۔ نیچے آ کر میں لوگوں کے ہجوم میں گھس گیا، انہیں وہ کتابیں جو میرے پاس تھیں دکھانی چاہیں کہ حق کے متلاشی ہو تو آؤ حق میں تمہیں دکھلاتا ہوں۔ ان میں سے کچھ لوگ گالیاں دینے لگے، کچھ نے پاگل کہا اور چل دئے۔ میرا دل ان کی اس بے حسی پر خون کے آنسو رو رہا تھا۔ کچھ نے مجھ سے بحث کی۔ جب دلائل نہ آئے تو مارنے کو دوڑے۔ ایک صاحب جو کہ میرے دفتر میں تھے مجھے پکڑ کر پھر دفتر لے گئے۔ کہنے لگے تمہارے خیال میں ہم بے غیرت ہیں لیکن ہم حکومت کے خلاف کیا کر سکتے ہیں۔

اتنے میں ہمارے دفتر میں ایک وکیل صاحب جو کہ انکم ٹیکس کی پریکٹس کرتے تھے' محمد جمیل ان کا نام تھا وہ میری طرف بہت غصّے کے عالم میں بڑھے اور کہنے لگے کہ تمہارے جیسے ۲۲ جنونی پہلے ہی گرفتار ہو چکے ہیں کہیں تمہارا ۲۳ واں نمبر نہ ہو جائے۔ میں نے بڑی سرشاری کے عالم میں انہیں جواب دیا کہ الحمد للہ اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا سعادت ہو سکتی ہے۔ اس پر انہوں نے بڑے جوش کے عالم میں اپنی سائیکل اٹھائی اور دفتر سے چلے گئے۔ میں اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کچھ خطوط حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو تحریر کئے تھے وہ اور اپنی سائیکل اپنے چپراسی کے حوالے کئے کہ یہ میرے گھر دے دینا۔

تھوڑی دیر بعد وہی وکیل صاحب اپنے ہمراہ پولیس لے کر آ گئے اور ان سے میری طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ یہ ہے وہ شخص جو احمدیّت کا پرچار کر رہا تھا اسے گرفتار کر لیں۔ وہ اپنے ساتھ مجھے پولیس چوکی جو کہ قریب ہی تھی وہاں لے گئے۔ وہاں تھانے کے انچارج ایک ایس' ایچ' او' صاحب تھے' مجھے پہلے تو اپنی مخصوص زبان میں دھمکانے لگے جس پر میں نے انہیں ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ پھر مجھے سمجھانے لگے کہ اچھے بھلے سمجھدار ہو کر کیوں خوامخواہ تم لوگ امن میں خلل ڈال رہے ہو۔ اس پر میں نے انہیں جواباً کہا کہ جو امن میں خلل کا سب سے بڑا سبب ہیں ان کا تو آپ کلمہ پڑھتے اور ان کے نام کو سیلوٹ کرتے ہو۔ پھر مجھے پیار سے سمجھانے لگے کہ یہ کلمہ کا بیج اتار دو اور کتابیں مجھے دے دو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا' میں

نے انکار کر دیا۔ وہاں پر بھی کافی لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے گھبرا کر سپاہیوں کو آواز دی کہ اسے اندر لے جاؤ ورنہ ہماری بدنامی ہوتی ہے کہ کس جرم میں ہم نے اس آدمی کو پکڑا ہے۔ مجھے اندر لے جا کر ایک جگہ بٹھا دیا گیا۔ چوکی انچارج صاحب نے اپنے سینئر آفیسر صاحب کو فون کیا اور میرے متعلق بتا کر حکم پوچھا۔ انہیں جواب ملا کہ یہ تو بہت خطرناک مجرم ہے اسے فوراً قید کرو، اس کے خلاف پرچہ درج کرو۔ اوپر سے ان کے لئے بہت سخت احکامات ہیں۔

مجھے فوراً زمین پر بٹھا کر پاؤں میں ایک کڑا ڈال دیا گیا جس کے ساتھ ایک لمبا سا سریہ تھا۔ اس کے سبب میں نہ تو صحیح طور پر بیٹھ سکتا تھا اور نہ لیٹ سکتا تھا۔ کھڑے ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اسی حالت میں ظہر کا وقت ہو گیا۔ زار و قطار روتے ہوئے نماز ادا کی۔ وضو کے لئے چونکہ پانی نہیں تھا اس لئے مٹی سے تیمم کیا۔ وہاں پر موجود سپاہی مجھے فحش گالیاں دیتے رہے۔ انچارج چوکی کے حکم پر دو سپاہی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کلمہ طیبّہ کا بیج اتار دو۔ میں نے کہا کہ یہ تو میں ہرگز نہیں اتاروں گا۔ اس پر وہ مجھ پر پل پڑے، مجھے نیچے گرا لیا۔ چونکہ میری ایک ٹانگ میں لوہے کا کڑا تھا وہ ٹانگ ان کے بوجھ سے مڑ گئی۔ سخت تکلیف کے باعث میری چیخیں نکل گئیں۔ دفاع کے طور پر میں نے ایک ہاتھ سے کلمہ طیبّہ کے بیج کو چھپا لیا اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔ وہ میرے منہ پر گھونسے اور تھپڑ مارتے اور مجھے بیج اتارنے کو کہتے۔ میں انکار کر دیتا۔ اس پر انہوں نے پوری قوت سے میرے بیج والے ہاتھ کو مروڑا، میرے نازک اعضاء پر ضرب لگائی تکلیف سے میں چیخ اٹھا۔ انہوں نے بیج زبردستی اتار لیا۔ اس پر ایک سپاہی جو کہ قریب کھڑا تھا کانپتی ہوئی آواز کے ساتھ چھت کی طرف دیکھ کر بولا کہ جلدی کرو اس بلا کو کہیں دفع کرو کہیں ہم پر کوئی اور مصیبت نہ آجائے بیج اتارنے کے بعد وہ چلے گئے۔ عصر کا وقت ہوا تو میں مٹی ہاتھوں میں لے کر تیمم کرنے لگا۔ ایک سپاہی قریب کھڑا دیکھ رہا تھا۔ کہنے لگا نماز پڑھنی ہے میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس پر اس نے میرے کڑے کو کھولا اور ایک آدمی کی نگرانی میں وضو کے لئے بھجوایا۔ وضو کے بعد میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور نماز ادا کی۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد مجھے پھر اسی کڑے کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ کچھ دیر بعد انسپکٹر صاحب تشریف لائے اور مجھے کھولنے کو کہا۔ مجھے ایک رکشہ میں بٹھا کر بڑے تھانے لایا گیا۔ رکشہ میں بٹھانے سے پہلے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا دی گئی۔ رات تھانے میں رہا۔ قائد فیصل آباد شیخ سلیم صاحب اور دیگر ساتھی جو کہ ضمانت پر رہا ہو گئے تھے مجھ سے ملنے آئے، مجھے تسلّی دینے لگے۔ میں نے مسکرا کر انہیں اپنے ہشاش بشاش ہونے کی اطلاع دی۔ اگلی صبح مجھے مجسٹریٹ صاحب کے سامنے پیش کرنا تھا۔ مجھے حوالات سے نکال کر دو سپاہی اور ایک انسپکٹر صاحب نے ساتھ لیا، ہاتھوں میں پھر ہتھکڑی پہنا دی گئی۔

عدالت کے احاطہ میں میں نے زور سے بلند آواز کے ساتھ کلمہ طیبّہ کا ورد کرنا شروع کر دیا۔ سارے احاطے میں میری آواز گونج رہی تھی۔ عدالت والے مجھے گالیاں نکال رہے تھے۔ تھانیدار صاحب کبھی دھمکیوں سے اور کبھی نرمی کے ساتھ خاموش ہونے کی تلقین کر رہے تھے لیکن خاکسار کے دل میں تو ایک ہی بات تھی کہ کلمہ طیبّہ کا ورد کروں۔ وہاں بھی لوگ خاکسار کے گرد جمع ہو گئے پوچھنے لگے کہ کس جُرم میں گرفتار ہوئے ہو۔ جب میں انہیں بتاتا کہ اس جُرم میں تو پولیس والوں کو گالیاں دیتے۔ متعلقہ تھانے کے مجسٹریٹ صاحب ابھی آئے نہیں تھے۔ مجھے پولیس والے گھسیٹتے ہوئے ایک اور مجسٹریٹ کے سامنے لے گئے۔ انہوں نے تھانیدار صاحب سے پوچھا کہ کیا جُرم ہے۔ تھانیدار کہنے لگا کہ جناب ایم، آر، ڈی کا کیس ہے۔ یہ لوگ الیکشن کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں اس وقت کے حاکم وقت ضیاء صاحب نے پہلی بار غیر جماعتی الیکشن کروانے کا اعلان کیا تھا۔ بلدیاتی الیکشن۔ مجسٹریٹ صاحب نے مجھ سے کہا کہ پچھلے سال بھی تم ایم ار ڈی کے پوسٹر لگاتے ہوئے گرفتار ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ نہیں جناب میں تو آج عدالت میں بحیثیت مجرم پہلی دفعہ آیا ہوں۔ وہ بھی لاالٰہ الاّاللہ محمّد رسول اللہ کے کیس میں۔ وہ کہنے لگے کیا مطلب؟ میں نے جواباً کہا کہ اس کا مطلب ہے، نہیں کوئی شریک سوائے اللہ کے اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ کہنے لگے اسے جیل بھیج دو۔ مجھے انسپکٹر صاحب اور سپاہی اپنے ساتھ لے کر شہر کے سب سے بارونق چوک میں لے گئے تاکہ کسی تانگہ وغیرہ میں بٹھا کر جیل پہنچایا جائے۔ وہاں چوک میں یکایک میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ لوگوں کو پتہ چلنا چاہئے کہ احمدیوں کو کس جرم میں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ میں نے اپنے ہتھکڑیوں والے ہاتھ فضا میں بلند کئے اور پوری قوّت سے پکارا لوگو میری بات سنو! وہاں فیصل آباد کے رہنے والے یہ بات جانتے ہیں کہ کچہری بازار میں ہر وقت کتنا رش ہوتا ہے، آناً فاناً سینکڑوں لوگ میرے گرد جمع ہو گئے۔ ان میں ہمارے خدام بھی موجود تھے۔ میں نے پھر بلند آواز میں لوگوں کو کہا کہ جانتے ہو مجھے یہ ہتھکڑی کیوں پہنائی گئی۔ میں نے کوئی اخلاقی جرم نہیں کیا۔ یہ ہتھکڑی مجھے کلمہ طیبّہ کا بیج سینے پر لگانے کے جرم میں لگائی گئی ہے۔ یہ احمدیوں کے ساتھ حکومتِ وقت کا سب سے گھناؤنا ظلم ہے۔ میں اور بھی کچھ کہتا لیکن سپاہیوں نے مجھے اٹھا کر تانگے میں پھینکا خود بھی چھلانگیں لگا کر تانگے میں بیٹھے اور تانگے والے کو جلدی گھوڑا دوڑانے کو کہا۔ تانگے والے نے تھانیدار صاحب سے پوچھا صاحب جی اسے کیوں پکڑا ہے۔ ایک سپاہی جب اسے بتانے لگا تو تھانیدار نے اسے فوراً جھڑک دیا اور کہا کہ یہ بہت بڑا مجرم ہے اسے اس لئے پکڑا ہے پھر میری طرف رُخ کر کے دھاڑا کہ اب تم خاموش نہ ہوئے تو تمہارے دانتوں اور ناک سے تمہارا خون نکال دوں گا۔ اس پر میں نے اسے جواب دیا کہ تم جتنا مجھے مارو گے اتنے ہی جوش و خروش بلکہ اس سے بھی زیادہ جوش سے میرے مُنہ سے کلمہ طیبّہ بلند ہو گا۔ اتنے میں جیل آگئی۔ سپاہیوں نے ہتھکڑی کھول کر مجھے جیل والوں کے حوالے کیا۔ جیل کے سامنے سے تو کئی بار گذرے تھے لیکن اندر سے نہیں دیکھی تھی۔ اندر جاتے ہی موٹی سی گالی کے ساتھ محافظ نے پوچھا کہ کس جرم میں آئے ہو۔ جب میں نے اسے بتایا کہ اس جرم میں تو وہ گالیاں دیتے ہوئے دوسرے محافظوں سے کہنے لگا کہ اس کی اچھی طرح تلاشی لو۔ اگر کوئی نشہ آور چیز برآمد ہو تو پھر مجھے بتانا۔ میری اچھی طرح تلاشی لی گئی وہ سمجھ رہے تھے کہ میں نے نشہ کیا ہے اور نشے میں اُول فُول بک رہا ہوں۔ زبان پر کلمہ طیبّہ کا ورد تھا اور آنکھوں میں آنسو۔ اتنی غلیظ قوم خدایا یہ کیسی قوم ہے جس میں انسانیت کی ذراسی بھی حِس نہیں۔ تلاشی کے بعد دھکے دیتے ہوئے مجھے چار چکیاں بیرک میں لے گئے۔ یہ بیرک اس لئے مشہور تھی کہ انگریزوں کے دور میں خطرناک مجرم یہاں رکھے جاتے تھے۔ اندر اور بھی

خدام موجود تھے۔ سب نے مجھے دیکھ کر نعرۂ تحسین بلند کیا۔ سب گلے ملے کھانا کھا کر ظہر کی نماز ادا کی۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور جماعت کی کاوشوں سے وہاں ہمیں ہر چیز کی سہولت تھی۔ ہمیں آٹھ آٹھ آدمیوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا جو کہ اس لحاظ سے بہت ہی چھوٹا تھا کہ اس میں بمشکل ہم لیٹ سکتے تھے۔ غرض کہ وہاں ہماری تربیتی کلاس لگی ہوئی تھی۔ اذانیں دے کر نمازیں ادا کرتے، تلاوت کرتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ کلام باری باری ایک دوسرے کو سناتے تھے۔ غرض مزے ہی مزے تھے۔ حضور کا محبّت بھرا سلام اور دعائیں ہمیں پہنچ رہی تھیں، تمام جماعت ہمارے لئے دعا گو تھی۔ ہم سب وہاں دوسرے قیدیوں کو تبلیغ بھی کرتے تھے۔ جیل میں ایک ایمان افروز واقعہ یہ ہوا کہ تیسرے دن چار خدام اسی کیس میں اندر ہوئے، جب ان کی روداد سنی تو دل میں ایمان ہی ایمان بھر گیا۔ ان چاروں میں سے تین بھائی تھے۔ جس دن خاکسار گرفتار ہوا اس دن ان تینوں بھائیوں کے والد صاحب نے گھر جا کر کہا کہ اس لڑکے نے تو کمال کر دیا۔ اگر تم میرے بیٹے ہو تو اسی وقت کلمہ کے بیج لگاؤ اور مجھے تمہاری گرفتاری کی خبر ملنی چاہیئے۔ اگر گرفتار نہ ہوئے تو گھر کا رُخ نہ کرنا۔ ان بزرگوار کا نام شیخ محمد احمد صاحب ہے اور فیصل آباد جماعت کے مخلصین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ غرض وہ تینوں بھائی اور ان کے ساتھ ایک دوست گھر سے نکلے اور بازار میں گھومنا شروع کر دیا۔ ان کو دیکھ کر کسی نے پولیس کو شکایت کی پولیس آئی اور دو بھائیوں اور ان کے دوست کو پکڑ لیا تیسرا سب سے چھوٹا بھائی کہنے لگا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ پولیس والے کہنے لگے کہ تم نے تو کلمہ کا بیج نہیں لگایا ہم تمہیں کس طرح گرفتار کر سکتے ہیں اس پر وہ کہنے لگا کہ ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ دوڑا دوڑا گھر گیا اور بیج لگا کر آگیا، پھر پولیس نے اسے بھی گرفتار کر لیا۔

ہم جیل میں تھے۔ دو چار دن بعد کسی ساتھی کی ضمانت ہو جاتی۔ وہ چلا جاتا تو اور آجاتے۔ غرض اس طرح خاکسار بھی کوئی پندرہ دن جیل میں رہا۔ پھر خاکسار کی ضمانت ہو گئی۔ اسی جرم میں محکمہ والوں نے مجھے معطل کر دیا۔ دو تین ماہ بعد کیس عدالت میں لگا۔ میں یہ بتاتا چلوں کہ خاکسار کی ضمانت مجسٹریٹ درجہ اوّل نے ردّ کر دی تھی۔ پھر سیشن جج صاحب نے ضمانت لی۔ غرض پھر خاکسار اکیلا عدالت میں جاتا۔ صبح سے برآمدے میں کھڑا ہونا پڑتا۔ کہیں تین چار گھنٹوں کے بعد باری آتی۔ ریڈر صاحب ۱۲ یا ۱۵ دن کی تاریخ دے دیتے ڈیڑھ سال بعد عدالت میں میرے خلاف گواہ پیش ہوئے۔ جرح کے دوران ایک گواہ جو کہ کونسلر صاحب تھے انہوں نے صاف کہا کہ مجھے اس کے کلمہ پڑھنے یا بیج لگانے پر کوئی اعتراض نہیں تھا مجھے تو پولیس والوں نے زبردستی گواہ رکھا ہے۔ دوسرا گواہ ایک دیہاتی تھا جو کہ ۵۰ سال کی عمر کے لگ بھگ کا تھا اس نے کہا صاحب مجھے تو زبردست اعتراض ہے یہ کافر ہے اس نے کلمہ کا بیج لگایا اور کلمہ پڑھا۔ میرے جذبات سخت مشتعل ہوئے۔ ہمارے وکیل صاحب ملک منظور قدیر خان صاحب ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی تھے۔ خدا تعالیٰ انہیں قدم قدم پر ترقیوں سے نوازے۔ کیس میں بڑی محنت کرتے تھے۔ انہوں نے جج صاحب سے اجازت پا کر اس سے سوالات کئے۔ میں وہ سوال اور ان کے جواب یہاں تحریر کرتا ہوں۔ وکیل صاحب نے سب سے پہلے اس کی تعلیم پوچھی جس پر اس نے پرائمری بتائی۔ دوسرا سوال اس سے یہ پوچھا کہ کلمہ طیبہ اردو ترجمہ کے ساتھ سناؤ۔ اس نے کلمہ طیبّہ سنایا۔ لیکن ترجمہ نہیں سنایا۔ جج صاحب ساتھ ساتھ یہ باتیں لکھ رہے تھے۔ انہوں نے اس سے کہا ہاں بھئی ترجمہ بھی سناؤ۔ وہ کہنے لگا جناب مجھے آتا ہے۔ ہاں تو پھر سناؤ سرکاری وکیل صاحب نے کہا جناب مجھے آتا ہے۔ تو سناتے کیوں نہیں جج صاحب نے ڈانٹ کر پوچھا اس نے جو ترجمہ سنایا وہ یوں تھا کہ کلمہ کا ترجمہ یہ ہے کہ میں اللہ کو جانتا ہوں سرکاری وکیل صاحب نے اسے گالی دی۔ جج صاحب نے کہا ٹھیک ہے تمہاری گواہی ہو گئی۔ سرکاری وکیل صاحب نے بڑبڑاتے ہوئے دہرایا میں اللہ کو جانتا ہوں، اللہ تیرا رشتہ دار ہے جاؤ دفع ہو جاؤ۔ پولیس خاکسار کے خلاف کوئی ثبوت فراہم نہ کر سکی۔ غرض کہ کلمہ کا بیج بھی اور وہ کتابیں بھی جو آخری تاریخ پر جج صاحب نے جو کہ ایک نہایت شریف آدمی تھے یہ کہتے ہوئے مجھے بری کر دیا کہ اگر یہ کافر ہے تو کس کلمے سے تم اسے مسلمان کرو گے، اسی کلمے سے؟ غرض پونے تین سال بعد خاکسار اس مقدمے سے بری ہوا محکمہ والوں نے دوبارہ بحال کر دیا۔ سارے واجبات دیے۔ خدا کا ایسا کرم ہوا کہ والد صاحب جو شدید بیمار تھے آہستہ آہستہ صحت مند ہو رہے ہیں خاکسار کی بہن کی اچھی جگہ شادی ہو گئی۔ بہن اور بہنوئی اب کینیڈا میں مقیم ہیں۔ گو کہ اس دوران بہت مشکل حالات بھی ہوئے لیکن خدا تعالیٰ نے خاکسار کو ثابت قدم رکھا۔ خاکسار کو جب اپنے بقایا پیسے محکمہ سے ملے تو خاکسار نے سوچا کہ احباب جماعت کی چائے سے تواضع کرے، قائد خدام الاحمدیہ مجلس ۱۲۱۔ج، ب۔ سے جب اس بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے بھی اس خوشی میں شریک ہونے کی خواہش کی۔ کہنے لگے کہ حضور کی وڈیو کیسٹ آئی ہے چائے بھی پیئیں گے اور اپنے پیارے امام کو بھی دیکھیں گے۔ میں نے انہیں پیشکش کی کہ یہ پروگرام میرے گھر پر رکھا جائے۔ گھر پر تمام انتظام طے ہوا۔ غیر از جماعت احباب کو بھی بلایا۔ ۲۰، ۲۵ کے قریب غیر احمدی تھے اور تقریباً اتنے ہی خدام بھی موجود تھے۔ بعد میں ہم کیسٹ دیکھ رہے تھے کہ مخالفین کے افراد بھی وہاں آ گئے۔ کچھ دیر بیٹھے وڈیو کیسٹ دیکھتے رہے پھر اٹھ کر چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد ہمارے خلاف انہوں نے مقدمہ درج کروا دیا، صدر مقامی اور مجھ سمیت چار آدمیوں پر کہ انہوں نے ہمیں زبردستی مرزا طاہر احمد کی کیسٹ دکھائی اور ہمیں تبلیغ بھی کی۔ پولیس ہمیں گرفتار کرنے آئی، ہم مسجد میں مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے۔ ہمیں قبل از وقت علم ہو گیا تھا لہٰذا ہم وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ رات ہم نے حلقہ کریم نگر فیصل آباد میں چوہدری فضل کریم صاحب کے ہاں بسر کی اگلی صبح بھی ضمانتیں نہ ہو سکیں۔ دوسرے دن ہماری ضمانتیں قبل از گرفتاری ہو گئیں۔ ایف آئی آر میں کیسٹ دکھانے، تبلیغ کرنے کے علاوہ یہ بھی لکھا گیا کہ ان کی عبادت گاہ سے پولیس نے کلمہ طیبّہ مٹا دیا۔ انہوں نے پھر لکھ دیا اب ہم اس مقدمے کے سلسلہ میں عدالت میں ہر پندرہ دن بعد پیش ہوتے ہیں۔ مخالفین نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ایک جھوٹا الزام لگا کر ہمارے خلاف ایک اور مقدمہ درج کروایا کہ انہوں نے ہمارے مولوی کو زدوکوب کیا ہے۔ دھمکیاں دیں۔ اس پر ہمارے خلاف ایک اور مقدمہ پولیس نے بنایا۔ اس طرح اب خاکسار بیک وقت دو مقدمات میں عدالت میں حاضر ہوتا ہے۔ اس میں بھی ہماری ضمانتیں قبل از گرفتاری ہو گئیں۔ کسی دن تو اس طرح ہوتا ہے کہ ایک مقدمے میں حاضری ہے تو اگلے دن دوسرے

باقی صفحہ نمبر ۶۲ پر ملاحظہ فرمائیں

دل کی حالت کا زباں کر نہیں سکتی اظہار

حمید اللہ ظفر ۔ کراچی

فروری ۱۹۸۵ء میں پاکستان کے صوبہ سندھ میں افراد جماعتِ احمدیہ کے خلاف مہم زوروں پر تھی اور اپنے سینہ پر کلمہ طیبّہ کا بیج لگانے، مساجد پر کلمہ طیبّہ لکھا ہوا مٹانے کے لئے حکومت ضیاء کے ایماء پر گرفتاریاں جاری تھیں۔

۲۰ فروری ۱۹۸۵ء کو مسجد المبارک ڈرگ روڈ کراچی میں مجلس خدّام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کے زیرِ اہتمام جلسہ پیشگوئی یوم مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ منعقد ہو رہا تھا۔ ابھی جلسہ شروع ہوئے تھوڑی دیر گذری تھی کہ مسجد کے باہر پولیس کی گاڑیاں آنی شروع ہو گئیں۔ چنانچہ پولیس نے مجلس کے قائد مکرم محمد یوسف صاحب کو بلایا اور ان سے گفتگو کی جس میں انہوں نے مطالبہ کیا کہ آپ اپنے ہاتھوں سے مسجد کی پیشانی سے کلمہ طیبّہ مِٹا دیں۔ لیکن قائد صاحب نے سختی سے انکار کیا کہ میں ہی نہیں بلکہ ہماری جماعت کا کوئی فرد بھی اپنے ہاتھ سے کلمہ طیبّہ نہیں مٹائے گا۔ جلسہ برخواست کر دیا گیا۔ بہت سے خدّام گھروں کو چلے گئے پھر بھی ۴۱ خدّام مسجد میں رہے تاکہ اگر کوئی سویلین کلمہ مٹانے کی کوشش کرے تو اس کو روکا جائے۔ رات پولیس کی ایک گاڑی میں چند پولیس کے لوگ مسجد کے باہر بیٹھے رہے۔ رات ۲ بجے پولیس کی نفری اور آ گئی اور انہوں نے مسجد کا تالا توڑنے کی کوشش کی۔ کامیابی نہ ہونے کی صورت میں سیڑھی لگا کر دیوار پھلانگ کر مسجد میں پولیس داخل ہوئی اور خدام کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔ جلسہ کے اختتام پر ہی مکرم راجہ ناصر احمد صاحب صدر حلقہ ڈرگ روڈ کو پولیس نے بات چیت کے بہانے تھانے میں بُلا کر گرفتار کر لیا تھا۔

پولیس کے ہمراہ SDM ملیر اور اسسٹنٹ کمشنر بھی تھے۔ پولیس ۴۱ خدام کو اپنی گاڑیوں میں بھر کر تھانے لے جا رہی تھی کہ اسی اثناء میں مکرم مرزا عبد الرحیم بیگ صاحب جو اس وقت امیر جماعت کراچی تھے، مکرم زرتشت منیر احمد خان قائد ضلع کراچی، مکرم نعیم احمد خان صاحب ناظم مجلس انصار اللہ کراچی کے ہمراہ مسجد میں پہنچ گئے۔ مکرم امیر صاحب نے نہایت دلیری اور جرأت سے SHO ڈرگ روڈ اور SDM ملیر سے بات چیت کی اور کہا کہ تم کلمہ طیبّہ مٹانے کیلئے آئے ہو جو مسلمان ہونے کی نشانی ہے۔ کس قدر ظلم کی انتہا ہے کہ مسلمان خود اپنے ہاتھ سے اس کلمہ کو آج مٹا رہا ہے جس کے لئے وہ جان کا نذرانہ پیش کیا کرتا تھا اور تم نہتّے لوگوں کو گرفتار کر رہے ہو جن کا صِرف یہ جرم ہے کہ وہ آج کلمہ طیبّہ کی حفاظت کیلئے اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لئے بے قرار ہیں۔ پولیس سب خدّام کو جن کی تعداد ۴۱ تھی تھانے لے گئی۔ ان خدام میں خدام الاحمدیہ ضلع کراچی کے دو نائب قائد ضلع بھی شامل تھے۔ مجلس ڈرگ روڈ کے قائد اور ان کے ۲ نائب قائد اور اسی طرح عاملہ کے بعض افراد۔ ان تمام خدام کی لسٹ تیار کر کے ایک حوالدار نے ایف آئی آر کاٹی اور ۲۹۸۔سی کی دفعہ لگائی گئی۔

پولیس نے خدام کی کافی نفری کے باعث خدام کو برآمدے میں ہی بٹھائے رکھا۔ اگلے روز صبح پولیس نے ۱۰۔۱۰ خدام کی گروپنگ کر کے کراچی کے مختلف تھانوں میں بھیج دیا۔ خدام تھانے کے لاک اپ میں ہی باجماعت نمازیں ادا کرتے تھے۔ پولیس نے تمام افراد کو گرفتار کر کے بعد میں مسجد مبارک ڈرگ روڈ کی پیشانی پر لکھا ہوا کلمہ طیبّہ مٹا دیا۔

مکرم امیر صاحب اور وکلاء احباب نے تمام خدام کی ضمانت پر رہائی کے لئے کوششیں تیز کر دیں۔ چنانچہ بالآخر امیر صاحب کی قیادت میں ایک وفد نے کمشنر کراچی سے ملاقات کی۔ اگلے روز کمشنر کراچی کے حکم پر خدام کو ضمانت پر رہا کیا گیا۔ چنانچہ خدام نے پھر مسجد مبارک کی پیشانی پر کلمہ طیبّہ لکھ دیا۔ لہٰذا اب یہ مقدمہ عدالت میں چلا گیا وہاں سے ۴۱ خدام کے نام عدالت نے سمن جاری کر دئے اور تاریخیں پڑنی شروع ہو گئیں۔ تین چار ماہ یہ کیس چلتا رہا، بالآخر ختم کر دیا گیا۔ کراچی میں کلمہ طیبّہ کے سلسلہ میں یہ سب سے پہلی گرفتاری تھی۔ اس کے بعد بھی مختلف مقامات پر چند افراد کے خلاف مقدمہ اور گرفتاری ہوتی رہی ؛

جلسہ سالانہ مبارک

جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر تشریف لانے والے

معزز مہمانوں کی خدمت میں اَھلاً و سھلاً و مرحبا

خدا تعالیٰ آپ کے سفر و حضر میں حافظ و ناصر ہو۔ آمین

منجانب :۔ واحد تقسیم کنندگان برائے جرمنی

اعجاز احمد

پرنس انٹرپرائز

KIOSK FARM STR 2-4 6082 WALLDORF
PHONE :- 06105-44192

شیزان انٹرنیشنل لمیٹڈ پاکستان

گروہ ذلّت سے ہو راضی اُس پہ سَو عزّت نثار

مکرم محمد امین خالد، حال مقیم ہمبرگ

خاکسار نے گورنمنٹ طبیّہ کالج سے حکمت کا چار سالہ کورس مکمل کیا اور اپنے آبائی شہر کھرڑیانوالہ (ضلع فیصل آباد) میں پریکٹس شروع کردی۔ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اور اُس کے فضل واحسان سے مریض شفاء کی نعمت سے بہرہ ور ہونے لگے۔ چنانچہ اُن کی بکثرت آمد شروع ہوگئی۔ دو اڑھائی سال میں یہ کاروبار پورے عزّ و وقار اور شان وشوکت کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔ خاکسار نے اول دن سے ہی کلمہ طیّبہ، قرآن پاک کی آیات اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ اشعار خوبصورت اور رنگین چارٹس کی صورت میں ڈسپنسری میں آویزاں کئے ہوئے تھے۔ لوگ بڑی محویت اور انہماک سے اِن کا مطالعہ کرتے تھے۔ ان کے باعث بے ساختہ طور پر زبانی دعوت الی اللہ کا ماحول پیدا ہوجاتا تھا۔ متّعصب اور معاند افراد کے دل ودماغ میں یہ بات کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔ مولوی صاحبان جن کا باہم کبھی کسی دینی مسئلہ پر اتفاق نہیں ہوا، احمدیت کے خلاف فوراً شیر وشکر ہوجاتے ہیں ان کے باہمی صلاح مشورے اور سازش کے نتیجہ میں میرے گردو پیش مسجدوں کے لاؤڈ سپیکر گونجنے لگے۔ احمدیت کے خلاف ہرزہ سرائی اور اشتعال انگیزی اِن کا معمول بن گیا۔ خطبوں وغیرہ میں اسی ایک موضوع پر فتنہ پرور تقاریر کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ پیسے کے لالچ میں پاکستان میں بعض نام نہاد معالج نشہ آور ادویات کی فروخت کا ذلیل اور قبیح کاروبار چمکا بیٹھے ہیں۔ اسی سلسلہ میں میرے پاس بھی ایک تعداد غنڈہ عناصر کی آنا شروع ہوگئی۔ جن میں ناخواندہ اشخاص کے علاوہ بعض تعلیم یافتہ افراد بھی شامل تھے۔ یہ لوگ مجھ سے منشیات طلب کرتے، میرے انکار اور اسے غلط اور ناجائز کہنے پر وہ کہتے یہ وعظ ونصیحت چھوڑ دو اور دوسروں کی طرح پیسہ کماؤ۔ یہ بات تو اُن کے شعور سے غائب تھی کہ اس ضمن میں کوئی حلال حرام کی تمیز کرنے والا بھی ہوسکتا ہے۔ وہ میرے ساتھ بدتہذیبی سے پیش آتے اور دھمکیاں دے کر جاتے۔ میرے خلاف ایسے افراد کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔

انہی حالات وواقعات کے دوران ایک دن تھانیدار نے مجھے تھانے بلایا۔ اور ''اسقاطِ حمل'' کی دوائی طلب کی۔ میں نے اُسے سمجھایا یہ تو ناجائز ہے، گناہ کی بات ہے۔ اُس کے اصرار پر مزید سمجھایا کہ قانون، مذہب، سماجی اور معاشرتی اخلاق وضوابط غرضیکہ ہر زاویہ نگاہ سے یہ ایک انتہائی گھناؤنا اور بھیانک فعل ہے۔ میرے اس سمجھانے کا بڑا منفی اثر ہوا۔ وہ غصّے میں لال پیلا ہوگیا۔ یہ اُس کی توقع کے خلاف تھا کہ کوئی معالج اُس کے مذموم عزائم میں اُس کی معاونت سے انکار کی جرأت کرے۔ اسی غیظ وغضب کی کیفیت کے زیر اثر تھوڑا عرصہ بعد اس نے مجھے پھر تھانے میں طلب کیا۔ دواخانہ میں کلمہ طیّبہ اور قرآنی آیات دے کر حوالہ دیکھ خاکسار کو دشنام طرازی اور سبّ وشتم کی انتہا کردی۔ اب میرے خلاف ریشہ دوانیوں اور سازشی حالات کی ایک مثلّث تیار ہوچکی تھی جس کا ایک ضلع مولوی حضرات تھے تو دوسرا زاویہ نشہ باز لوگ تھے اور تیسری طرف پولیس تھی۔ اِن تینوں گروہوں کی طرف سے دھمکی آمیز پیغامات ملنے لگے۔

۱۴ راپریل ۱۹۸۷ء کو پولیس نے ایک طے شدہ سازش کے تحت رات کے دس بجے یکدم چھاپہ مارا۔ مجھے اور میرے نوجوان بھتیجے تنویر احمد اور میرے بہنوئی فیض احمد صاحب کو تھانے لے گئے۔ مجھے اور تنویر احمد کو جاتے ہی حوالات میں بند کردیا۔ خاکسار نے تھانیدار سے پسِ دیوارِ زنداں رکھنے کی وجہ دریافت کی تو اُس نے جواب میں گالیوں کی بوچھاڑ سے مزید عزّت افزائی کی۔ بڑے لوگوں میں کوئی کوئی شریف النّفس بھی ہوتا ہے۔ ایک اے۔ ایس۔ آئی صاحب خود اور اُس کے اہل خانہ میرے زیر علاج رہ چکے تھے۔ رات کو انہیں میرے حوالات میں ہونے کی اطلاع ہوئی۔ وہ گیارہ بجے شب تھانے پہنچے۔ ہمیں بڑے تپاک اور خیر خواہی سے ملے۔ حالات اور مقدمہ کے کوائف معلوم کرکے بتایا کہ ایس۔ ایچ۔ او نے آپ دونوں کا دفعہ ۲۹۸/۲ کے تحت اس بناء پر چالان کردیا ہے کہ آپ نے کلمہ طیّبہ اور قرآنی آیات کو اپنے مطب میں لکھ کر آویزاں کیا ہے نیز چھ میل دور جاکر گھسیٹ پور نامی قصبہ کی مسجد احمدیّہ پر چشم دید گواہان کی موجودگی میں کلمہ شریف تحریر کیا ہے۔ مزید برآں ان اے۔ ایس۔ آئی نے یہ خاص اطلاع بھی دی کہ مخالفین کے شدید اصرار پر آج رات آپ کو ظالمانہ تشدد کے ذریعہ ادھیڑ کر رکھ دینے اور مار مار کر ہڈّی پسلی ایک کردینے کا منصوبہ ہے۔ اے۔ ایس۔ آئی کے ذریعہ ایس۔ ایچ۔ او کو تشدد سے باز رہنے پر آمادہ کیا گیا!

جرم کی نوعیت سے آگاہی نے اطمینانِ قلب کا سامان بہم پہنچایا ورنہ اِن سے کچھ بعید نہیں تھا کہ یہ کوئی گندا اخلاقی جرم تراش کر اُس میں ملوث کردیتے۔ دفعہ ۲۹۸/۲ کا ہم پر اطلاق تھا۔ اس جرم کی سزا ''موت'' تھی۔ مگر پھر بھی دلی سکون کی دولت سے بہرہ اندوز تھے۔ کہ کلمہ شریف کے نام پر موت کا سزاوار ٹھہرایا جارہا ہے۔ ؏

کہاں ہم اور کہاں یہ مقام اللہ اللہ

حوالات میں رات کا وافر حصّہ ذکر الٰہی اور نوافل میں بسر ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل تھا کہ اس نے کسی بڑے اخلاقی الزام سے حفاظت کے علاوہ ظالمانہ جسمانی تشدد سے بچاؤ کے وسائل میسر فرمائے۔

صبح پولیس کی حراست میں ہی نماز فجر ادا کی۔ حوالات سے باہر نکالے گئے تو گھسیٹ پور سے گرفتار کرکے لائے گئے اپنے احمدی بھائیوں، عزیزوں کو تھانے میں موجود پایا۔ قدرے وقفہ کے بعد معلوم ہوا کہ ہم ایک ہی مقدمہ میں ماخوذ ہیں۔ بعدہٗ ایف۔ آئی۔ آر سے انکشاف ہوا کہ مقدمہ کی ابتدائی رپورٹ میں خاکسار اور تنویر احمد کا ہی نام درج ہے۔ باقی سب کو ضمانت قبل از گرفتاری کے باعث آزاد کردیا گیا۔ قرین فہم یہی امر ہے کہ پولیس کی جانب سے قرعۂ فال آغاز

سے ہی ہم دو دیوانوں کے نام نکالا جا چکا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک فارسی شعر میں یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ عاشق صادق کو اگر قضائے الٰہی سے قید و بند کی صعوبتیں اٹھانی پڑیں تو وہ ہتھکڑیوں کو چومتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ انہیں سونے کے کنگن سمجھتا ہے۔

۱۵؍ اپریل ۱۹۸۷ء کو حضور علیہ السلام کے اِن دو ادنیٰ غلاموں کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ یہ لائق فخر اور قابل صد افتخار یادگاری کنگن انہیں بھی پہنا دیئے گئے۔ پولیس کی گاڑی انہیں لے کر تحصیل ہیڈکوارٹر جڑانوالہ پہنچی۔ وہاں ہمیں گاڑی سے اُتارے بغیر متعلقہ افسر سے دستخط کروائے فیصل آباد سنٹرل جیل پہنچا دیا گیا۔ ہم جڑانوالہ عدالت میں ضمانت کے لئے پُرامید تھے مگر وہاں ہمارے اُترنے کی نوبت ہی نہیں آنے دی۔ یہ پولیس کی ایک طے شدہ چال تھی۔ لوگ راستہ میں ہمیں گھور گھور کر دیکھتے تھے۔ بعض کے بات کرنے پر معلوم ہوا کہ اُن کے تاثرات کچھ اس قسم کے تھے کہ شکل سے تو بھلے لگتے ہیں مگر نہیں معلوم کہ اندر سے کتنے بڑے جرائم پیشہ ہوں گے۔ بعض بندگانِ خدا کے اِستفسار پر جب یہ بتایا گیا کہ کلمہ شریف پڑھنے کے جرم میں گرفتار ہیں تو وہ حیرت سے منہ تکتے رہ گئے کہ یہ کیسا فقید المثال جرم ہے؟ اکبر الٰہ آبادی کا یہ شعر کسی وقت بڑا عجیب لگا کرتا تھا کہ ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

لیکن بطور مزاح پڑھا جانے والا یہ شعر اندھیر گردی کی بدولت اس دور میں حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔

۱۵؍ اپریل ۸۷ء کو ہم شام کے وقت فیصل آباد سنٹرل جیل کے اندر تھے۔ جامہ تلاشی ہوئی۔ ہر موجود چیز لے لی گئی۔ گھر کے کپڑے اُتروا کر جیل کا "شاہانہ" لباس پہنا دیا گیا۔ ہم بڑے سج گئے، کچھ اور ہی ٹھاٹھ باٹھ ہو گئے ہم غلامانِ مسیح محمدی کے۔ اُس دن کے جیل میں داخل شدہ اسّی کے قریب قیدیوں کے ساتھ ہمیں ایک بارک میں رکھا گیا۔ رات قیدیوں کی مجلس جم گئی۔ ہر ایک سے اُس کی معرکہ آرائیاں، کارہائے نمایاں اور المیہ داستانیں سنی جا رہی تھیں جو اُن کے لئے پسِ دیوار زنداں بند کئے جانے کا موجب بنیں۔ ہماری باری آنے پر خاکسار نے تعارف کروایا اور بتایا کہ عصرِ حاضر میں حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت مقدر تھی۔ علماءِ زمانہ کی مخالفت و معاندت وغیرہ موضوعات پر بالتفصیل روشنی ڈالی۔ بالآخر گزارش کی کہ کلمہ طیبہ جو ہماری جان ہے کا احترام کرنے پر ہم قید ہوئے۔ سبھی زندانی حیران ہوئے کہ یہ کیسا منفرد اور عدیم النظیر قسم کا جرم ہے؟؟

اگلے دن ۱۶؍ اپریل ۱۹۸۷ء کو حسبِ قواعدِ جیل ہر قیدی کو اُس کے جُرم کے مطابق جیل کے مختلف حصوں میں منتقل کر دیا گیا۔ ہم دفعہ ۲۹۸/ب کے پیش نظر "بارہ چکی" جو اس جیل کی "اعزازی اقامت گاہ" ہے میں جاگزیں ہو گئے۔ اس "اعلیٰ ترین رہائش گاہ" میں وہ مہمانانِ گرامی فروکش ہوتے ہیں جن کے خلاف سزائے موت یا عمر قید کے لئے مقدمات کی سماعت جاری ہو۔ جیل کی اس اعزازی اقامت گاہ میں بطور "مہمانانِ گرامی" قیام کا شرف دین کے خدمت گزار احمدی مجاہدین کے لئے مخصوص کر دیا گیا ؎

یہ رُتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں ایک صاحب علم و عمل اور اہل اللہ بزرگ حضرت سرمد رحمتہ اللہ علیہ ہوئے ہیں۔ علماءِ سُو اُن سے حسد کرنے لگے اور اُن کے درپے آزار ہو گئے۔ اُن پر فتویٰ لگا دیا کہ چونکہ یہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے ہیں اور ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہیں پڑھتے اس لئے واجب القتل ہیں۔ اُنہوں نے اپنی شہادت سے قبل یہ شعر کہا کہ ؎

عمریست کہ آوازۂ منصور کہن شُد
من از سرِ نو جلوہ دہم دار و رسن را

یعنی بڑی عمر گزر چکی ہے کہ منصور نے جو آوازۂ حق بلند کیا تھا وہ پُرانا ہو چکا ہے میں از سرِ نو پوری آب و تاب کے ساتھ پھانسی کے سامنے جلوہ گر ہوں گا۔

آج کچھ اسی قسم کے حالات کا احمدی دوستوں کو بھی سامنا ہے۔ اس جیل میں ہم دیکھ رہے تھے کہ اطفال و خدام اور انصاراللہ کے زمانہ کے کئے ہوئے عہدوں کے ایفا کا وقت آ گیا ہے۔ بارہ چکی میں بارہ کمروں میں سے کمرہ نمبر ۱ ہمیں الاٹ کیا گیا۔ کیونکہ ہم تھے بھی شاید نمبر ۱ قسم کے ہی مجرم۔

جس تبلیغ کی سزا میں ہم وہاں گئے تھے اُس کا موقع ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے پیدا کئے ہی رکھتے تھے۔ جیل کے افسران کھانے لانے والے لوگ اور ملنے جلنے والے افراد سے یہ سلسلہ ہوتا رہتا۔ پھر جس اذان کے ہونے پر کئی سال کی سزا مقرر ہے۔ ہم اِس "آوازۂ حق" کو بلند کر کے پنجگانہ نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔ ہماری وہی حالت تھی۔ ؎

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اس وارڈ میں ہماری ڈیوٹی صفائی پر لگا دی گئی اور کچھ پاگل قسم کے نمبردار بھی ہمارے اوپر مقرر کر دیئے گئے۔ وہ نہایت فرمانبرداری اور تندہی سے کام کرتے ہوئے بھی گندی گالیوں سے ہماری عزّت افزائی کرتے رہتے۔ اُن کی اس نوازش پر ہمارا ایمان اور بھی صیقل ہو کر چمکتا۔ اور بفضل ایزدی ہمارے دل پریشانی اور تکدّر کی آلودگی سے پاک رہتے کیونکہ ہم تو اُس عالی وقار آقاؐ کے ادنیٰ غلام تھے جس نے ربِّ کریم کی بارگاہ میں یہ عظیم الشان اعلان کیا۔ ؎

کام کیا عزّت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض
گر وہ ذلّت سے ہو راضی اُس پہ سَو عزّت نثار

ہم بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے جذبات کی قربانی کا کچھ اسی قسم کا نذرانہ پیش کر رہے تھے۔ اِن گالیوں کو پھول سمجھتے ہوئے برداشت کرتے اور بقول غالب گالیاں کھا کر بے مزا نہ ہوتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے گالیاں سُن کر دعائیں دیتے۔ علاوہ ازیں زندان میں قیدیوں کا کھانا سوکھی سیاہی مائل روٹی اور دال پر مشتمل ہوتا تھا۔ اگر اس انداز میں آلام و مصائب نہ ہوں تو اسے جیل کیوں کہا جائے۔ پہلے دن میرا "قید کا ساتھی" تنویر احمد اس کھانے کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ میں نے یہ کہہ کر اس کی ڈھارس بندھائی کہ مقامِ شکر ہے کہ ہم کسی گندے اخلاقی الزام میں جیل نہیں آئے۔ خوش قسمت ہیں ہم کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرنے کی توفیق پائی۔ ہم خداوندِ قدّوس کے نام پر جیل آئے ہیں۔ مسیح محمدیؑ کے غلام ہونے کے ناطے میرے لئے یہ دنیا کی ہر نعمت سے اعلیٰ ہے۔ ہم اپنی حسین اور خوشگوار حقیقتوں کے تصوّرات کے باعث اس "دعوتِ شیراز" کو تناول کرتے رہے۔ الحمد للہ

باقی صفحہ نمبر ۶۱ پر ملاحظہ فرمائیں

اسیرانِ راہِ مولیٰ کے خطوط

مکرمی عرفان احمد خاں صاحب

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

امید ہے آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہوں گے۔

بحوالہ آپ کی چٹھی موصولہ ۲۷ راپریل ۹۱ء تحریر ہے کہ

◎ — ساہیوال کا واقعہ ۲۶ راکتوبر ۱۹۸۴ء کو ہوا تھا۔ اس مقدمہ میں دو ملزمان مکرم محمد الیاس منیر مربی سلسلہ اور مکرم رانا نعیم الدین کو ملٹری کورٹ نے سزائے موت دی جو بعد میں سول حکومت نے ۷ ردسمبر ۸۹ء کو عمر قید میں تبدیل کر دی۔ اس مقدمہ میں مکرم عبد القدیر، مکرم ملک محمد الدین، مکرم نثار احمد اور مکرم محمد رفیق حاذق کو عمر قید کی سزا دی گئی۔ مذکورہ بالا افراد اس وقت درج ذیل جیلوں میں ہیں۔

مکرم محمد الیاس منیر ———— سنٹرل جیل فیصل آباد

مکرم رانا نعیم الدین ———— سنٹرل جیل ساہیوال

مکرم ملک محمد الدین ———— " " "

مکرم عبد القدیر ———— " " "

مکرم نثار احمد ———— " " "

مکرم محمد رفیق حاذق ———— سنٹرل جیل راولپنڈی

یہ سب افراد ۲۶ راکتوبر ۱۹۸۴ء سے جیلوں میں ہیں۔

◎ — سکھر کا واقعہ ۲۳ رمئی ۸۵ء کو ہوا جس میں ۷ افراد کو گرفتار کیا گیا۔ مکرم قریشی ناصر احمد اور مکرم قریشی رفیع احمد کو اس مقدمہ میں ملٹری کورٹ نے سزائے موت دی جو سول حکومت نے ۲ ردسمبر ۱۹۸۹ء کو عمر قید میں تبدیل کر دی۔ بقیہ افراد کو ملٹری کورٹ نے بری کر دیا۔ مکرم قریشی ناصر احمد اور مکرم رفیع احمد ۲۳ رمئی ۱۹۸۵ء سے سکھر جیل میں ہیں۔

◎ — چک سکندر کا واقعہ ۱۶ رجولائی ۸۹ء کو ہوا۔ جس میں مخالفین نے ۲۸ افراد جماعت کے خلاف مقدمہ قتل درج کرایا۔ جس میں ماسٹر مظفر احمد اور مکرم مبشر احمد کے علاوہ سب کی ضمانت ہو چکی ہے۔ ہر دو اسیران اس وقت گجرات جیل میں ہیں۔ اس مقدمہ کا فیصلہ ابھی نہیں ہوا۔ اگر آپ کو اُن کے بارے میں کوئی معلومات حاصل کرنی ہوں تو متعلقہ ضلع کے امیر کی توسط سے پیغام حاصل کر سکتے ہیں۔

خاکسار

مرزا خورشید احمد

◎◎◎

۳/۶/۹۱ سکھر سنٹرل جیل

محترم جناب عرفان احمد خاں صاحب!

ایڈیٹر اخبار احمدیّہ جرمنی

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے ابھی ابھی ڈاک سے آپ کا ۲۰/۵/۹۱ کا تحریر کردہ خط ملا جس میں آپ نے خاکسار سے توقع ظاہر کی ہے کہ آپ کے خصوصی نمبر اسیرانِ راہِ مولیٰ کے لئے پیغام، اپنی تصویر اور شب و روز پر مشتمل مضمون ارسال کروں۔ پہلی قسط میں تصویر اور پیغام ارسال کر رہا ہوں اگلے ہفتے مضمون بھی بھیج دوں گا۔

برادرم! ایک شعر ہے ؎

جاں دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آزمائش کے لئے چُنا جانا بھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ظہور میں آتا ہے آزمائش اور امتحانات الٰہی جماعتوں کا مقدر ہوا کرتے ہیں۔ سب لوگ ضروری نہیں کہ آزمائش میں ڈالے جائیں یہ چند وجود ہوا کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ یہ استعداد دیکھتا ہے اور پھر اپنے فضل سے ایسے سامان بھی فراہم فرماتا ہے کہ زیرِ امتحان شخص بظاہر تکالیف میں نظر آتا ہے لیکن وہ ایک سرور اور خمار کی کیفیت میں وقت گزارتا ہے جس کا اظہار الفاظ میں ناممکن ہے۔ احمدیت کی سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ یہ الٰہی وعدوں کے مطابق ضرور غالب آئے گی اور اسے ہر مخالف پر بالآخر کامل فتح اور سربلندی نصیب ہوگی۔ خدا کرے کہ ہماری یہ حقیر قربانی بارگاہ ایزدی میں مقبول ہو۔

تمام احباب جماعت احمدیہ جرمنی کو مودبانہ محبت بھرا اسلام پہنچے۔ ان سے میری عاجزانہ درخواست ہے کہ ہم اسیروں کو بذریعہ خط و کتابت یاد رکھا کریں اور دعاؤں میں بھی جگہ دیں۔

خاکسار

پروفیسر ناصر احمد قریشی

بی۔ ایس سی، بی۔ ٹی، ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی

مکرمی و محترمی جناب ایڈیٹر صاحب

ماہنامہ اخبار احمدیہ جرمنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے بھی اسیرِ راہِ مولیٰ ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اُن ایّام کی روداد لکھ کر ارسالِ خدمت ہے۔ میرا نام محمد اسماعیل ولد چوہدری خیر الدین بندیچھ ہے۔ میں موضع موسے والا تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا ہوں۔ اس گاؤں میں تیس کے قریب احمدی گھرانے ہیں۔ سال ۱۹۷۶ء کا واقعہ ہے ہم عید الفطر کی نماز پڑھنے گاؤں سے باہر عید گاہ کی طرف گئے تو غیر احمدیوں نے اچانک ہم پر حملہ کر دیا۔ ہمارے دو مخلص احمدی دوست چوہدری محمد صدیق اور چوہدری عبد الرحیم شہید ہو گئے اور اسی روز پولیس نے مجھ سمیت ۳۲ احمدیوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ ہم ایک ماہ اور کچھ دن قید و بند کی تکلیفیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔ نماز باجماعت ادا کرتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے جس کوٹھڑی میں دو آدمیوں کی جگہ ہوتی وہاں ہمیں دس آدمیوں کو رکھا جاتا۔ پھر ہماری ضمانت ہوئی۔ اس کے بعد تقریباً چھ سال ہم یہ مقدمہ بھگتتے رہے۔ اسی دوران ہماری مسجد کو سیل کر دیا گیا۔ جو اب تک سیل ہے۔ ساری مسجد تقریباً گر چکی ہے بلیّوں اور کتّوں کا مسکن ہے۔ غیر احمدیوں کو ہم پر حملہ کرنے اور ہمارے آدمی شہید کرنے کی کوئی سزا نہیں دی بلکہ اُنہیں بری کر دیا گیا۔

خاکسار

محمد اسماعیل

حال مقیم فلڈا۔ جرمنی

۱۱ستمبر ۱۹۸۷ء/ از سنٹرل جیل مچھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

میں اپنے یہاں دیگر ساتھیوں محترم مکرم جناب عبدالرحمان صاحب، عزیزم برادرم ظہیرالدین صاحب اور عزیزم برادرم عبدالماجد صاحب کے ساتھ خیروعافیت سے ہوں۔ یہ وقت خدا کے فضلوں کو بارش کی طرح نازل ہوتے دیکھ کر گزار رہے ہیں۔ مولیٰ حقیقی کا ہم جتنا بھی شکر ادا کریں وہ کم ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس روز وہ ہم پر فضل نازل نہ فرمائے۔ دیکھنے اور محسوس کرنے والی آنکھ اور دل ہونا چاہیئے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہمارے پیارے امام کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں۔ اُن کی ہر طرح کی مہربانیاں مشفقانہ پیار کی دید نظر آتی ہے۔ پیارے امام کے تحائف اور دعائیں ہم تک باقاعدگی سے پہنچتی رہتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے کتنا پیارا محبت بھرا کرنے والا امام عطا فرمایا ہے۔ اس کی نظیر دنیا میں ملنا مشکل ہے۔ اس پیارے امام کو خدا تعالیٰ ہمیشہ صحت و تندرستی کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ مہماتِ دینیہ میں اُن کی خاص مدد فرمائے اور جلد تر خلافت کی بابرکت خوشبو اور وجود کے ساتھ ہمارے درمیان ایک فاتح جرنیل کی طرح واپس آجائیں جس کی ہم کو بے حد طلب محسوس ہوتی ہے۔

۱۶ ستمبر کو ہماری اس قید کو پورے تین ماہ کا عرصہ گزر جائے گا۔ ہمیں یہاں پر کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں، صرف دل میں ایک تڑپ ہے کہ یہاں داعی الی اللہ کا کام کرنے کی توفیق نہیں مل رہی۔ یہاں کا ماحول اس طرح کا ہے، اس سلسلہ میں ہماری کڑی نگرانی ہو رہی ہے اور قدم قدم پر روکا ٹوکا جاتا ہے۔ جیل میں ہم چاروں اچھی جگہوں پر مشقت کرتے ہیں جو عزت کے مقام ہیں۔ ماجد صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب کے ساتھ بطور سٹینو کے کام کرتے ہیں۔ ظہیر صاحب ہسپتال میں بطور کمپوڈر کے کام کرتے ہیں جبکہ میں بطور منشی ملاقات قیدیوں کی کرانے پر لگا ہوا ہوں۔ عبدالرحمان صاحب بھی معمولی سی نوعیت کی مشقت کرتے ہیں۔ فی الحال تو اللہ تعالیٰ اخلاقی اور عملی تبلیغ کرنے کی توفیق عطا فرما رہا ہے جس سے ہر کوئی متاثر ہے۔ جیل میں ہم کو ایک علیحدہ کمرہ (تنہائی) ملا ہوا ہے۔ جس میں ہم اکٹھے ہی رہتے ہیں۔ کوئٹہ سے ملاقات ہر دوسرے تیسرے روز آجاتی ہے۔ جو ہم کو کھانے پینے کی ہر قسم کی یا ضرورت کے مطابق چیزیں پہنچا دیتے ہیں اور اکثر کوئٹہ اور دوسری جماعتوں کے لوگ نہایت خلوص اور پیار سے ملنے کے لئے آتے ہیں۔ قید کے دوران خدا تعالیٰ خاص دعاؤں کی اور ذکر الٰہی کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔ آپ سے گذارش ہے کہ دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری عبادتوں اس قید اور دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آپ سے گذارش ہے کہ ہماری طرف سے جماعت کے دیگر بزرگان تک بھی محبت بھرا اسلام پہنچا دیں اور خاص دعا کی گزارش کر دیں۔ ۱۹ ستمبر کو بھی ہماری پیشی ہے۔ وکلاء صاحبان اور دوسرے خادم جو ہمارے لئے خاص ڈیوٹیاں دے رہے ہیں کے لئے بھی خاص دعا کی گذارش ہے۔

میرے دیگر اسیر ساتھی بھی آپ کی خدمت میں خاص سلام اور دعا کی گذارش کر رہے ہیں۔ میرے ابا جان حکیم ظفر احمد فاروقی کی آجکل طبیعت زیادہ خراب ہے اُن کی مکمل صحت یابی کے لئے بھی دعا کی گذارش ہے۔

والسلام

دُعاؤں کا طلبگار

رفیع احمد فاروقی، گوالمنڈی، کوئٹہ

◎◎◎

ازحوالات خانہ ڈسکہ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

سب سے اوّل خدا کی ایک عظیم نعمت کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ بفضلہ تعالیٰ مورخہ ۲۱ مارچ سے احمدی ہونے کے جرم میں مکرم رشید احمد صاحب ولد شریف احمد صاحب، داتہ زیدکا اور مکرم منصور احمد صاحب ولد رشید احمد صاحب، داتہ زیدکا حوالات میں بند ہیں۔

ہمارا جرم احمدی ہونا ہے۔ ۲۱ مارچ کو مجاہدین ختم نبوت سمبڑیال نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو احمدی جان کر پکڑ لیا اور باندھ کر ہماری مرمت کی اور ہمیں مارنے کو خدمت اسلام سمجھ کر دینی فریضہ بجالائے۔ ہمیں رات سمبڑیال حوالات سے ڈسکہ حوالات منتقل کر دیا گیا۔ اگلے دن ۲۲ مارچ کو ہمارے دو مقدموں میں علیحدہ علیحدہ ریمانڈ لئے گئے۔ ایک مقدمہ ہم پر یہ بنایا کہ ہم نے مظاہرین کو تھانہ سمبڑیال کو آگ لگانے پر اُکسایا۔ دوسرا مقدمہ ہم پر یہ ہے کہ ہم اسلم قریشی کے اغواء میں ملوث ہیں۔ آج ایک مقدمہ میں ہماری ضمانت ہو چکی ہے جبکہ اسلم قریشی اغواء کیس میں ہمیں ۳۱ مارچ تک زیر ریمانڈ رکھا گیا ہے۔ حوالات کیا ہے صبر، ضبط اور ایمانی طاقتوں کا امتحان جو کہ ہمارے پاس کچھ نہیں، رب جلیل خدا کی ہی عطا ہے جو ہمیں ان نعماء سے نوازا ہے۔ دعا کریں رب جلیل خدا ہمیں اِن حالات میں ثابت قدمی عطا فرما دیں۔ ہم بہت کمزور ہیں لیکن ہمارا خدا کمزور نہیں ہے۔ ہمیں رب جلیل خدا ہر شر سے محفوظ رکھیں۔

دُعا کے مستحق میرے دوسرے ساتھی بھی جو ہنستے مسکراتے چہروں کے ساتھ یہ سب کچھ برداشت کرتے ہوئے میرے ساتھ میرے ساتھیوں کو اور ملنے والوں کو درخواست دُعا اور صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ دوسرے آکر ملنے والوں کا خود میرے ساتھ مل کر حوصلہ بلند کر رہے ہیں۔

والسلام

بشیر احمد بابر نائب قائد ضلع و ناظم اطفال ضلع

◎◎◎

۱۷ دسمبر ۱۹۸۵ء کو اے سی چنیوٹ کے ہاں ایک تاریخ تھی جو کہ سابقہ کئی ماہ سے چل رہی تھی۔ اس دن بھی حسبِ سابق خاکسار کے سینہ پر کلمہ طیبہ کا بیج لگا ہوا تھا۔ ایڈووکیٹ میاں عزیز ہنجرا کے چیمبر سے اٹھ کر A.C صاحب کی عدالت میں جانے کے لئے ابھی چند قدم چل کر سڑک پر پہنچا تھا کہ ایک شخص نے میرے سینے پر لگے ہوئے کلمہ طیبہ کے بیج کو ہاتھ ڈالا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا بات ہے۔ کہنے لگا کہ بیج اتارنا ہے۔ میں نے کہا اپنا ہاتھ ہٹالو اس پر اس نے کہا کہ پھر تم خود اتار لو، اتنے میں دیکھا اس کے ساتھ دوسرا آدمی بھی حرکت میں ہے۔ میرے کہنے پر وہ ذرا سا پیچھے ہٹے تو میں واپس ایڈووکیٹ صاحب کے دفتر میں پہنچ گیا۔ ابھی کرسی پر بیٹھا ہی تھا وہی آدمی سب انسپکٹر پولیس کو ساتھ لئے ہوئے آپہنچا۔ اس نے میری نشاندہی کی۔ سب انسپکٹر مجھ سے کہنے لگے ذرا میری بات سنئے۔ میں کرسی سے اٹھ کر ان کے ساتھ ہولیا۔ وہ مجھے تھانہ لے آئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایس۔ آئی صاحب مجھے انسپکٹر تھانہ کے دفتر میں لے گئے۔ مجھے دیکھنے کے بعد وہ کہنے لگے یہ کیا ہے۔ میں نے سینہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ آپ پڑھ لیں اس پر انہوں نے کلمہ طیبہ پڑھا۔ میں نے ان سے کہا کہ الحمد للہ آپ نے بھی پڑھ لیا۔ اب آپ میرے گواہ ہو گئے ہیں کہ میرے

سینہ پر کلمہ طیبہ کا بیج ہی تھا۔ یہ نہیں کہہ سکو گے کہ ان سے کچھ اور برآمد کیا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ تم نے کیوں لگایا ہے۔ میں نے ان کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ کلمہ طیبہ میری جان ہے۔ میرا ایمان ہے اور میری متاعِ عزیز بھی میرا ہی نہیں بلکہ جو شخص بھی اپنے کو مسلمان سمجھتا ہے یا کہتا ہے اس کا بھی سب کچھ یہی ہے۔ دو باتیں اور بھی ہوئیں۔ اس کے بعد ایس۔ آئی مجھے دوسرے کمرہ میں لے گئے۔ ان کے تیور دیکھنے کے بعد میں نے ان سے کہا۔ آپ کسی سفید کپڑے والے کو اس کام کے لئے نہ کہیں جس سے یہ کام کروانا ہو باوردی ہو ورنہ میں ہرگز نہیں اتارنے دوں گا۔ اس کے بعد اس نے خود اچھے طریق سے خود کلمہ طیبہ کا بیج میرے سینہ سے اتارا اور تفتیش شروع کر دی۔ پھر سپاہی سے کہنے لگا ان کو حوالات میں بند کر دو۔ دروازہ کھلا خاکسار اندر داخل ہوا۔ السلام علیکم سے آغاز ہوا۔ نمازِ عصر و ظہر ادا کرنے کے بعد پہلے سے موجود سترہ حوالاتیوں سے بات چیت ہوتی رہی۔ اگلے دن صبح قریباً دس بجے نکالا گیا۔ ہتھکڑی پہنا کر عدالت میں پیش کرنے کے بعد ۳۱ر دسمبر تک کا ریمانڈ لیا گیا۔ لیکن اس کارروائی کے بعد جوڈیشل حوالات بھیج دیا گیا۔ وہاں ۵۳ قیدیوں سے چار دن بات چیت ہوتی رہی۔ سارے حالات بتائے دونوں حوالاتوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ ہوتی رہی وہ محض خدا تعالیٰ کے فضل سے غور سے سنتے رہے۔ ۲۱ر دسمبر رات سات بجے ضمانت پر رہائی ہوئی۔

اس سارے وقت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوب دعاؤں اور حوالاتیوں کو تبلیغ کرنے کا موقعہ ملا۔ سب کے سب قیدی مولوی صاحبان کو جن الفاظ میں یاد کرتے رہے وہ تحریر کے قابل نہیں۔

چوہدری رحمت علی خاں آف بٹروعہ ———— ربوہ

◎◎◎

ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے، الیس اللہ بکافٍ عبدہ

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ، الحکم للہ، القدرۃ للہ

پاک محمد مصطفٰے نبیوں کے سردار

یہ الفاظ احمدیہ مسجد المبارک سے مقامی لوگوں کی درخواست پر اور تعاون سے لوہار نے پولیس کی مدد سے کھرچ دیئے اور الفاظ پاؤں کے نیچے آئے۔ جماعت احمدیہ سعد اللہ پور تحصیل پھالیہ ضلع گجرات نے کلمہ طیّبہ سیمنٹ (نیرو) کر کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسُول اللّٰہ دوبارہ تحریر کر دیا۔ پولیس تھانہ پاہڑیانوالی میں مقامی سُنّی حضرات نے درخواست دی کہ احمدیوں نے کلمہ طیّبہ لکھ دیا ہے۔ تب پولیس کے ایس۔ ایچ۔ او نے ایف۔ آئی۔ آر درج کر کے جماعت احمدیہ کے سرکردہ حضرات بمع مربّی سلسلہ نصیر احمد شاد کو گرفتار کر لیا اور تھانہ پاہڑیانوالی میں پرچہ کاٹ کر ۲۹ر اپریل ۸۷ء بروز بدھ رات بارہ بجے تا ۲ر مئی ۱۹۸۷ء بروز ہفتہ حوالات میں بند رکھا۔ اس کی خبر نوائے وقت لاہور یکم مئی ۱۹۸۷ء میں آئی۔ ۲ر مئی ۱۹۸۷ء بروز ہفتہ صبح ۱۰ بجے منڈی بہاؤالدین جیل میں لے جایا گیا۔ چالان کر کے جوڈیشنل حوالات چکی میں بند کیا گیا۔ الزام یہ تھا پولیس نے کلمہ مٹا دیا تھا اُن لوگوں (احمدیوں) نے کیوں دوبارہ لکھ دیا ہے۔ کلمہ طیّبہ اب مسجد المبارک سعد اللہ پور پر لکھا ہوا ہے۔ مطالبہ پولیس کی طرف سے یہ تھا کہ اب کلمہ طیّبہ اپنے ہاتھ سے مٹائیں۔ احمدیوں نے انکار کیا جس پر اس الزام ۲۹۸ سی کے تحت گرفتار کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مخالفین کی اللہ آنکھیں کھولے کہ اپنی متاع کو نہ بھولیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ آمین۔

نصیر احمد شاد مربّی سلسلہ احمدیہ ———— سعد اللہ پور

◎◎◎

میں چک نمبر ۴۵ شمالی نزد چک نمبر ۴۶ شمالی میں قرآن کریم کی جلدیں کرنے جاتا تھا اور دو یا تین مرتبہ پہلے گیا اور اب پھر تقریباً چھ ماہ کے بعد گیا اور پہلے بھی وفاتِ مسیح پر تبادلۂ خیالات ہوتا تھا اور اب پھر ہوا۔ اس بار میں نے کلمہ طیّبہ کا بیج اور انگوٹھی بھی پہنی ہوئی تھی اور پھر میں نے ان کو انجیل سے بھی وفاتِ مسیح کا ذکر دکھایا۔ پھر چنیوٹ سے ایک مولوی صاحب وہاں گئے اور انہوں نے اس مولوی کو جو قائم مقام تھا، اس کو کہا یہ آدمی تو مرزائی ہے۔ اس کو آپ نے کیوں یہاں کام کرنے دیا۔ خیر آخر یہ ہوا کہ انہوں نے مجھے گرفتار کروا دیا اور میں چنیوٹ جیل میں چلا گیا اور وہاں جا کر اپنی بیرک کا امام الصلوٰۃ مقرر ہوا اور قرآن کریم کا سبق بھی پڑھاتا رہا اور جمعہ کے دن باقاعدہ نماز جمعہ ہوتی اور تمام قیدی نماز میں شریک ہوتے۔ خطبہ جمعہ بھی ہوتا۔ ایک دن مجھے اے۔ سی صاحب کے پیش کیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ اگر آپ اس وقت بھی مسلمان ہو جائیں تو میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں، تو میں نے جواب دیا کہ میں تو پہلے مسلمان ہوں کہ

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

پڑھتا ہوں اگر یہ کلمہ پڑھنے والا کافر ہے تو آپ مجھے وہ کلمہ بتائیں جو پڑھنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے اور اگر آپ کہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ماننے سے انکار کر دو تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ آپ اگر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اور قیمہ بھی کر ڈالیں اور دریا میں پھینک دیں تو میرے جسم کا ہر ٹکڑا بھی یہی کہے گا

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

پھر اے۔ سی صاحب خاموش ہو گئے اور پھر مجھے بند کر دیا گیا اور میں جیل میں ۲۵ دن تک بند رہا اور پھر میری گھر والوں نے ضمانت کروائی اور اس وقت میں آزاد ہوں۔

درخواست دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جماعتی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی توفیق دے۔ آمین۔

طالبِ دُعا ———— امان اللہ طاہر

◎◎◎

یہ راقم الحروف ربوہ ریلوے سٹیشن پر بحیثیت سٹیشن ماسٹر متعین تھا۔ جب ۲۹ر مئی ۱۹۷۴ء کو چناب ایکسپریس کا واقعہ ہوا، جس پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے میڈیکل کالج کے جمعیت طلباء گروپ کے طلباء سفر کر رہے تھے۔ ربوہ سٹیشن پر طلباء کے دنگا فساد کا واقع پیش آیا۔ جس کی وجہ سے گاڑی ½ گھنٹہ تاخیر سے روانہ ہوئی۔ ریلوے پولیس نے میری ٹیلی گرام پر طرفین کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔ مگر بعد دوپہر مقدمہ میرے خلاف گورنمنٹ پاکستان کے ایماء پر درج کر لیا گیا۔ اور مجھے ہی اس واقعہ کا ملزم بنایا گیا۔ ۳۰ر مئی ۱۹۷۴ء کو میری گرفتاری عمل میں آئی۔ اور پھر ۳۱ر مئی ۱۹۷۴ء کو ریلوے حوالات سرگودہا میں اس عاجز کو اور سٹیشن ماسٹر محمد داؤد نشتر آباد کو سرگودہا حوالات میں بند کر دیا گیا۔ اس عاجز نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں بذریعہ مولانا ابوالعطاء جالندھری مرحوم ایک رقعہ بغرض دعا روانہ کر دیا۔ جس کا زبانی جواب ملا کہ میں آپ کے دعا کر رہا ہوں۔ میرے خلاف پولیس سختی کرنا چاہتی تھی مگر حضور کی دُعاؤں کے طفیل اس عاجز پر کوئی سختی نہ کی گئی۔ ۲ر جون ۱۹۷۴ء کو ہم دونوں کو سرگودہا حوالات سے نکال کر رات ۳ بجے ربوہ سٹیشن پر لایا گیا وہاں سے ڈی۔ ایس۔ پی بذریعہ جیپ اس عاجز کو لے کر لاہور روانہ ہوا اور محمد داؤد کو انسپکٹر سی۔ آئی۔ ڈی واپس سرگودہا ریلوے حوالات بند کرنے کو لے گیا۔

میں ۲؍جون ۷۴ء کو لاہور ریلوے تھانہ کی حوالات میں بند کر دیا گیا اور میری حوالات پرسی۔آئی۔ڈی کا پہرہ لگا دیا گیا۔ وقفہ کے دوران ایک میانوالی کا غیر احمدی سپاہی آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ اوپر سے بہت خفیہ وائرلیس آئی ہے کہ کسی آدمی کو بدنی سزا نہ دی جائے صرف ان سے پوچھ گچھ کی جائے۔ یہ بھی خلیفہ ثالث رحؒ کی دعا کا سبب تھا کہ مجھے سپاہی نے یہ اطلاع دے دی ۴؍جون ۷۴ء کو مجھے لاہور ہائی کورٹ میں مسٹر صمدانی صاحب جج کی عدالت میں پیش کرنے کے لئے ریلوے حوالات سے ۹۰ مسلح افراد لے کر ہائی کورٹ لاہور پہنچے۔ مگر وہاں جا کر پیشی نہ ہوئی اور بعد دوپہر واپس حوالات میں لایا گیا۔ ۱۰؍جون ۷۴ء کو میرا جوڈیشنل ریمانڈ لے کر مجھے سرگودہا جیل بھجوایا گیا۔ میری گرفتاری کی خبر پا کر میرے بڑے بھائی ڈاکٹر مرزا عبدالقیوم صاحب مرحوم نوشہرہ سے بذریعہ کار سرگودہا آئے اور حال دریافت فرما کر ربوہ آ گئے۔ ۱۲؍جون ۷۴ء کو پھر پتہ کرنے سرگودہا گئے۔ مگر میں تو لاہور ریلوے حوالات میں جا چکا تھا۔ لہٰذا بھائی جان مرحوم کو گرفتار کر کے سرگودہا سول حوالات میں بند کر دیا گیا اور یہ سات دن حوالات میں بند رہے۔ پھر بعد ضمانت واپس نوشہرہ پہنچے۔ ۱۴؍جون کو میری پیشی مسٹر صمدانی صاحب کی عدالت میں ہوئی اور سوال جواب ۱۶؍جون تک جاری رہے۔ اس کے بعد پھر پولیس مجھے لے کر سرگودہا جیل پہنچی۔ وہاں بھیرہ، ہجکہ اور ربوہ کے احمدی احباب جن کی کل تعداد ۱۰۵ تھی جیل میں موجود تھے اُن کے خلاف زیر دفعہ ۱۴۹ ا۔پی، ۱۲۷-۱۴۹، ۱۴۹ اور ۱۲۶ ریلوے ایکٹ مقدمہ درج تھا۔ ہم جیل میں ۳ ماہ ۱۰ دن رہے اور پھر ضمانت پر ربوہ پہنچے۔ اس کے دوسرے دن ہماری گروپ فوٹو خلافت لائبریری کے احاطہ میں لی گئی جس کی کاپی اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے۔

مختصر حالات تحریر خدمت ہیں۔ اسی ضمن میں عرض کرتا چلوں کہ جون ۷۴ء میں ربوہ کے واقعہ کے بعد کیمبل پور شہر (اٹک شہر) میں جماعت احمدیہ کے خلاف شدید ردعمل شروع ہوا۔ جمعیت طلباء کے سرگرم رکن مولوی صاحب ہینڈ گرینیڈ وغیرہ لائے تاکہ امیر جماعت احمدیہ کیمبل پور ضلع ڈاکٹر مرزا عبدالرؤف صاحب کے گھر میں پھینکیں۔ مگر اللہ نے اس کی تدبیر الٹی ڈال دی۔ اس مولوی کے بھائی نے جو ایف اے کا طالب علم تھا، ہینڈ گرینیڈ کو دیکھا اور اس کی پن نکال دی وہ ایک زبردست دھماکے سے پھٹا اور اس لڑکے کے پرخچے اڑ گئے۔ راتوں رات مفتی محمود کے ایماء پر جماعت کے افراد پر قتل کا کیس رجسٹر ہوا اور صبح برادرم ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب کے گھر پولیس آ گئی۔ انہوں نے عزیزم مرزا ظفر احمد کو جو اُس وقت ایف اے کا طالب علم تھا طلب کیا اور اس کو پکڑ کر لے گئے۔ راستہ میں ملک منیر احمد صاحب ایڈووکیٹ اور ان کے بھائی ملک رشید احمد صاحب کو بھی گرفتار کیا اور ان سب پر دفعہ ۳۰۲ کا کیس بنا دیا۔ یہ تینوں بے گناہ تین سال ۱۰ دن بعد باعزت رہا ہوئے۔ عزیزم مرزا ظفر احمد اس وقت جرمنی میں ہے اور ملک منیر احمد صاحب ایڈووکیٹ وفات پا چکے ہیں۔ ملک رشید احمد صاحب کیمبل پور (اٹک شہر) میں کاروبار کرتے ہیں۔

مرزا عبدالسمیع سابق سٹیشن ماسٹر ———— ربوہ

مورخہ ۱۹؍مئی ۱۹۸۴ء بروز ہفتہ صبح دس بجے کے قریب طارق روڈ جانے کے لئے بس یا ویگن کے انتظار میں بس سٹاپ پر کھڑا تھا۔ بس سٹاپ ختم نبوت کی مسجد کے سامنے ہے۔ ½۱۱ بجے کے قریب ایک پولیس سارجنٹ موٹر سائیکل پر سوار نے، میرے پاس آکر دریافت کیا کہ آپ نے کہاں جانا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے طارق روڈ جانا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں آپ کو وہاں چھوڑ آؤں گا۔ میں نے انکار کیا کہ میں خود چلا جاؤں گا۔ وہ بولا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ میں نے کام دریافت کیا تو بولا کہ میں نے سولجر بازار کے تھانہ میں آپ کی ملاقات ایس۔ایچ۔او سے کرانی ہے۔ میرے انکار پر اُس کا اصرار بڑھتا گیا۔ آخر میں نے یہی سوچا کہ یہ تو پولیس مین ہے میرے انکار پر بگڑ رہا ہے۔ میں نے ساتھ چلنے کی حامی بھر لی۔ اُس نے مجھے تھانہ لے جا کر ایس۔ایچ۔او کے کمرہ میں بٹھایا خود بھی بیٹھ گیا۔ S.H.O نے میرا نام پوچھا۔ میں نے اپنا عبدالرحیم یونس بتایا۔ اُس نے کہا کہ آپ کے خلاف ایک رپورٹ ہے آپ نے ایک مولوی صاحب کو زدوکوب کیا ہے آپ کے ساتھ اور بھی آدمی تھے۔ آپ لوگ اُس کو مارتے مارتے سولجر بازار سے نمائش تک لے گئے۔ میں نے اُسے بتایا کہ میں تو کبھی سولجر بازار گیا ہی نہیں۔ میں نے کہا کہ شکایت کرنے والے مولوی صاحب کی شکل مجھے دکھائیں۔ اُس نے جواب نہیں دیا۔ پھر اُس نے میری قوم پوچھی۔ میں نے کہا میمن قوم۔ پھر اُس نے فرقہ دریافت کیا۔ میں نے کہا کہ میں احمدی ہوں۔ یہ بات سن کر S.H.O چمک اٹھا کہ بس بس آپ ہی ہیں مولوی صاحب نے ٹھیک کہا تھا آپ نے ہی اُنہیں مارا ہے۔ میں نے S.H.O کو کہا کہ صرف احمدی کا سن کر آپ نے کیسے فیصلہ کر لیا کہ میں ہی ہوں۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب کو میرے سامنے تو لائیں کہ میں دیکھوں۔

اُس نے کہا کہ مولوی صاحب نے فون پر مجھے آپ کا حلیہ بتایا ہے اور آپ نے اُنہیں قتل کی دھمکی دی تھی۔ پھر اُس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ انہیں بند کر دو۔ میں نے کہا کہ جب تک مولوی صاحب کی شکل نہ دکھائیں گے آپ مجھے بند نہیں کر سکتے۔ وہ سختی پر اُتر آیا اور کہا کہ انہیں بند کر دو۔ سپاہی مجھے کھینچ کر تھانہ کی حوالات کے قریب لائے اور اندر دھکا دے کر دروازہ بند کر دیا۔ میں منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ میری پسلی میں سخت چوٹ آئی اور میں بہت مشکل سے کھڑا ہوا۔ کچھ دیر کے بعد سپاہی نے اندر آ کے میری ۹۰۰ روپے کی گھڑی اور پندرہ روپے اور دو عدد تھیلے، خالی برتن (جو میں نے بہن کے گھر دینے تھے) اور سوٹی چھین لی اور کہا جب کیس ختم ہو گا تب مل جائیں گے۔

ایک بجے کے قریب محترم خواجہ عبدالمجید صاحب اور اُن کے بھانجہ شفقت مجید صاحب کو عدالت میں پیشی کے بعد میرے ہی کمرہ میں لایا گیا۔ ہم دو دن حوالات میں رہے۔ نمازیں پڑھیں، تہجد پڑھی، دعائیں کرتے رہے۔ حضور علیہ السلام کی نظمیں پڑھ کر سنانے کا بہت اچھا موقعہ نصیب ہوا اور ہمارا وقت اچھی طرح گزرا۔ کمرہ بند، سخت گرمی۔ میری گرفتاری کے اگلے دن مجھے ہتھکڑی لگا کر پولیس کی کھلی گاڑی میں کورٹ میں لے گئے۔ مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوا۔ اُس نے پوچھا کہ پولیس نے آپ کو مارا ہے۔ میں نے بتایا کہ مارا تو نہیں۔ بند کرتے ہوئے دھکا دیا تھا، جس سے مجھے چوٹ لگ گئی ہے۔ اُس نے حکم دیا کہ انہیں حوالات میں بند کر دو۔

اُسی دن شام کو پولیس والے نے آ کے بتایا کہ خواجہ صاحب اور شفقت صاحب کی عدالت میں ضمانت ہو گئی ہے۔ دو گھنٹے کے بعد پھر بتایا کہ ضمانت تو ہو گئی تھی مگر ختم نبوت کے مولوی نے کینسل کرا دی ہے۔ پیر کے دن ہم تینوں پھر کورٹ گئے۔ مجسٹریٹ نے پھر پوچھا کہ پولیس نے مارا تو نہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں مارا۔ وہاں سے ہمیں جیل لے گئے اور ہمارا سامان تھانہ میں ہی رہ گیا۔ جیل میں سارا دن پیر کا اور منگل کی شام تک رہے۔ شام کو ضمانت ہوئی۔ جماعت کے لوگ ہمیں لینے آئے اور ہمیں ڈیفنس گیسٹ ہاؤس لے جایا گیا۔ محترم امیر صاحب کی طرف

سے ہمارے لئے دعوت کا بندوبست تھا۔ الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہم نے جیل بھی کاٹ لی اور دعاؤں کا خوب موقعہ ملا۔

خاکسار عبدالرحیم یونس ——— کراچی

نفاذ آرڈیننس اپریل ۱۹۸۴ء سے سلسلہ کو مقامی حفاظتی انتظامات کی طرف توجہ ہوئی اور راتوں کو محلہ جات میں پہرہ کا انتظام کیا گیا کیونکہ سلسلہ کو دھمکایا جا رہا تھا کہ ربوہ کے مکانات کو نذر آتش کر دیا جائے گا۔ مکانوں کو قبضہ میں لے کر مکینوں کو تہ تیغ کر دیا جائے گا۔ جب عملی طور پر ایسا ہونے کا خطرہ بڑھ گیا تو سلسلہ کو پہرہ کے انتظامات مزید بڑھانے کی ضرورت پڑی۔ چنانچہ ہمارا پہرہ بھی ہمارے محلہ میں لگا دیا گیا۔ مورخہ ۲۵ جون ۱۹۸۴ء کو رات تقریباً ۱۱ بجے کے قریب ایک کوٹھی واقع تنزد ڈگری کالج جس کی چھت پر خاکسار اور میرا ایک دوست مبارک احمد سلیم بغرض پہرہ مقیم تھے، نے کچھ دھمک سنی جیسے کوئی دیوار پھلانگ کر اندر آ گیا ہو۔ خاکسار نے اپنے ساتھی کو اس آواز کی طرف متوجہ کیا مگر اسی اثناء میں کوٹھی کے پچھواڑے سے روشنی اور دھواں نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ خاکسار نے اپنے ساتھی مبارک احمد سلیم کو جلدی سے اٹھایا اور سیڑھیوں کی طرف سے مسلح افراد جو کہ کوٹھی کو نذر آتش کرنے کی غرض سے آئے تھے کو پکڑنے کے لئے بھیجا اور خود غیر شعوری حالت میں مذکورہ کوٹھی سے چھلانگ لگا کر ایک شخص کو باہر کی سمت دیوار پھلانگتے ہی دبوچ لیا۔ مبارک میری طرف جلدی سے آیا اور مجھے کہا کہ دو آدمی موٹر سائیکل پر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جس شخص کو میں نے دبوچا وہ مولوی اللہ یار ارشد تھا جو دن رات للکار للکار کر کہا کرتا تھا کہ ہم ربوہ کے مکانوں کو نذر آتش کریں گے۔ ہم نے اللہ یار کو پولیس کے پاس چلنے کو کہا مگر وہ بضد تھا کہ اُسے چھوڑ دیا جائے ہم نے بذریعہ ٹیلی فون صدر عمومی صاحب ربوہ کو اس وقوعہ سے مطلع کیا۔ ادھر اللہ یار نے سکیم اپنے اغواء کے لئے بنائی تھی اُس پر عمل شروع ہو گیا اور مسجد احرار اسلام سے فوراً (اعلان اغواء) شروع ہو گیا۔

اُس نے ہماری بہت منت سماجت کی کہ مجھے چھوڑ دیا جائے آئندہ سے ایسا نہیں کرے گا۔ اتنے میں پولیس آ گئی اور ہم نے مولانا کو ان کے سپرد کیا مگر پولیس سٹیشن جا کر الٹا ہمارے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا اور حوالات ربوہ میں بند کر دیا گیا حالانکہ موقعہ واردات پر D.S.P چنیوٹ نے وقوعہ دیکھا اور خاکسار سے دوبارہ مذکورہ کوٹھی سے چھلانگ لگوائی۔ ہم حیران تھے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والا معاملہ ہے۔

ہم ۱۸ دن ربوہ حوالات میں بند رہے اور مورخہ ۵ جولائی ۱۹۸۴ء کو تقریباً ۲/۱ ۴ بجے ایک انسپکٹر اور دو کانسٹیبل ہمیں ربوہ حوالات سے نکال کر کسی نامعلوم مقام پر لے گئے جو کہ ہمارے اندازے کے مطابق کانڈیوال سے تقریباً ۲ میل آگے بھڑوانہ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ وہاں ایک زمیندار کے ڈیرے پر ہمیں بند کر دیا گیا اور تقریباً ۴۸ گھنٹے ہم پر ناقابل فہم و بیان تشدد کیا گیا محض یہ تشدد اس لئے کیا گیا کہ ہم جھوٹ موٹ اپنے سلسلہ کے قابل اعتماد لوگوں کا نام لے دیں کہ ان لوگوں کے اشارے پر ہم نے اسلم قریشی، اشرف ہاشمی اور اللہ یار کو اغوا کیا ہے۔ ہم نے ان جھوٹی اور بے بنیاد باتوں کا اقرار نہ کیا مگر ہمیں اپنی پوری قوت سے اس دروغگوئی پر آمادہ کرنے کی کوششیں کی گئیں مگر سب بے سود۔ ہمیں اسلحہ کے بارے میں پوچھا گیا ہمیں پستول سے ہلاک کرنے کی دھمکیاں دی گئیں مگر خداوند کریم کا احسان ہے کہ ہمیں صبر کی اور استقامت کی توفیق بخشی اور ہم تشدد کے باوجود اپنے موقف سے بال برابر نہ سرکے اور سچائی کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

مورخہ ۷ جولائی ۸۴ء کو ہتھکڑیوں سمیت بھڑوانہ سے کانڈیوال پیدل لایا گیا اور پھر بذریعہ بس ربوہ لا کر حوالات میں دوبارہ بند کر دیا گیا۔ مورخہ ۱۲ جولائی ۸۴ء کو ہمیں فیصل آباد ڈسٹرکٹ جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ ہمارے بزرگواران مکرم ظہور احمد صاحب باجوہ، حکیم خورشید احمد صاحب، خواجہ مجید احمد صاحب جن کو ہمارے ساتھ مقدمہ میں ملوث کر دیا گیا تھا کو مورخہ ۱۴ جولائی ۸۴ء کو بھوانہ تھانہ سے ہمارے ساتھ فیصل آباد منتقل کر دیا گیا۔ مورخہ ۸ اگست کو مکرم مولوی عبدالعزیز صاحب بھامبڑی نے اپنی ضمانت REJECT ہونے کے بعد سمری ملٹری کورٹ فیصل آباد میں اپنی گرفتاری دی اور اُن کو بھی ہمارے ساتھ مقید کر دیا گیا۔ ہم فیصل آباد جیل میں تقریباً ۲/۱ ۵ دن مقیم رہے اور آخر کار ہماری مشکلات خدا تعالیٰ نے حضور اقدس اور جماعت احمدیہ کی دعاؤں سے آسانی میں بدل دیں اور مورخہ ۴ ستمبر ۸۴ء کو ہم مذکورہ آدمی جیل سے ضمانت پر رہا ہو کر ربوہ آ گئے۔

میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ یہ جو میں نے اپنے حالات تحریر کئے ہیں وہ بالکل درست ہیں۔

وسیم احمد انور ——— ربوہ

جب ضیاء الحق کی حکومت نے ۱۹۸۴ء میں بدنام آرڈیننس احمدیوں کے خلاف نافذ کیا تو احمدی احباب کی پکڑ دھکڑ کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا کسی نہ کسی بہانے احمدی احباب کو پکڑ لینا انتظامیہ کا شغل بن گیا۔ اگر کسی نے یہ رپورٹ لکھوائی کہ یہ احمدی ہے اور اس نے مجھے السلام علیکم کہا ہے باوجود اس کے کہ سلام تو دعا ہے اس دعا سے بھی غیر احمدی احباب کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی تھی اور انتظامیہ کرائے کے ملاؤں کے کہنے پر بلا تامل گرفتار کر لیتی تھی۔ یوں تو سارے ملک میں ہی مخالفت کا زور تھا مگر "شاہینوں کے شہر سرگودہا" میں مخالفت کا رنگ ذرا نرالا تھا۔ شاید اس کے مکین ربوہ کے پڑوسی ہونے کے ناطے سے رسول کریم ﷺ کی اس حدیث کا مکمل توڑ کر رہے تھے کہ کسی پڑوسی کو دوسرے پڑوسی سے تکلیف نہیں ہونی چاہیئے۔ بہر حال اس شہر میں آئے دن کرائے کے علماء کرام کوئی نہ کوئی ہنگامہ کھڑا کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے اور سعادت تصور کرتے تھے۔ ربوہ سے بہت تاجر، ملازمت پیشہ احباب اور طلباء روزانہ سرگودہا جاتے رہتے تھے۔ سرگودہا میں یوں تو بہت احمدی احباب ہیں مگر ایک تاجر "شکور بھائی چشمے والے" اپنے منفرد انداز میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ انہوں نے بلا مذہب و ملت بہت شاگرد بنائے اور انہیں چشموں کا کام سکھایا۔ میرے بیٹے عزیزم سہیل احمد پاشا نے بھی ان کی شاگردی اختیار کی اور روزانہ ربوہ سے سرگودہا جانا شروع کیا۔ وہ روزانہ ان کے ساتھ صبح جاتا اور شام کو گھر واپس آ جاتا۔ شکور بھائی کی دکان شہر کے وسط میں بارونق بازار میں واقع ہے اور قریباً شہر کا ہر باسی ان سے واقف ہے۔ ان کی دکان پر کلمہ کے پوسٹر نمایاں طور پر آویزاں تھے اور ہر شخص جانتا تھا کہ یہ دکان احمدیوں کی ہے۔

۲۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ان کی دکان پر ایک سرکاری مخبر کے کہنے پر ریڈ کیا گیا۔ دکان پر عزیزم سہیل احمد بھی موجود تھا۔ تھانیدار کے پوچھنے پر کہ تم احمدی ہو عزیز کو حراست میں لیا گیا پھر اسے مقامی تھانے لایا گیا اور اس کے خلاف زیر دفعہ ۲۹۸ سی مقدمہ قائم کر دیا گیا۔ اسی کے ساتھ حاجی جنود اللہ صاحب مرحوم کے تین بیٹوں کو بھی پکڑ لیا گیا۔ اب یہ چار نوجوان ایک ہی کیس میں ملوث ہو کر تھانہ کی حوالات میں بند کر دیئے گئے۔ دوسرے دن ضمانت کے لئے درخواست دی گئی جو مقامی

نوٹ:— اخبار کی طباعت پریس میں شروع ہو چکی تھی تو ادارہ میں انتظامی تبدیلی کے تحت بنیجر اخبار کے سپرد پبلشر کی اضافی ذمہ داری بھی کر دی گئی۔

مجسٹریٹ نے نامنظور کردی۔ جب یہ جیل گئے تو ہر شخص تعجب کا اظہار کرتا اور پوچھتا کہ کس کیس میں ملوث ہو۔ جب یہ کہتے کہ کلمہ لکھنے کی وجہ سے کیس بنا ہے تو قیدی تعجب کا اظہار کرتے اور کئی قیدی تو برملا حکومت کی نااہلی پر ہنستے اور بُرا بھلا کہتے۔ عزیزان سارے ہی نوجوان تھے مگر احمدیت کے جذبہ سے سرشار تھے لہذا انہوں نے کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ صبر و استقلال سے جیل کی سختی اور تکلیف کو برداشت کیا اور عبادت الٰہی اور دعاؤں میں مشغول ہو گئے اور اس طرح اپنا وقت صبر سے گزارا جس سے عملہ جیل اور دوسرے قیدیوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ بالآخر ۵ دن جیل میں گزارنے کے بعد سیشن کورٹ سے ضمانت ہو گئی اور چھٹے دن رہائی ہو گئی۔ میرے بیٹے کو بھی کل ۶ دن اسیر راہ مولیٰ ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر مقدمہ کی کارروائی شروع ہو گئی۔ ہر پندرہ دن بعد عدالت میں پیشی ہوتی تھی اور اگلی تاریخ دے دی جاتی تھی۔ اسی دوران عزیزم پر احاطہ عدالت میں حملہ کرنے کی بھی کوشش کی گئی مگر عزیزم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر شر سے محفوظ رہا (الحمدللہ) اسی دوران شکور بھائی پر بھی مقدمہ قائم کیا گیا اور گرفتار ہو کر انہیں بھی اسیرانِ راہ مولیٰ ہونے کا شرف حاصل ہوا ان کی ضمانت قریباً ایک ماہ بعد ہوئی۔ خیال تھا کہ عزیزم بھی دوبارہ گرفتار کر لیا جاتا کہ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کر دیا کہ عزیزم جرمنی آ گیا۔

آخر میں احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالے ان اسیرانِ راہِ مولیٰ (جو آج تک اسیری کے ایام کمال تحمل و صبر سے گزار رہے ہیں) کی دادرسی فرمائے اور ان کی رہائی کے سامان کرے اور جملہ اسیران کو اپنے فضلوں سے نوازے (آمین) یہ اعزاز سب اسیرانِ راہ مولا کو صرف احمدیت کی وجہ سے نصیب ہوا ہے اسی لئے ایک شاعر نے احمدیت کی قیمت کچھ اس طرح لگائی ہے۔

احمدیت ہے زمانے میں وہ یکتا گوہر
جوہری سر بگریبان ہے قیمت کے لئے

نسیم احمد طاہر ——————— CRUMSTADT

جرمنی آنے سے پہلے میں شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات میں مئی ۱۹۶۷ء سے بطور اسسٹنٹ الیکٹریکل انجینئر کا کام کرتا تھا۔ میں اسیرانِ راہِ مولیٰ کیسے بنا اس کی روداد کچھ اس طرح سے ہے۔ ۱۷ ؍ مئی ۱۹۸۷ء کو میری دو بچیوں کی تقریبِ نکاح تھی۔ بہت سے مہمان اس تقریب میں شامل ہونے کے لئے فیصل آباد اور لاہور سے آئے ہوئے تھے۔

۱۹ ؍ مئی ۱۹۸۷ء کو مہمانوں کو واپسی کے لئے گاڑی پر سوار کرنے کے لئے شاہ تاج اسٹیشن پر گیا ہوا تھا۔ جب واپس گھر پہنچا تو میرے گھر کے اندر سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں بہت پریشان ہوا کہ میرے مولا یہ کیا ماجرا ہے ابھی کچھ دیر پہلے تو میں سب کو بخیریت چھوڑ کر گیا تھا پھر یہ کیا ہو گیا ہے۔ جیسے ہی میں اندر داخل ہوا سب نے روتے ہوئے بتایا کہ ابھی کچھ دیر پہلے ایک مجسٹریٹ، ایک ایس۔ پی اور ایک تھانیدار جن کے ساتھ ایک شخص اکرام اللہ پٹھان جو ملز ہی کا ملازم تھا آئے اور جیپ کے ڈرائیور کو کہا کہ کلمہ طیبہ کے سٹکر کو دروازہ سے اتارو۔ چونکہ سٹکر ایلفی سے لگا ہوا تھا ڈرائیور سے اُتر نہیں رہا تھا۔ اور جب وہ اُسے اتارنے کی کوشش کرتا میری بیوی اور بھاوجہ دروازہ کو اندر کھینچ لیتیں۔ ایس۔ پی اور تھانیدار باہر کو کھینچ لیتے آخر ڈرائیور نے گاڑی (جیپ) کی چابی سے سٹکر کو کھرچ کر مٹا دیا۔ اور دوسرے گھروں سے بھی اتار کر چلے گئے۔

یہ کیسا اتفاق ہے کہ اس سے قبل میرے چھوٹے بھائی عزیزی (ماسٹر) چوہدری رشید احمد صاحب قمر کو جو پریذیڈنٹ احمدیہ ننکانہ صاحب کو اسیر راہ مولیٰ بننے کی سعادت ملی اور جیل گئے۔

۱۳ ؍ جون ۱۹۸۷ء کو ہم کل بارہ افراد تھے جن کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ ۹ ؍ افراد مزدوروں سے تعلق رکھتے تھے۔ باقی ہم تین افراد خاکسار فضل احمد، سید محمد احمد صاحب جنرل مینجر اور تیسرے آفتاب احمد صاحب آفیسر رینک سے تعلق رکھتے تھے۔ مزدوروں کو تو ان کی یونین نے آخری دم تک کسی بھی عدالت میں حاضر نہیں ہونے دیا تاہم تینوں آفیسر اے۔ سی کی عدالت میں حاضر ہو گئے۔ ۱۶ ؍ جون کو ہماری ضمانت ہو گئی اور ہم گھر آ گئے اور مقدمہ ۲۹۸ ۔ سی کے تحت کارروائی شروع ہو گئی۔ آخر کار ۳ ؍ مئی ۸۸ء کو مجسٹریٹ انور عزیز کی عدالت کے باہر کچھ شرپسند مولوی اور لفنگے لڑکے اکٹھے تھے کبھی وہ عدالت کے اندر جاتے اور کبھی باہر آتے۔ اس دن خاکسار اور آفتاب احمد صاحب حاضر تھے۔ عدالت کے باہر پکارنے والے نے پکارا جب ہم دونوں اندر گئے تو تمام عدالت کا کمرہ ان شرپسندوں سے بھرا پڑا تھا۔ مجسٹریٹ نے فیصلہ جو پہلے کا لکھا ہوا تھا پڑھنا شروع کیا اور آخر میں کہا کہ فضل احمد ولد غلام محمد کی ضمانت منسوخ کی جاتی ہے اسے جوڈیشنل جیل منڈی بہاؤالدین بھیجا جائے۔ اس فیصلہ پر شرپسندوں نے جن کے دباؤ میں آ کر مجسٹریٹ نے میری ضمانت منسوخ کی تھی عدالت کے اندر ہی نعرے لگانے شروع کر دئے۔ میں نے بھی نعرے لگائے، احمدیت زندہ باد۔ ہتھکڑی کو چوما اور مجسٹریٹ کے سامنے عدالت میں ہی سجدہ میں گر گیا اور اپنے خدا سے کہا کہ اے میرے خدا میں اس لائق نہیں تھا کہ جو سعادت آپ نے مجھے عطا کی ہے۔ یہ تو حقیر سی قربانی ہے اگر مجھے پھانسی پر بھی لٹکا دیا جاتا تو بھی اس قربانی کی کوئی حقیقت نہ ہوتی۔ مجھ پر میرے مولیٰ کی ایک اور رحمت دیکھیں کہ رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں اسیر راہ مولیٰ کی توفیق عطا فرمائی۔ جیل میں مجھے اس حصہ میں رکھا گیا جہاں سزائے موت پانے والوں کو رکھا جاتا ہے۔ اس حصہ کو قصوری چکیاں کہتے ہیں۔ میرے وکیل جو کہ احمدی تھے، نے سیشن جج گجرات کی عدالت میں درخواست ضمانت دائر کی جو بفضل خدا حضور پُرنور کی دعاؤں کے صدقہ میں منظور ہوئی اور مجھے ۸ یوم بعد جیل سے رہائی ملی۔ اس طرح ضلع گجرات اور منڈی بہاؤالدین میں پہلا اسیر راہِ مولیٰ بننے کی سعادت ملی۔

چوہدری محمد فضل وقف ——————— منڈی بہاؤالدین

انصاراللہ

تمام ناظمین علاقہ۔ زعیم اعلیٰ اور زعماء صاحبان سے درخواست ہے کہ چندہ مجلس و دیگر وصول شدہ رقوم مجلس انصاراللہ جرمنی کے مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں بھجوا کر مشکور فرمائیں اور سٹیٹمنٹ براہِ راست صدر مجلس انصاراللہ کو آنی چاہئیں۔

POSTGIROAMT FRANKFURT/MAIN

KONTO NR 293928-603

BANKLEITZAHL 500 100 60

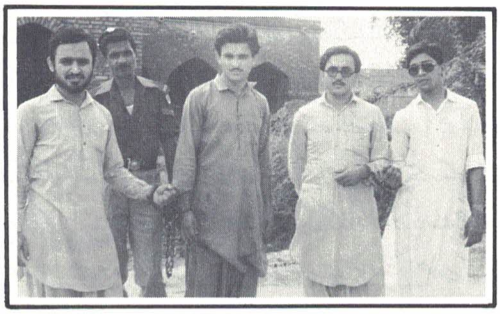

دلوں سے نکلنے والی درد میں ڈوبی ہوئی آواز

کلمہ طیّبہ ہماری جان ہے اور دنیا کی کوئی طاقت ہم کو اس سے جدا نہیں کر سکتی۔ بارہا ہمارے مکانوں کو جلایا گیا اور عمر بھر کے اثاثوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے لوٹا گیا۔ سوشل بائیکاٹ کیا گیا اور ہم پر طرح طرح کے مظالم توڑے گئے اور بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم کیا گیا۔ محض اس جرم کی سزا میں کہ خدا کی طرف سے آنے والے ایک منادی کی آواز پر ہم ایمان لے آئے۔

یہ سب کچھ ہوا اور آج بھی یہ مظالم توڑے جا رہے ہیں اور ہمیشہ یہی ہوتا آیا ہے لیکن کوئی آگ غریب اور مظلوم احمدیوں کے ایمان کو جلا نہیں سکی اور قید و بند کی یہ صعوبتیں اور دل کی دھڑکنوں پر ظلم کے پہرے اور کوئی ٹھوکر اور ضرب ہمارے دین کے ٹکڑے نہ کر سکی۔

احمدیوں کو تہی دست بنانے والے اور مظالم توڑنے والے اور بائیکاٹ کرنے والے عاجز آ گئے لیکن کسی احمدی کو تہی از ایمان نہ کر سکے۔

یہ سب مظالم بڑے حوصلے اور تحمّل کے ساتھ ہم برداشت کرتے رہے اور ظلم کی کوئی تحریک ہماری مسکراہٹوں کو چھین نہ سکی ـــــ مگر اب؟ ـــــ جبکہ خدا کا نام بلند کرنے سے ہمیں جبراً روکا جا رہا ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی صداقت کی گواہی دینے سے ہمیں باز رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اب جبکہ خدا کے وہ گھر جہاں سے پانچ وقت ایمان اور خلوص میں ڈوبی ہوئی پُرسوز و گداز "اذان" کی آوازیں بلند ہوا کرتی تھیں جبراً خاموش کرانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں ـــــ تو یہ وہ صدمہ ہے جو ہماری برداشت سے باہر ہوا جاتا ہے اور سینوں میں غم کی ایک آگ سی بھڑک اٹھی ہے۔

ظلم کی ایسی تاریک اور سیاہ راتوں میں ہمارے پیارے آقا و مولیٰ رحمۃ للعالمین حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا فرمان ہمارے لئے یہی ہے کہ

"جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے"

اس جرم کی سزا میں ہمیں ظلم و ستم کی چکّی میں پیسا جا رہا ہے۔ ہمیں بیڑیاں پہنائی جا رہی ہیں اور قید و بند کی اندھیری کوٹھڑیوں میں بند کیا جا رہا ہے۔ ہم اس راہ میں ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس کے لئے تو پھانسی کے پھندے کو بھی ہم چوم کر گلے میں ڈال لیں گے لیکن تختۂ دار پر بھی کلمہ طیّبہ ہماری زبانوں سے جاری رہے گا اور ہماری روح کلمہ طیبہ کو ساتھ لے کر اٹھے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ

یہ پاکستان میں بسنے والے چالیس لاکھ احمدیوں کے دل اور روح سے نکلنے والی درد میں ڈوبی ہوئی آواز ہے جس کا ہم اعلان کر رہے ہیں اور ہمیشہ اور ہر حال میں اس پر قائم رہیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

حافظ محمد امجد عارف، سیّد شعیب احمد جنود، رانا نصیر احمد ـــــ سرگودھا

بقیہ : گرذلت یہ ہو وہ راحتی

علیٰ اکرامہٖ۔ جیل کی مشقّت کے دوران "دست با کار دل با یار" کی کیفیت رہی۔ موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کچھ اس قسم کے احساسات ہم پر حاوی تھے ؎

اپنی تقدیر کو یوں بھی سنوارا جائے
لمحہ لمحہ تیری یادوں میں گزارا جائے

جیل میں بہت سے دوست ملاقات کے لئے آتے رہے۔ جس برادرانہ تپاک اور خلوص کا اظہار ہوتا رہا اس کی نظیر عام دنیا کے رشتوں اور تعلقات میں ملنی ناممکن ہے۔ احمدیت نے جس ہمہ گیر برادری میں ہمیں منسلک کیا ہے یہ بھی اپنی ذات میں ایک نشان ہے۔

اس قید میں "اسیرانِ راہِ مولیٰ" کی قدر و منزلت اور منصب و مقام کو سمجھنے کا بہترین موقع میسر آیا۔ اور اُن کے حق میں دل کھول کر دُعاؤں کی توفیق پائی۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے اسیرانِ راہ مولیٰ کے کیا مراتب ہیں۔ اس ضمن میں حضرت مولانا غلام رسول راجیکی رضؓ کا ایک شعر اس حقیقت کی بطریقِ احسن ترجمانی کرتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

یوسف بن نہیں سکتا جو زندانوں سے بچتا ہے
ہوا کیا اس زمانہ میں جو وقفِ امتحاں تم ہو

اسی اسیری کے دور میں ایک بار ایک افسر رات دو بجے گشت پر آیا۔ میں تہجد کی نماز ادا کر رہا تھا۔ اُس نے اپنے ساتھی سے استفسار کیا کہ اس کمرے میں کون ہے؟ میں نے سلام پھیر کر اُسے السّلام علیکم کہا اور تعارف کروایا ـــــ اور اپنی وجہِ داروگیر پر وضاحت سے روشنی ڈالی۔ بڑا متاثر ہوا اور کہا کہ "پاکستان کے ملّاں میں خوف خدا نہیں یہ بدمعاشی پر اُتر آیا ہے۔

بالآخر ۲۵ راپریل ۱۹۸۷ء کو ضمانت پر رہائی پا کر ہم گھر پہنچے۔ گھر میں خاکسار ایک دلگداز منظر دیکھ کر مضطرب ہو گیا۔ دیکھا کہ میرا چھوٹا بیٹا بعمر ایک سال ہیضے کے مرض میں مبتلا ہے۔ مرض آخری درجہ پر پہنچا ہوا ہے۔ بچّہ زیست و موت کی کشمکش میں ہے۔ ڈاکٹر لاعلاج قرار دے چکا ہے۔ کوئی دوائی موثر نہیں ہو رہی۔ ایسی بے بسی کی حالت دیکھ کر عاجز دُعا کی طرف متوجہ ہوا۔ کچھ دیر بعد بغیر کسی دوا کے بچّے کی حالت معجزانہ طور پر خود بخود سنبھلنی شروع ہو گئی۔ صبح تک وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ گھر آتے ہی ہم سب افراد خاندان کے لئے بچّہ کی صحتیابی ایک معجزہ اور نشان سے کسی طرح کم نہ تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

سو یہ ہے ایک اسیرِ راہِ مولیٰ کی داستان! اس بندۂ ناچیز نے کچھ وقت کے لئے یہ شرف و اعزاز حاصل کیا۔ ربّ ذوالجلال کی عظمت اور دین کی سربلندی کی خاطر دُکھ اٹھانا اور جان قربان کرنا خدائی جماعتوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ قربانیوں کی حرارت سے تپ کر الٰہی جماعتیں عظمتِ کردار اور پاکیزگی کے لحاظ سے کندن بن کر نکلتی ہیں۔ آج اخلاص اور جانسپاریوں کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو رہا ہے۔ کاروانِ احمدیت اِن سرفروشوں کے جلو میں آگے بڑھ رہا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب یہ فدا کاریاں تاریخ کا حصّہ ہو کر مینارِ نور بن جائیں گی۔ اور مستقبل میں قومیں انشاءاللہ اس نور سے راہنمائی حاصل کر کے پیش قدمی کریں گی۔

بقیہ : اندھیرے اور روشن کرنیں

اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر رحم کیا جائے گا۔

اس کے بعد قریشی صاحب خاکسار کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں "یہ اقتباس میں نے آپ کے ایک تحریر کردہ جملے .... کے ضمن میں تحریر کیا ہے تاکہ آپ کو حوصلہ رہے" (اللہ ! اللہ ! کیا حوصلگی ہے کہ خود مشکل میں ہیں اور باہر والوں کو حوصلہ دے رہے ہیں) پھر فرماتے ہیں "آپ جو دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں آخر فضلوں کے وارث ہوں گے۔ میرا ایمان ہے کہ میں قبر میں تھا (پھانسی کی کوٹھری بھی مثل قبر ہے) اللہ تعالیٰ نے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی دعاؤں کے طفیل قبر سے باہر نکالا۔ اب چونکہ دعا کرتے تھکتے نہیں۔ ضرور ایک دن رہائی نصیب ہوگی (اللہ ایسا ہی کرے)"

یہ ہیں اسیرانِ راہ مولا جن کا نہ فتنہ و فساد کی آگ کچھ بگاڑ سکی نہ اندھیرے اُن کے نور کو ڈھانپ سکے۔ یہ روشنی کی کرنیں آج بھی تاباں ہیں۔ اندھیرے ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے۔ ان سرفروشوں کے حوصلے بلند ہیں۔ وہ توکل علی اللہ کا اعلیٰ نمونہ پیش کر رہے ہیں اور راضی برضائے الٰہی ہیں۔ تندیٔ بادِ مخالف سے وہ گھبراتے نہیں کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ قید و بند کی سلاخیں ٹوٹیں جیلوں کے دروازے وا ہو جائیں اور یہ سینہ چاکانِ احمدیت پھر ہم سے آن ملیں۔ اے اللہ تو ایسا ہی کر!

بقیہ : گجرات جیل سے روداد

واضح ہو کر ہمیں علم نہیں تھا لیکن مولوی امیر اپنے ساتھیوں کو کہتا پھرتا تھا کہ آپ کے خلاف کوئی مقدمہ قتل نہیں ہے۔

مخالفین احمدیت کی گرفتاری

بوریانوالی قتل کے بعد پولیس نے پورے ایک سال بعد ہمارے مخالفین کو گرفتار کیا اور دشمن کے گھمنڈ کو خاک میں ملا دیا کہ پاکستان گورنمنٹ ہمیں احمدیوں کے قتل میں گرفتار نہیں کر سکتی۔

جیل میں مخالفین کی معاندانہ کارروائیاں اور نصرت خداوندی

اس وقت جیل میں ہم دونوں بھائیوں کے علاوہ دو اور احمدی دوست جو دونوں بھائی ہیں اور نصیرہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں مقدمہ قتل میں ہمارے ساتھ مقیم ہیں۔ دشمن جیل میں بھی ہم چار احمدیوں کو سکھ کا سانس لینے نہیں دیتا ابھی کل کا واقعہ ہے کہ مخالفین نے ہماری سپرنٹنڈنٹ جیل سے شکایت لگائی کہ احمدی جیل میں تبلیغ کرتے ہیں لہذا ان کو مستقل نظر بند کیا جائے لیکن نصرت خداوندی کا کرشمہ دیکھیں کہ جیل سپرنٹنڈنٹ نے ہمیں جیل میں ایک علیحدہ کمرہ دے دیا جس کے ہم کافی عرصہ سے خواہش مند تھے اور اس سے قبل ہم نے جیل سپرنٹنڈنٹ سے درخواست بھی کی تھی کہ ہم چار احمدی ہیں ہمیں علیحدہ ایک کمرہ دیا جائے تاکہ ہم نماز باجماعت ادا کر سکیں لیکن جیل سپرنٹنڈنٹ نے طنزاً کہا تھا کہ آپ کو میں ایئر کنڈیشنڈ کمرہ نہ دے دوں لیکن خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت سے وہ ہمیں ایک علیحدہ کمرہ دینے پر مجبور ہو گیا اور اب دشمن حسد کی آگ میں جل رہا ہے اِدھر اُدھر لوگوں سے باتیں کرتے ہیں کہ ہم نے تو ان کو دکھ دینے کے لئے درخواست دی تھی اُلٹا اِن کو مزید سہولتیں مل گئی ہیں۔ بہرحال ہم اُس قادر خدا پر مکمل ایمان رکھتے ہیں جب بندہ سو رہا ہوتا ہے اور وہ خدا اُس کے لئے جاگ رہا ہوتا ہے اُس کی حمد جتنی بھی کی جائے کم ہے کیونکہ دشمن، جماعت احمدیہ کو مٹانے کے لئے تن من دھن قربان کر رہا ہے لیکن وہ خدا جماعت احمدیہ کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے رہا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ اُس کی تائید و نصرت جماعت احمدیہ کے شامل حال رہے آمین۔

خاکساران

ماسٹر منظفر احمد ولد حاکم علی آف چک سکندر ـــــ مبشر احمد ولد حاکم علی آف چک سکندر

لیاقت علی ولد غلام مرتضیٰ سکنہ نصیرہ ـــــ شوکت علی ولد غلام مرتضیٰ سکنہ نصیرہ

عالمگیر جماعت احمدیہ کو جیل سے میں یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ والدین اور کارکنان آئندہ نسل کی بہتر رنگ میں تربیت کریں اور خود عمل سے اپنی اولاد اور جماعت کو باور کرائیں کہ احمدی کا مقام کیا ہے۔ اس بے راہ روی کے دور میں تربیت کی بہت زیادہ ضرورت ہے ہمیں چاہیئے کہ اپنے بچّوں کی اس رنگ میں تربیت کریں کہ وہ اپنی جان، اپنا مال، اپنا وقت اور اپنی عزّت احمدیت کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار رہیں اسی میں ہماری، اسلام و احمدیت کی بقا ہے۔ خدا کرے کہ ہم احمدیت کی روح کو بہتر رنگ میں پہچانیں۔ آخر میں درخواست کرتا ہوں کہ تمام اسیرانِ راہ مولیٰ کے لئے خصوصی دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ اُنہیں صبر و استقامت عطا کرے اور رہائی نصیب فرمائے۔ آمین۔

خاکسار ماسٹر منظفر احمد ولد حاکم علی
ڈسٹرکٹ جیل گجرات پاکستان

بقیہ : روح پرور یادیں

سے حالات لکھے ہیں۔

آخر میں میں خاص طور پر دعا کی درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دین و دنیا میں ترقی عطا فرمائے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے میرے بچّے پاکستان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور اُن کے جلد یہاں آنے کے بہتر انتظامات فرمائے آمین۔

اسی طرح میں اپنے والد صاحب کے لئے بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں جو اب بڑھاپے کی عمر میں ہیں اور انہوں نے میری جُدائی کو بھی بہت محسوس کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور ہماری ملاقات کے انتظامات فرمائے۔ آمین۔

بقیہ : ذوقِ اسیری ہے پاؤں کی زنجیر

مقدمے میں یوں سارا سارا دن عدالت میں گذر جاتا ہے۔ میرے محکمہ والوں کو ابھی ان مقدمات کی اطلاع نہیں۔

جوں جوں مخالفین جماعت تنگ دلی کے ساتھ ہمارے خلاف حد سے بڑھ رہے ہیں۔ ہمارا پیارا خدا ہمارے حوصلے اور عزم کو اور بھی بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ اسی پر ختم کرتا ہوں۔ دعا ہے کہ ربّ باری تعالیٰ اپنی نصرت کے ساتھ ہمیں اور بھی اسلام اور احمدیّت کی راہ میں تکلیفیں برداشت کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

مغربی معاشرہ میں مقیم احمدیوں کیلئے لمحۂ فکریہ

مکرم عطاء اللہ کلیم ـــــ واقف زندگی

اللہ تعالیٰ (جو غیب اور حاضر کو جاننے والا ہے اور جس کے لئے ماضی حال اور مستقبل کا علم برابر ہے) نے اپنے رسول مقبول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام انبیاء سے بڑھ کر اظہار علی الغیب فرماتے ہوئے آئندہ ہونے والے واقعات اور حالات کی اطلاع دیتے ہوئے یہ بھی خبر دی کہ ایک زمانہ میں صلیبی مذہب یعنی نصاریٰ (عیسائی) بڑے زوروں پر ہوں گے۔ دجال خروج کرے گا اور اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوں گے مگر وہ چیز جو لوگوں کو پانی نظر آئے گی وہ دراصل جلانے والی آگ ہوگی اور وہ جسے لوگ آگ سمجھیں گے وہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہوگا۔ دجالی فتنہ کو سب سے بڑا فتنہ قرار دیا گیا ہے لیکن ساتھ قرآنی آیات اور احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج اپنے پورے زور میں ظاہر ہونگے اور دنیا کے بیشتر اور عمدہ عمدہ حصّوں پر قابو پالیں گے اور لا یدان لاحد بقتالھم یعنی کوئی ظاہری اسباب ان سے مقابلہ کی تاب نہیں رکھیں گے۔

قرآنی آیات کی تفسیر اور احادیث میں بیان کردہ تفصیل یہ حقیقت کھول کر سامنے لاتی ہے کہ عیسائیت۔ دجالیت اور یاجوج ماجوج تین مختلف فتنے اور قوتیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی فتنہ کو اس کی مختلف خصوصیتوں کی وجہ سے الگ الگ نام دیئے گئے ہیں اور یہ فتنہ یوروپ اور امریکہ کی مسخ شدہ عیسائیت بلکہ لادینیت اور مغربی تمدن کا فتنہ ہے۔

عربی میں ایک مشہور مقولہ ہے کہ الناس علی دین ملوکھم یعنی لوگ عموماً اسی طور طریق کو اختیار کرتے ہیں جس پر اس وقت کے بادشاہ اور حکام گامزن ہوتے ہیں اور چونکہ سائنسی تحقیقات اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے ساتھ مغربی اقوام کو دنیاوی غلبہ اور اقتدار بھی حاصل ہے لہذا بالعموم لوگ انہی کے رنگ میں رنگین ہونے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ مغربی اقوام کی سائنسی ایجادات اور ٹیکنالوجی سے حدیث نبوی کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن اخذھا حیث وجدھا (یعنی حکمت کی بات مومن کی ایک گمشدہ متاع ہوتی ہے وہ جہاں سے بھی ملے اسے فوراً لے لیتا ہے) سے فائدہ اٹھانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کی لادینیت اور مغربیت کو بھی اندھا دھند اپنا لیا جائے کیونکہ دونوں امور میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وھوالذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا
ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا ۝
(سورۃ الفرقان ۵۴ : ۲۵)

اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو چلایا ہے جن میں سے ایک تو بہت میٹھا ہے اور دوسرا نمکین اور کڑوا ہے اور اس اللہ نے ان دونوں کے درمیان ایک روک بنادی ہے اور ایسا سامان بنایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو پرے رکھتے اور ملنے نہیں دیتے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ فرماتے ہیں۔

"ھذا ملح اجاج اور اجاج سے یاجوج اور ماجوج دونوں قوموں کی طرف اشارہ ہے اس کے مقابلہ میں عذب فرات رکھا ہے اور حجرا محجورا میں بتادیا کہ گو تمہیں ان دونوں اقوام سے مل کر رہنا پڑے گا مگر ایسی حالت میں بھی تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ تم میٹھے پانی کا سمندر ہو اور وہ کڑوے پانی کا سمندر ہیں تم مغربیت کی کبھی نقل نہ کرو اور باوجود ان میں ملے ہونے کے ایسے امور کے متعلق صاف طور پر کہہ دیا کرو کہ تم اور ہو اور ہم اور ہیں جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم کفار سے صاف طور پر کہہ دو لا اعبد ما تعبدون میں تمہارے طریق کے مطابق عبادت نہیں کرتا (لکم دینکم ولی دین تمہارا دین تمہارے لئے ایک طریق کار مقرر کرتا ہے اور میرا دین میرے لئے دوسرا طریق کار مقرر کرتا ہے۔ کلیم)

"آج دجالی فتنہ جس رنگ میں دنیا پر غالب ہے اس کی وجہ سے کوئی چیز بھی اسلام کی باقی نہیں رہی نہ اس کے تمدنی احکام قائم ہیں نہ سیاسی احکام قائم ہیں اور نہ شخصی احکام قائم ہیں ہر چیز میں آج تبدیلی کردی گئی ہے۔ پس جب تک اسے مٹانے کے لئے ہمارے اندر دیوانگی نہ ہو۔ جب تک ہمیں اس تہذیب مغربی سے بغض نہ ہوگا اتنا بغض اس سے بڑھ کر ہمیں کسی اور چیز سے نہ ہو اس وقت تک ہم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ ہم میں سے جو شخص بھی مغربی تہذیب کا دلدادہ ہے وہ روحانی میدان کا اہل نہیں۔ جس تہذیب نے ہمارے مقدس آقا کی تصویر کو دنیا کے سامنے بھیانک رنگ میں پیش کیا ہے جس تہذیب نے اسلامی تمدن کی شکل کو بدل دیا ہے جب تک اس کی ایک ایک اینٹ کو ہم ریزہ ریزہ نہ کردیں کبھی چین اور اطمینان کی نیند نہیں سو سکتے۔ وہ لوگ جو یورپ کی نقالی کرتے اور مغربیت کی رو میں بہتے چلے جاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ ہمارے تن بدن میں تو ان کی ایک ایک چیز دیکھ کر آگ لگ جانی چاہیئے کیونکہ اسلام اور مغربیت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یا اسلامی ثقافت زندہ رہے گی یا مغربیت زندہ رہے گی دونوں کی بنیادیں متضاد اصولوں پر ہیں اور ان کا ایک ہی جگہ جمع ہونا ناممکن ہے مغربیت کی بنیاد ساری کی ساری دنیاوی لذات اور عیش پرستی پر ہے اور اسلام کی بنیاد کلّی طور پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی روحانیت اور اخلاق کی درستی پر ہے اس لئے ان دونوں کا اجتماع ناممکن ہے۔

مگر یہ امر یاد رکھو کہ انگریز اور مغربیت میں فرق ہے۔ انگریز انسان ہیں اور ویسے ہی انسان ہیں جیسے ہم اور اس لحاظ سے انگریز ہدایت پا سکتے ہیں لیکن مغربیت ہدایت نہیں پا سکتی۔ وہ شیطان کا ہتھیار ہے اور جب تک اُسے توڑا نہیں جائے گا دنیا میں حقیقی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ برزخ ہے جس کو قائم رکھنے کے لئے میں تحریک جدید کے ذریعہ دوستوں کو توجہ دلا رہا ہوں کہ وہ مغربی اثرات کو قبول نہ کریں جو احمدی میٹھے پانی کا طلبگار ہے وہ ضرور ان سے الگ رہے گا اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کڑوا اور میٹھا پانی ایک دوسرے میں جذب ہو جائیں۔

اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ جو غیر احمدی ہیں وہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لائیں پھر بھی ان کا فرض ہے کہ وہ مغربیت کی کبھی نقل نہ کریں، کیونکہ یہ مسیح موعود کی تعلیم نہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلکہ ان کے بھیجنے والے خدا کی تعلیم ہے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ایسا ہے جو کھانے پینے پہننے اور تمدن و معاشرت سے تعلق رکھنے والے کئی امور میں مغربیت کی نقل کرتا ہے اور اس نقل میں خوشی اور فخر محسوس کرتا ہے۔

اسی طرح بعض احمدی نوجوان باوجود سمجھانے کے اس طرف جا رہے ہیں۔

یہ لوگ صرف نام کے احمدی ہیں حقیقی احمدی نہیں۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ بعض غیر احمدیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ شادی اور دوسرے معاملات میں آپ اپنی جماعت کے لوگوں کو کیوں اجازت نہیں دیتے کہ وہ ہمارے ساتھ تعلقات قائم کریں۔

آپؑ نے فرمایا۔

> "اگر ایک مٹکا دودھ کا بھرا ہوا ہو اور اس میں کھٹی لسّی کے تین چار قطرے بھی ڈال دئے جائیں تو سارا دودھ خراب ہو جاتا ہے۔ مگر لوگ اس حکمت کو نہیں سمجھتے کہ قوم کی قوت عملیہ کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اُسے دوسروں سے الگ رکھا جائے اور اُن کے بداثرات سے اُسے بچایا جائے۔ آخر ہم نے دشمنان اسلام سے روحانی جنگ لڑنی ہے اگر اُن سے مغلوب اور ان کی نقل کرنے والے لوگوں سے ہم مل جل کر رہیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم بھی یورپ کے نقال ہو جائیں گے اور ہم بھی جہاد قرآنی سے غافل ہو جائیں گے۔
>
> پس خود اسلام اور مسلمانوں کے فائدہ کے لئے ہمیں دوسری جماعتوں سے نہیں ملنا چاہئے تاکہ ہم غافل ہو کر ہم اپنا فرض جو تبلیغ اسلام کا ہے بھول نہ جائیں جس طرح دوسرے مسلمان بھول گئے ہیں۔ اسلام میں پہلے ہی سپاہیوں کی کمی ہے۔ اگر تھوڑے بہت سپاہی جو اُسے میسر ہیں وہ بھی سست ہو جائیں تو انہوں نے اسلام کی طرف سے دشمنوں کا کیا مقابلہ کرنا ہے .... قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ ذوالقرنین سے بعض قوموں نے درخواست کی کہ یاجوج ماجوج نے ہمارے علاقوں میں بڑا فساد برپا کر رکھا ہے آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک روک بنا دیں تاکہ وہ ہم میں داخل ہو کر کوئی خرابی پیدا نہ کر سکیں۔

تفسیر کبیر جلد ششم سورۃ الفرقان صفحہ ۵۲۴-۵۲۰

چونکہ اس زمانہ کے ذوالقرنین بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اس لئے بالکل ممکن ہے کہ ذوالقرنین کے دیوار حائل کرنے سے مراد اس زمانہ میں مغربیت اور اسلام میں ہی دیوار حائل کرنا ہو اور دو قوموں سے مراد دو قسم کے جذبات اور قومی خیالات افکار ہوں۔

بہر حال ہمارا فرض ہے کہ ہم مغربیت اور اسلام کے درمیان ایک ایسی دیوار حائل کر دیں جس کے بعد مغربیت کے لئے ہمارے اندر داخل ہونے کا راستہ کھلا نہ رہے اور اسلامی فوج ایک ایسے قلعہ میں محفوظ ہو جائے جس پر شیطان کا کوئی حملہ کارگر نہ ہو سکے۔

یورپ اور امریکہ میں بسنے والے احمدی افراد خواہ وہ ان ممالک کے مقامی باشندے ہوں یا دیگر ممالک سے آکر یہاں آباد ہوئے ہیں ان کی روحانیت کی ترقی، معیار اخلاق کی بلندی اور اسلامی اقدار کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ جہاں وہ خود صالحین اور صادقین کی صحبت میں رہیں وہاں اس بات کی بھی نگرانی کریں کہ ان کے بچے اور بچیاں بھی نیک اور راستباز بچوں سے زیادہ میل ملاپ رکھنے والے ہوں اور گندے اور اخلاق سوز ماحول میں ملوث ہونے سے اپنے آپ کو بچانے والے ہوں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں کو یہ تاکیدی حکم فرماتا ہے کہ

یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصادقین ٥

(توبہ ۱۱۹ : ۹)

اے مومنو خدا سے ڈرتے رہو اور ان لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو قول اور عمل کے صادق ہیں۔

اس آیت کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح فرمائی ہے۔

> اصلاح نفس کی ایک راہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ کونوا مع الصادقین یعنی جو لوگ قولی، فعلی، عملی اور روحانی رنگ میں سچائی پر قائم ہیں ان کے ساتھ رہو۔ اس سے پہلے فرمایا یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ یعنی ایمان والو تقویٰ اللہ اختیار کرو۔ اس سے یہ مراد ہے کہ پہلے ایمان ہو پھر سنت کے طور پر بدی کی جگہ کو چھوڑ دے اور صادقوں کی صحبت میں رہے صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے۔
>
> اگر کوئی شخص کنجریوں کے ہاں جاتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کیا میں زنا کرتا ہوں؟
>
> اس سے کہنا چاہئے کہ ہاں تو کرے گا اور وہ ایک نہ ایک دن اس میں مبتلا ہو جاوے گا کیونکہ صحبت میں تاثیر ہوتی ہے۔ اسی طرح پر جو شخص شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا کہ وہ ضرور پئے گا۔ پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ صحبت میں بہت بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح نفس کے لئے کونوا مع الصادقین کا حکم دیا ہے ..... اس میں بڑا نکتہ معرفت یہی ہے کہ چونکہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اس لئے ایک راستباز کی صحبت میں رہ کر انسان راستبازی سیکھتا ہے اور اس کے پاک انفاس کا اندر ہی اندر اثر ہونے لگتا ہے جو اس کو خدا تعالیٰ پر ایک سچا یقین اور بصیرت عطا کرتا ہے۔ اس

صحبت میں صدق دل سے رہ کر خدا تعالیٰ کی آیات اور نشانات کو دیکھتا ہے جو ایمان کو بڑھانے کے ذریعے ہیں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ششم ص ۲۴۸-۲۴۷

یورپ اور امریکہ کی مغربیت کی موجودہ فضا میں جہاں شراب نوشی جنسی بے راہ روی اور دیگر مخرب اخلاق عادات و حرکات تمدن کا ایک حصہ بن چکی ہیں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔ وہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے جلسہ سالانہ قادیان کے اس خطاب سے ظاہر و باہر ہے جو منہاج الطالبین کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ حضور فرماتے ہیں۔

گناہ کا ایک موجب اس زمانہ کے خیالات کی مخفی رو بھی ہے ..... بلا اس کے کہ کوئی تحریک کرے یا منوانے کے لئے دلیل دے جب کسی خیال کی رو دنیا میں چلے گی تو وہ متاثر کرے گی دس بدمعاشوں میں ایک اچھے انسان کو بٹھا دو وہ بدمعاش خواہ دل میں بدی رکھیں اور اس پر ظاہر نہ کریں تو بھی اس کے دل پر بُرائی کا اثر ہونا شروع ہو جائے گا۔

ایک دفعہ ایک سکھ لڑکا جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اخلاص تھا اس نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ کی معرفت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ میرے دل میں کچھ دنوں سے دہریت کے خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ نے یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنائی تو آپ نے فرمایا اُسے کہو کالج میں جہاں اس کی سیٹ ہے اُسے بدل لے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور بعد میں پتہ لگا جس دن سے اس نے سیٹ تبدیل کی اُسی دن سے اس کے خیالات میں اصلاح ہونی شروع ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے دل میں دہریت کے خیالات پیدا ہونے کا سبب ایک دہریہ لڑکے کا قرب تھا۔ بغیر اس کے کہ وہ لڑکا اپنے خیالات کو ظاہر کرتا اس کے دلی خیالات کا اثر اس سکھ لڑکے پر پڑ رہا تھا۔

پس خیالات کی رو ایک ایسی چیز ہے کہ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور یہ بات قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے ..... خیالات کی رو ایک زبردست طاقت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے کہ جب آپ کسی مجلس میں بیٹھتے تو ستر بار استغفار پڑھتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ڈرتے تھے کہ آپ گندے نہ ہو جائیں لیکن یہ ضرور ہے کہ نبی گندگی کے پاس آنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اس لئے آپ بھی استغفار پڑھتے تھے کہ گندگی دور ہی رہے۔ پھر بعض لوگ ایسے بھی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں جو خود گندے نہیں ہوتے مگر دوسروں کا اثر قبول کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ پس آپ اس لئے بھی استغفار پڑھتے تھے کہ ان پر کسی گندگی کا اثر نہ ہو .....

منہاج الطالبین ص ۴۹-۴۶

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذکورہ بالا اقتباس از ملفوظات جلد ششم اور حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کا نفسیاتی تجزیہ منقول از منہاج الطالبین ان بعض احمدیوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہونا چاہیئے جو جرمنی اور دیگر مغربی ممالک کے شراب خانوں، ناچ گھروں اور ڈسکو ہالوں میں پھول بیچنے جاتے ہیں یا ویٹرنہ کا جاب کرتے ہیں اور اس طرح اپنی روحانی بربادی کا خطرہ مول لیتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا خوب فرماتے ہیں۔

"جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبت بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فوراً اٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار بھی ان میں ہی ہوگا۔ صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس اُمر کی کہ انسان کونوا مع الصادقین کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں وہ بھی ان میں ہی سے ہے کیونکہ انھم قوم لا یشقی جلیسھم اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت سے کس قدر فائدے ہیں سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دور ہے۔"

ملفوظات جلد ششم ص ۲۴۹

ایک اور موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

انسان کو ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے ایک بد صحبت بھی ہے دیکھو ابو جہل خود تو ہلاک ہوا مگر اور بھی بہت سے لوگوں کو لے مرا جو اس کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ اس کی صحبت اور مجلس میں بجز استہزاء اور ہنسی ٹھٹھے کے اور کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ یہی کہتے تھے ان ھذا لشیء یراد۔ میاں یہ دکانداری ہے۔

ملفوظات جلد ۲ ص ۱۸۵

اور اپنی کتاب کشتی نوح میں واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا۔

جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ (کشتی نوح ص ۱۹)

اور بچوں کو غیر مسلم افراد کی صحبت سے بچانے کے لئے اس طرح متنبہ فرمایا۔

اگر تم اپنے بچوں کو عیسائیوں، آریوں اور دوسروں کی صحبت سے نہیں بچاتے یا کم از کم نہیں بچانا چاہتے تو یاد رکھو کہ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ قوم پر اور اسلام پر ظلم کرتے اور بہت بڑا ظلم کرتے ہو۔

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد اول ص ۶۲

باقی صفحہ نمبر ۲۳ پر ملاحظہ فرمائیں

محمدؐ پہ بھیجو درود وسلام

وسیم احمد چوہدری

محمدؐ کے دیں سے دیکھو وفا
جو دے گا اذاں اس کو ہوگی سزا
آپ عقل و دانش سے سوچیں ذرا

کیسا ہے یہ مصطفیٰ کا نظام
محمدؐ پہ بھیجو درود وسلام

دینِ ھُدیٰ کا تمسخر اڑائیں
مساجد گرائیں یہ کلمہ مٹائیں
کبھی اللہ کو ضامن رکھ کر بتائیں

کیا لائے یہی مصطفیٰ تھے پیغام
محمدؐ پہ بھیجو درود وسلام

تیرہ صدی تک تو سب جانتے ہو
آئے گا مہدی سبھی مانتے ہو
اب جہالت کی چادر کیوں تانتے ہو

کہاں ہے صدی چودھویں کا امام
محمدؐ پہ بھیجو درود وسلام

چھوڑے گا جو بھی حدیث و قرآں
ہرگز نہ سمجھے گا مہدی کی شان
گنوا لے گا اپنے وہ دونوں جہان

دل میں اٹھیں گے سوسو اوہام
محمدؐ پہ بھیجو درود وسلام

ہے عکسِ محمدؐ مسیح الزماں میں
ہر ملک و ملت کیا سارے جہاں میں
تبلیغ جاری ہے ہر اک زباں میں

تا دنیا پہ ہو جائے حجت تمام
محمدؐ پہ بھیجو درود وسلام

وسیم احمد اٹھو لو اللہ کا نام
بہت جلد دیکھے گی دنیا تمام
کہ احمدیت کا ہے کیا مقام

کوشش کرو تم بس صبح و شام،
محمدؐ پہ بھیجو درود وسلام

بعض ممتاز

خدّامِ سلسلہ کی رحلت

انسان فانی ہے۔ جو بھی اِس دنیا میں آتا ہے اسے ایک نہ ایک دن موت سے ضرور دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اسی لئے پیدائش اور اموات کا سلسلہ ابتداء ہی سے جاری وساری ہے۔ آئے دن دنیا میں نئے انسان پیدا ہو رہے اور پہلے سے موجود انسانوں میں سے بہتیرے موت سے ہم آغوش ہو رہے ہوتے ہیں۔ زندگی اور موت کا ایک ایسا تسلسل ہے جس میں کبھی فرق نہیں پڑتا۔ اس لحاظ سے موت مسلسل رونما ہونے والا معمول کا ایک واقعہ ہے۔ لیکن ایسے وجود جو خادمِ دین کی حیثیت سے ممتاز مقام رکھتے ہوں ان کی رحلت معمولی واقعہ شمار نہیں ہوتی۔ اسی لئے ان کی جدائی کا صدمہ ان کے بہت وسیع حلقۂ احباب اور متعلقین کے لئے ذاتی صدمہ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

جون، جولائی اور اگست ۱۹۹۱ء میں جماعت احمدیہ کو بعض ممتاز خدّام سلسلہ کی رحلت اور جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ جون میں ریٹائرڈ مربی سلسلہ محترم شیخ نصیر الدین احمد صاحب نے امریکہ میں وفات پائی۔ جولائی کے مہینے میں جماعت احمدیہ کے نامور اور بزرگ شاعر محترم جناب ڈاکٹر (ہومیو) محمد یعقوب قیس مینائی صاحب ۹۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ جولائی میں ہی محترم مولانا محمد اشرف ناصر مربی سلسلہ کی رحلت کی افسوسناک خبر موصول ہوئی۔ ماہ اگست کے اوائل میں جماعت احمدیہ لندن کے ریجنل امیر اور جماعت انگلستان کے افسر جلسہ سالانہ محترم ہدایت اللہ صاحب بنگوی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس کے معاً بعد پاکستان سے اطلاع موصول ہوئی کہ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند محترم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت کر گئے اِنّا للّٰہ وَاِنّا الیہِ راجعُون

محترم شیخ نصیر الدین احمد صاحب کو سالہا سال تک مغربی افریقہ کے مختلف ممالک میں مبلغ اسلام کی حیثیت سے نمایاں خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔

محترم ڈاکٹر قیس مینائی صاحب نے کراچی میں پُرجوش داعی الی اللہ کی حیثیت سے بہت نام پیدا کیا۔ آپ جب تک کراچی میں رہے ہر سال بہت سے زیرِ تبلیغ احباب کو اپنے خرچ پر جلسہ سالانہ کے موقع پر ربوہ لایا کرتے تھے۔ آپ کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو قبولِ حق کی سعادت نصیب ہوئی۔

محترم مولانا محمد اشرف صاحب ناصر کی ساری زندگی خدمت سلسلہ میں گزری۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصّہ بحیثیت مربی سلسلہ سندھ کے مختلف علاقوں میں گزارا۔ آپ نے تبلیغی اور قلمی جہاد میں بہت کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور انتھک خادم سلسلہ کی حیثیت سے جماعت میں نمایاں مقام حاصل کیا۔

محترم جناب ہدایت اللہ صاحب بنگوی اگرچہ سرکاری ملازم تھے لیکن آپ نے جوانی میں ہی جماعتی کاموں میں بہت سرگرم حصّہ لینا شروع کر دیا تھا۔ آپ اُس زمانہ میں مجلس خدام الاحمدیہ دہلی کے قائد رہے اور بسلسلہ ملازمت جہاں بھی گئے وہاں مختلف حیثیتوں میں سلسلہ کی خدمات بجالانے میں پیش پیش رہے۔ فارن سروس سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ نے برطانیہ میں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ کی بقیہ زندگی سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف رہی۔ سالہا سال تک جماعت احمدیہ انگلستان کے جنرل سیکرٹری رہے، بطور زعیم اعلیٰ انصار اللہ بھی خدمات سرانجام دیں اور افسر جلسہ سالانہ انگلستان کی عظیم ذمہ داریوں کو بھی آپ نے کمال خوش اسلوبی سے ادا کیا۔

محترم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب کی زندگی بھی شروع ہی سے خدمت سلسلہ کے لئے وقف تھی۔ آپ نے سالہا سال تک انجمن احمدیہ، تحریک جدید میں مختلف حیثیتوں میں اہم خدمات انجام پانے کی توفیق پائی۔

ادارۂ ماہنامہ "اخبار احمدیہ" جرمنی ایسے ممتاز خدام سلسلہ کی وفات پر دلی صدمہ اور حزن و ملال کا اظہار کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیگر بزرگ افراد کی خدمت میں اور اپنے ان وفات یافتہ قابلِ احترام بھائیوں کے جملہ عزیز و اقارب کی خدمت میں دلی تعزیت اور ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا گو ہے کہ وہ ان ممتاز خدّام سلسلہ کو اعلیٰ علیین میں خاص مقام قرب عطا فرمائے، ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرما کر دین و دنیا میں ان کا حامی و ناصر ہو اور اس کے فضلِ خاص کے نتیجہ میں ان جدا ہونے والے ممتاز خدّام سلسلہ کے جانشین نعم البدل کے طور پر بکثرت پیدا ہوتے رہیں۔ آمین

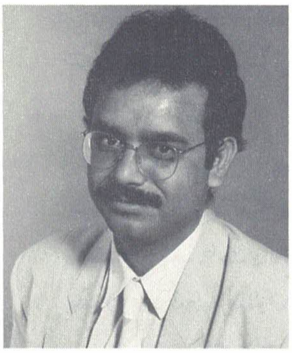

گذارشِ احوال

سعید اللہ خان

جماعت احمدیہ جرمنی کے جلسہ سالانہ پر پہلی بار ادارتی عملہ نے اخبار احمدیہ کا خصوصی شمارہ بطور سالنامہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ خدا کرے اب یہ ایک روایت بن جائے اور ہر سال جلسہ سالانہ پر اخبار احمدیہ کا سالنامہ شائع ہوتا رہے۔ کسی بھی اخبار یا رسالہ کے مطالعہ کے بعد قارئین کے ذہن میں از خود اس رسالہ سے متعلق بہت سی آراء قائم ہو جاتی ہیں چونکہ ہمارا یہ سالنامہ ایک خاص موضوع پر شائع ہوا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ اخبار کے مطالعہ کے بعد قارئین کے ذہن میں بعض تفصیلات سے متعلق کسی کمی کا احساس پیدا ہو یا اس تفصیلی موضوع پر شائع ہونے والے مواد سے وہ مطمئن نہ ہوں اس کا احساس ادارہ کو خود بھی ہوا ہے۔ اس راہ میں وقت کی بہت سی مصلحتیں آڑے تھیں ویسے بھی یورپ میں بیٹھ کر حسبِ منشاء جملہ اسیرانِ راہ مولیٰ کے احوال و کوائف جمع کرنا ممکن نہ تھا۔ تاہم کافی تگ و دو اور بھاگ دوڑ کے نتیجہ میں جتنے کوائف بھی مل سکے ہیں وہ مناسب تزئین و ترصیع کے بعد اس خصوصی شمارہ کی زینت ہیں۔ اس کے لئے ہم محترم مولانا دوست محمد شاہد اور محترم مسعود احمد دہلوی کے ازحد ممنونِ احسان ہیں کہ ہمیں اس خصوصی شمارہ کی اشاعت میں اپنے ان دونوں بزرگوں کی معاونت اور راہ نمائی حاصل رہی۔

اسی طرح مکرم سعید اللہ خان ہمارے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔ آپ دسمبر ۱۹۹۰ء سے اخبار احمدیہ کی خطاطی کی ذمہ داری انتہائی محنت لگن اور شوق سے سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ اخبار احمدیہ کو زیادہ سے زیادہ دیدہ زیب اور جاذبِ نظر بنانے میں کوشاں ہیں۔ انہوں نے حسبِ معمول اس شمارہ کو بھی ڈیزائننگ اور خطاطی کے اعتبار سے جاذبِ نظر بنانے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی اس کاوش اور محنت کو قبول فرمائے اور اپنی جناب سے اجرِ عظیم عطا کرے۔ آمین۔

صدر مجلس ادارت ———— اخبار احمدیہ

جلسہ سالانہ

یہ تیری دلکشی اے جلوہ گاہِ حُسن کیا کہنا
جو آتا ہے بصد اخلاص مشتاقانہ آتا ہے

چلے آتے ہیں آنے والے یوں قربان ہونے کو
کہ جیسے شمع پر پروانہ بے تابانہ آتا ہے

تعلق کیا، غرض کیا، واسطہ کیا، ہوشیاروں کو
یہ دیوانوں کی مجلس ہے یہاں دیوانہ آتا ہے

لگا ہے کوچۂ دلبر میں دیوانوں کا تانتا سا
کوئی دیوانہ آپہنچا کوئی دیوانہ آتا ہے

اسیرِ عشق ہو کر سب تعلق ٹوٹ جاتے ہیں
جو اس مجلس میں آتا ہے آزادانہ آتا ہے

یہ مجلس ہے کہ ہے دیوانگانِ عشق کا مجمع
جدھر دیکھو نظر دیوانہ ہی دیوانہ آتا ہے

مختار احمد شاہجہانپوری

۱۶ واں جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ جرمنی

بمقام گروس گیراؤ ۳۰، ۳۱/اگست و یکم ستمبر ۱۹۹۱ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار

جمعۃ المبارک ۳۰/اگست

۱۴,۰۰	۱۵,۳۰	جمعہ و نماز عصر	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
۱۶,۰۰	۱۶,۱۵	تلاوت قرآن کریم معہ ترجمہ	
۱۶,۱۵	۱۶,۳۰	نظم	
۱۶,۳۰	۱۸,۳۰	افتتاحی خطاب	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ہفتہ ۳۱/اگست

اجلاس اول

۹,۳۰	۹,۴۰	تلاوت قرآن کریم معہ ترجمہ	
۹,۴۰	۹,۵۰	نظم	
۹,۵۰	۱۰,۲۵	"نئی نسل کی تربیت اور اس کے تقاضے"	از ڈاکٹر عبدالغفار صاحب مشنری سٹٹگارٹ
۱۰,۲۵	۱۰,۳۰	نظم	
۱۰,۳۰	۱۱,۰۰	"ذکر حبیب" (سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ)	مکرم محمد شریف خالد صاحب نائب امیر جرمنی
۱۱,۰۰	۱۳,۰۰	تقریر حضور اقدس (زنانہ جلسہ گاہ سے مردانہ جلسہ گاہ میں ریلے کی جائے گی)	
۱۳,۰۰	۱۵,۰۰	وقفہ برائے طعام و نماز ظہر و عصر	
۱۵,۳۰	۱۶,۳۰	جرمن پروگرام	(اجلاس دوم)
		سیرۃ النبیؐ سیشن	(اجلاس سوم)
۱۶,۳۰	۱۶,۳۵	تلاوت قرآن کریم معہ ترجمہ	
۱۶,۳۵	۱۶,۴۰	نظم	
۱۶,۴۰	۱۷,۱۰	"آنحضرت صلعم کا طریق تبلیغ"	مکرم مولانا عبدالباسط طارق صاحب
۱۷,۱۰	۱۷,۱۵	نظم	
۱۷,۱۵	۱۷,۴۵	"آنحضرت صلعم کی مخلوق خدا سے شفقت"	مکرم ہدایت اللہ ہبش صاحب
۱۷,۴۵	۱۷,۵۵	نظم	
۱۷,۵۵	۱۸,۳۰	"اسلامی معاشرہ کا یورپی معاشرہ سے موازنہ"	مکرم مولانا بشیر احمد صاحب رفیق

اتوار یکم ستمبر

اجلاس اول

۹,۳۰	۹,۴۰	تلاوت قرآن کریم معہ ترجمہ	
۹,۴۰	۹,۵۰	نظم	
۹,۵۰	۱۰,۲۵	"اسلام میں عورت کا مقام"	مکرم شمیم احمد خالد صاحب مشنری بلجیئم
۱۰,۲۵	۱۰,۳۵	نظم	
۱۰,۳۵	۱۱,۱۰	"اسلام میں جہاد کا تصور"	مکرم مولانا مسعود احمد صاحب جہلمی مشنری انچارج جرمنی
۱۱,۱۰	۱۱,۲۰	نظم	
۱۱,۲۰	۱۲,۰۰	"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیدا کردہ روحانی انقلاب"	مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جرمنی
۱۲,۰۰	۱۴,۳۰	وقفہ برائے طعام و نماز ظہر و عصر	

اجلاس دوم (اختتامی اجلاس)

۱۴,۳۰	۱۴,۴۵	تلاوت قرآن کریم معہ ترجمہ	
۱۴,۴۵	۱۵,۰۰	نظم	
۱۵,۰۰	۱۷,۰۰	اختتامی خطاب و دعا	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرینکفرٹ میں مٹھائیاں بنانیوالا آپ کا اپنا نام
ہر خوشی کے موقع پر خدمت کا موقع دیں۔

لڈو ★ برفی ★ رسگلے ★ گلاب جامن

بادام کی برفی ★ لڈو موتی چور ★ شکر پارے

بالوشاہی ★ میسو ★ جلیبیاں ★ کراچی حلوہ

حاجی محمد اکمل

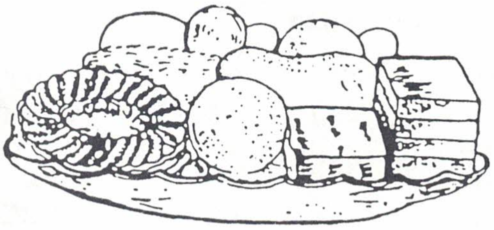

پروپرائٹر

سموسے ★ پکوڑے ★ نمک پارے ★ شامی کباب

ایک دفعہ خدمت کا موقع دیں آپ کی تشریف آوری
کا شکریہ

ASC 1974
The Quality Sweet Manufacturers

AKMAL SWEET CENTRE

Kaiserstr. 53

6000 Frankfurt/Main Tel. 069 / 234847 u. 556394

"تشنہ رُوحوں کو پلا دو شربتِ وصل و بقا"

چوہدری شبیر احمد ، واقفِ زندگی
وکیل المال اوّل، تحریکِ جدید انجمن احمدیہ، ربوہ

آج ہے جانِ تمنّا بزم میں جلوہ نما سرزمینِ جرمنی میں ہے رواں بادِ صبا
مہدیٔ دوراں کا پرچم ہے یہاں لہرا رہا ابرِ رحمت ہے زبانِ حال سے نغمہ سرا
"تشنہ روحوں کو پلا دو شربتِ وصل و بقا"

مہدیٔ دوراں کا نائب ہے امیرِ کارواں جس نے ہر گوشے میں پہنچایا پیامِ جاوداں
آپ کو حاصل ہے تائیدِ خدائے دو جہاں آپ سے فیض کا طالب ہر اک اہلِ صفا
"تشنہ روحوں کو پلا دو شربتِ وصل و بقا"

دخترِ رز کتنے مونہوں سے چھڑائی آپ نے جامِ کوثر کی لگن اُن کو لگائی آپ نے
تشنہ کاموں کو مئے عرفاں پلائی آپ نے ساقیٔ کوثر کے ہیں اب آپ رندِ باوفا
"تشنہ روحوں کو پلا دو شربتِ وصل و بقا"

ہے طلوعِ شمس کا منظر دیارِ غرب میں اک نیا انداز ہے دیکھو بہارِ غرب میں
ہے پذیرائی صداقت کی خیارِ غرب میں فرطِ الفت سے ہر اک طالب یہی ہے کہہ رہا
"تشنہ روحوں کو پلا دو شربتِ وصل و بقا"

دن میں پانچوں وقت ہوتی ہے موذّن کی اذاں ہر صلیبی کی سماعت پر گزرتی ہے گراں
یہ خلافت کی ہے برکت اور اک زندہ نشاں دعوتِ حق کے لئے شبیّر ہے نغمہ سرا
"تشنہ روحوں کو پلا دو شربتِ وصل و بقا"

دُعائے مغفرت

مکرم خواجہ نعیم احمد ابن مکرم خواجہ عبدالحمید صاحب مورخہ ۷رجولائی کو رات ایک بجے ہارٹ فیل ہونے کے سبب بعمر ۴۵ سال فرینکفرٹ میں وفات پا گئے اِنّا للہ و اِنّا اِلیہ راجعُون۔ فرینکفرٹ میں مرحوم کی نماز جنازہ نور مسجد میں ادا کی گئی۔ بعدازاں تدفین کی غرض سے آپ کی نعش ربوہ روانہ کردی گئی۔

مکرم خواجہ نعیم احمد اپنی اوائل جوانی میں ربوہ کے معروف ہاکی کے کھلاڑی تھے۔ آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ہاکی ٹیم کے کپتان رہے اور آپ کی سرکردگی میں سکول نے مسلسل کئی سال ڈسٹرکٹ چیمپئن شپ کا اعزاز حاصل کیا۔ بعد میں آپ نے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بطور ٹیچر ملازمت اختیار کی اور سکول کی ہاکی ٹیم کے انچارج رہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے اور آپ کے بچّوں کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

(ادارہ)

میرے سسر جناب میاں فضل حق جن کا حلقہ RÖDER MARK ہے ۱۲ر مارچ ۱۹۹۱ء کو بوجہ ہارٹ اٹیک STADTKANKHAUE آفن باخ میں وفات پا گئے۔ مرحوم بے انتہا خوبیوں کے مالک تھے۔ پاکستان میں اُن کا تعلق ڈرگ روڈ سے تھا جہاں انہوں نے دس سال تک سیکریٹری امور عامہ کی خدمات سرانجام دیں اور مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے۔ خدمت خلق کے کاموں میں بے انتہا حصّہ لیتے رہے۔ آپ نے پیچھے ایک بیوہ اور دو بچّے چھوڑے ہیں آپ کی بیٹی نابینا ہے۔ احباب جماعت سے لواحقین کے لئے خاص دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو صبر عطا کرے، اللہ تعالیٰ (مرحوم) ابّا جان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اپنے خاص فضل سے اپنی مغفرت سے نوازے۔

پرویز اقبال ——— RÖDERMARK

اہل فن حضرات متوجہ ہوں

جلسہ سالانہ جرمنی ۳۰، ۳۱ر اگست و یکم ستمبر ۱۹۹۱ء کے موقع پر اہل فن حضرات کی ایک اہم میٹنگ ہوگی۔ جس میں ایسے احباب کی ایسوسی ایشن بنائی جائے گی جو کوئی بھی فن جانتے ہوں۔ اس میں ہمارے عبدالرشید صاحب ARCHITECT بھی شرکت فرمائیں گے۔ تمام اہل فن احباب سے درخواست ہے کہ اس میٹنگ میں ضرور شامل ہوں تاکہ جماعتی تعمیراتی پروگراموں پر غور ہو سکے اور پروگرام بنائے جاسکیں۔ جزاکم اللہ۔

نازاحمد ناصر ——— نیشنل سیکریٹری جائداد

ضروری اہم اعلان

خدام الاحمدیہ جرمنی کے اجتماع پر حضور سے انفرادی ملاقات کے دوران جن فیملیوں کی تصاویر اُتاری گئیں اُن سے درخواست ہے کہ شناخت کیلئے اپنی تصویر اور اپنا ایڈریس خاکسار کو بھجوادیں تاکہ اُن کی تصویر اُن کی خدمت میں ارسال کردی جائے۔ اس بارے میں ایک ضروری امر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دوست اس بارے میں مشن ہاؤس میں فون نہ کیا کریں۔ تصاویر صرف آپ کا خط آنے پر ہی آپ کو ارسال کی جاسکتی ہیں۔

عبدالرشید بھٹی ——— جنرل سیکریٹری

بقیہ : جہانگیری اسیری کی روداد

ہونا تھا۔ کیونکہ ٹکٹ اسی تاریخ کی تھی اور فیصل آباد سے جہاز پر سوار ہونا تھا ایک دن خاکسار اور طاہر محمود چودھری صاحب یہ بات کرنے لگے کہ خدا جانے ہم لندن جاتے ہیں کہ نہیں۔ جاوید احمد جاوید صاحب یہ بات سن رہے تھے انہوں نے کہا کہ طاہر محمود صاحب کا مجھے علم نہیں کہ وہ لندن جائیں یا نہ جائیں مگر امیر صاحب ضرور لندن جائیں گے ان کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی کیونکہ حضرت صاحب نے ان کو بلایا ہوا ہے' اس سے خاکسار کا ایمان قوی ہوگیا، اور رات کو خواب دکھایا گیا کہ کوئی آدمی ہے اس کو خاکسار کہتا ہے کہ حضرت صاحب کو لندن ٹیلیفون کردیں کہ میں لندن جلسہ سالانہ پر آرہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ خواب پورا ہوگیا اور ۲۱ر جولائی ۸۶ء کو ضمانت ہوگئی۔ جب خاکسار اس تاریخ کو باہر آرہا تھا تو خاکسار نے چند دوستوں سے کلمہ طیبہ مانگا تاکہ میں لگالوں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو حضور اقدس نے بلایا ہوا ہے اس لئے ہم آپ کو کلمہ طیبہ نہیں دیتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ پھر پکڑے جائیں۔ تھوڑی دیر بعد خاکسار کا بیٹا امان اللہ آگیا۔ اس سے خاکسار نے پوچھا کہ کلمہ طیبّہ کا بیج ہے۔ اس نے کہا ہاں میرے پاس ہے خاکسار نے اسے کہا کہ جلدی کرو مجھے دو۔ اس نے خاکسار کو بیج دیا اور پھر اس عاجز نے سینہ پر لگالیا۔ اس وقت ہم جیل کی بیرونی چار دیواری میں تھے دروازے کے سپاہی نے خاکسار کو روکنا چاہا مگر خاکسار نے اس کے ہاتھوں کو دوسری طرف کردیا اور کہا کہ پھر جیل میں آجاؤں گا فکر مت کریں باہر سڑک پر سرگودھا والے خدام کار لائے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۲۳ر جولائی ۸۶ء کو حضور کی دعاؤں سے خاکسار لندن اسلام آباد پہنچ گیا اور پیارے امام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اس گناہ گار پر بہت شفقت فرمائی۔ حضور ۲۳ر جولائی ۸۶ء کو اسلام آباد میں انتظامات کا معائنہ فرما رہے تھے کہ اچانک ملاقات ہوگئی۔ حضور خاکسار کو گلے لگا کر ملے اور فرمایا کہ مجھے آپ کی بڑی فکر تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ آگئے ہیں۔ خاکسار لندن حضور کے قدموں میں صرف ۲۳ر جولائی ۸۶ء تا ۸ر اگست ۸۶ء تک رہا اور ۸ر اگست کو واپس چل پڑا کیونکہ ۱۰ر اگست ۸۶ء کو خاکسار کی نور پور تھل میں تاریخ پیشی تھی۔ ٹکٹ خاکسار کو نہ مل رہی تھی۔ ۱۵ر اگست کو سیٹ کنفرم ہوئی تھی مگر پیارے امام کی کوشش اور دعاؤں سے معجزانہ رنگ میں ۱۰ر اگست ۸۶ء کو تاریخ پر پہنچا

خاکسار کی تاریخ پیدائش کاغذات کی رُو سے ۹ر جون ۱۹۴۲ء ہے خاکسار ۱۹۶۳ء میں احمدی ہوا۔ اور ضلع خوشاب کا امیر ۱۹۸۲ء میں بنا اور خوشاب بھی ۱۹۸۲ء میں ضلع بنا۔ اس طرح خاکسار کو خوشاب کے پہلے امیر ضلع کی حیثیت میں خدمات سلسلہ بجالانے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس عاجز کا آبائی گاؤں موضع روڈہ تحصیل خوشاب ہے۔ خاکسار نے کلمہ طیبّہ لگا رکھا ہے اور کبھی نہیں اتارا ہے۔ دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جملہ مشکلات کو دُور فرمائے۔ ہمیں ثابت قدم رکھے، دشمن پہ فتح حاصل ہو اور وہ ناکام و نامراد ہوں۔ آمین۔

درخواستِ دُعا

مکرم مولود احمد خان صاحب آف لندن کچھ عرصہ سے بیمار ہیں انہوں نے تمام قارئین اخبار احمدیہ کی خدمت میں السلام علیکم عرض کی ہے اور ساتھ اپنی شفایابی کے لئے دُعا کی درخواست کرتے ہیں ——— (ادارہ)

میرے بیٹے عزیزم جمال عبدالناصر ولد منور حسین نے قرآن پاک کا پہلا دور ۱۰ مارچ ۱۹۹۱ء کو مکمل کر لیا ہے۔ الحمدللہ۔

بچہ وقف زندگی ہے۔ احبابِ جماعت سے دُعا کی درخواست ہے اللہ کریم بچہ کو حقیقی رنگ میں اچھا اور مکمل خادمِ دین بنائے اور ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھے آمین۔ ثم آمین۔

نیز ۱۸ مئی ۱۹۹۰ء کو ہم پاکستان سے ہجرت کر کے جرمنی آئے تھے میرے چچا جان بھی میرے ساتھ ہی آئے تھے جن کا انتقال ۳ جولائی ۱۹۹۰ء کو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے ہو گیا۔ مجھے یہاں اکیلے کچھ مشکل حالات کا سامنا ہے۔ اللہ کریم تمام پریشانیاں دور فرمائے اور میرے لئے اچھے حالات پیدا فرمائے اور اپنی خاص قدرت سے اپنی رحمت کے دروازے کھولے آمین ثم آمین۔

امۃ النصیر نادیہ زوجہ منور حسین ——— ہمبرگ

مکرم مولانا عطاء اللہ کلیم سابق مشنری انچارج جرمنی کی اہلیہ صاحبہ محترمہ ایک لمبے عرصہ سے امریکہ میں بیمار ہیں اور تا حال بیماری میں کوئی افاقہ نہیں۔ محترم مولانا صاحب نے اپنے حالیہ مکتوب میں تمام احباب جماعت جرمنی کی خدمت میں خصوصی طور پر اپنی اہلیہ محترمہ کی کامل شفایابی کے لئے عاجزانہ اور دردمندانہ دعا کی درخواست کی ہے۔

خاکسار کے چچا مکرم داؤد احمد خان آف ORTENBERG بھی عرصہ ایک سال سے زائد بیمار ہیں۔ آپ کے گردوں کا آپریشن گذشتہ سال فلڈا ہسپتال میں ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ OFFENBACH ہسپتال میں بھی داخل رہے ہیں اور دوبارہ فلڈا ہسپتال میں داخل ہیں۔ قارئین اخبار احمدیہ کی خدمت میں ہر دو محسنین کے لئے دردِ دل سے عاجزانہ دُعا کی درخواست کرتا ہوں ——— (ایڈیٹر)

مکرم عبدالباسط گردیزی صدر جماعت PFUNGSTADT کا ۱۲ اگست کو پتّہ کا آپریشن ہوا ہے۔ آپریشن خدا کے فضل سے کامیاب رہا ہے۔ البتہ کمزوری بہت زیادہ ہے۔ تمام احباب سے موصوف کی کامل شفایابی کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

سعید اللہ خان ——— ALSBACH

خاکسار کی والدہ کو بلڈ شوگر ہو گیا ہے جو کہ پاکستان میں مقیم ہیں۔ احبابِ جماعت سے دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ میری والدہ کو صحت والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔

وحید احمد بٹ ——— STUTTGART

خاکسار اپنے بچّوں کی اعلیٰ کامیابی اور دینی و دنیاوی ترقیات کے لئے دُعا کی درخواست کرتا ہے۔

ملک لطیف احمد خالد ——— بوخم

اعلانِ نکاح

مکرم منیر احمد صاحب طاہر آف MEERBUSCH ابن مکرم چوہدری نصیر احمد صاحب مرحوم آف فیصل آباد کا نکاح ہمراہ نگہت پروین صاحبہ بنت مکرم چوہدری حفیظ احمد صاحب آف سانگلہ ہل مبلغ تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) روپے حق مہر پر مربّیٔ سلسلہ مکرم مظفر احمد صاحب خالد نے سانگلہ ہل میں پڑھایا۔ احبابِ جماعت دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس نکاح کو جانبین کے لئے باعثِ برکت بنائے۔ آمین۔

عبدالرشید ندیم صدر جماعت ——— MEERBUSCH

ولادت

خاکسار کی ہمشیرہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ۱۶ جون کو بیٹی عطا فرمائی ہے۔ بچّی کا نام عمارہ خواجہ رکھا گیا ہے۔ بچّی کے لئے دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے دین کی خادمہ بنائے بچّی خواجہ عبدالکریم آف بوناسس کی پوتی ہے۔

وحید احمد بٹ ——— STUTTGART

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ۱۵ جون کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام نورالاسلام رکھا ہے۔ نومولود مکرم محمد یوسف مرحوم محلہ دارالرحمت وسطی ربوہ کا پوتا اور چوہدری محمد صادق فیکٹری ایریا ربوہ کا نواسہ ہے بچّہ تحریک وقفِ نو میں شامل ہے۔ احبابِ جماعت کی خدمت میں دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بچّے کو صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور سچّا خادم دین بنائے۔

محمد اسلم یوسف ——— FREIBURG

آمین

میرے بیٹے عزیزم مدثر احمد ابن چوہدری ناصر احمد للّی آف جماعت GLADBECK کو بعمر چار سال پانچ ماہ میں قرآن کریم ختم کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی ہے۔ الحمدللہ۔ تمام احبابِ جماعت دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ میرے بیٹے کو قرآن کریم پر عمل کرنے کی توفیق دینی و دنیاوی علوم سے مالا مال کرے۔ آمین۔

ناصر احمد چوہدری ——— GLADBECK

میری بیٹی عزیزہ ثناء قیوم نے ساڑھے ۶ سال کی عمر میں قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔ احباب سے دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بچّی کو قرآنی علوم سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عبدالقیوم انعام ——— HEUSENSTAMM

خاکسار کے چھوٹے بیٹے عزیزم حماد احمد نے بعمر چار سال ۲ ماہ میں قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کیا ہے۔ قرآن کریم کا دور عزیزم نے صرف ایک ماہ چوبیس دن میں مکمل کیا ہے۔ احباب جماعت سے عزیزم کے لئے دُعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ اسے قرآنی علوم سے مالا مال فرمائے اور حقیقی خادم دین بنائے عزیزم وقفِ نو کے تحت وقف ہے۔

وسیم احمد ——— فرینکفرٹ

خوشخبری

ہمارے ہاں سے ہر قسم کی

CAPS

جوگنگ سوٹ

جیکٹ

ٹی شرٹ

پاجامہ

Hallo! Unser Sonderpreis! Hallo! Unser Sonderpreis!

METALICA SLAYER
750 versch. Motive aus Original-Heavy-Metal-Tour-T-Shirts und Sweatshirts.

T-Shirts.
Tour-T-Shirts.

T-Shirt, weiß, 1. Qualität ....
T-Shirts einseitig ....
Sweatshirts ....
Freizeit-Gummizughosen, aus Baumwolle (40 versch. Modelle) ....
Michael-Jackson-Jacken ....
jacken ....
Kinder ....
Batik, enge Hosen ....
und weite Hosen ....
Patchwork-Hosen ....
Motorrad-Lederjacken ....
Trilobal-Jogginganzüge, Black & White ....
und viele andere Artikel mehr. Ein Besuch lohnt sich!

Fa. AZIZ GbR
Rudolf-Diesel-Str. 30 · 6900 Heidelberg
Telefon 0 62 21 / 2 79 49 od. 16 22 49 · Fax 0 62 21 / 2 16 79

Hallo! Unser Sonderpreis! Hallo! Unser Sonderpreis!

دستیاب ہیں

اس کے علاوہ مختلف اشیاء بارعایت خرید فرمائیں اور ایک دفعہ خدمت کا موقع دیں

آپ کی تشریف آوری کا شکریہ

Fa. AZIZ GbR
Rudolf-Diesel-Str. 30 · 6900 Heidelberg
Telefon (0 62 21) 16 22 49 u. 27 949

احباب کی سہولت کیلئے شہر گروس گیراؤ میں ایشین شاپ کھُل گئی ہے

یہاں پر ہر قسم کے

مصالحہ جات — آٹا — چاول

دالیں — سبزی — فروٹ

مناسب داموں دستیاب ہیں

آپ کی تشریف آوری کا شکریہ

KIRCHSTR-5 6080 GROSS GERAU

ZEBRA TANKSTELE

زیبرا پٹرول پمپ

B 44 پر MANNHEIM کی طرف

چوہدری برادرز

ہمارے ہاں ہر قسم کی گاڑیوں کی مرمت کی جاتی ہے

اس کے علاوہ

نئی اور پرانی گاڑیوں کی خرید و فروخت بھی کی جاتی ہے

BIEBESHEIMER STR-13
6084 GERNESHEIM /RH
TEL: 06258-2109

محمود احمد وڑائچ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

GEBETSPLAN fuer FRANKFURT

September 1991

اوقاتِ نماز برائے فرینکفرٹ ستمبر ۱۹۹۱ء

Datum	Fajr فجر	Sohar ظہر	Aßr عصر	Maghrib مغرب	Ischa عشاء
01. Sep	5:19	13:30	17:00	20:16	21:31
02. Sep	5:21	13:30	17:00	20:14	21:29
03. Sep	5:22	13:30	17:00	20:11	21:26
04. Sep	5:24	13:30	17:00	20:09	21:24
05. Sep	5:25	13:30	17:00	20:07	21:22
06. Sep	5:27	13:30	17:00	20:05	21:20
07. Sep	5:28	13:30	17:00	20:03	21:18
08. Sep	5:30	13:30	17:00	20:01	21:16
09. Sep	5:31	13:30	17:00	19:58	21:13
10. Sep	5:33	13:30	17:00	19:56	21:11
11. Sep	5:34	13:30	17:00	19:54	21:09
12. Sep	5:36	13:30	17:00	19:52	21:07
13. Sep	5:37	13:30	17:00	19:50	21:05
14. Sep	5:39	13:30	17:00	19:47	21:02
15. Sep	5:40	13:30	17:00	19:45	21:00
16. Sep	5:42	13:30	16:45	19:43	20:58
17. Sep	5:43	13:30	16:45	19:41	20:56
18. Sep	5:45	13:30	16:45	19:39	20:54
19. Sep	5:46	13:30	16:45	19:36	20:51
20. Sep	5:48	13:30	16:45	19:34	20:49
21. Sep	5:49	13:30	16:45	19:32	20:47
22. Sep	5:51	13:30	16:45	19:30	20:45
23. Sep	5:52	13:30	16:45	19:28	20:43
24. Sep	5:54	13:30	16:45	19:25	20:40
25. Sep	5:55	13:30	16:45	19:23	20:38
26. Sep	5:57	13:30	16:45	19:21	20:36
27. Sep	5:58	13:30	16:45	19:19	20:34
28. Sep	6:00	13:30	16:45	19:17	20:32
29. Sep	6:01	13:30	16:45	19:14	20:29
* 30. Sep	5:03	13:00	16:00	18:12	19:27

* = Wechsel von Sommerzeit in Winterzeit

فرقِ اوقات Zeitunterschiede in:	طلوعِ آفتاب Sonnenaufgang:	غروبِ آفتاب Sonnenunterg.:
Aachen:	9	10
Berlin:	-20	-17
Bremen:	-2	2
Hamburg:	-8	-4
Köln:	6	8
München:	-10	-12
Hannover:	-5	-2
Stuttgart:	-1	-2
Mannheim:	-2	1
Dortmund:	3	6

Prepared for THE Schoba TALEEM - Tahir Mahmood - July 1991

شعبہ تعلیم ـــــ جرمنی

۱۳؍اپریل ۱۹۹۱ء کو مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر امیر جماعت احمدیہ جرمنی ناصر باغ
میں نئی تعمیر ہونے والی عمارت کا سنگ بنیاد رکھ رہے ہیں

جماعت احمدیہ جرمنی کے زیرِاہتمام منعقد ہونے والے جلسہ مذاہبِ عالم کے مقررین

حضور ایدہ اللہ گوائٹے مالا کے صدر مملکت سے تبادلۂ خیال فرما رہے ہیں

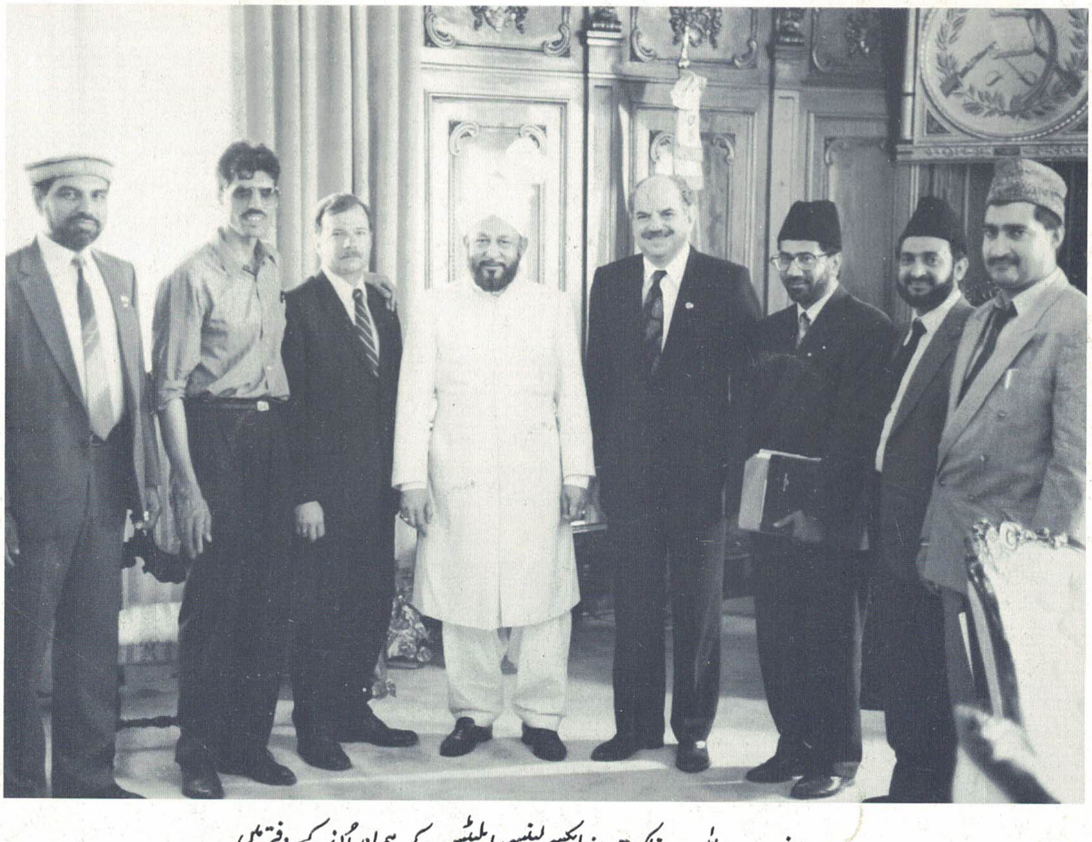

حضور ایدہ اللہ صدر مملکت ہز ایکسی لینسی الیئس کے ہمراہ اُن کے دفتر میں

Herausgeber (Publisher): Abdullah Wagishauser, Sec. Ishaat · Babenhäuser Landstr. 25 · D-6000 Frankfurt am Main 70
Tel. (0 69) 68 14 85 / 68 10 62 · Fax (0 69) 68 65 04 · Telex 41 6187 islam d · Telegr.-Adr.: »Islam« Frankfurt/M.